مصائب و مشکلات و آفات و بلیات میں مبتلا شخص کو راحت و اطمینان
اور چین و سکون پہنچانے اور صبر پر آمادہ کرنے والا عبرت انگیز واقعات کا مجموعہ

پریشانی کے بعد راحت

جلد اول

اردو ترجمہ

الفرج بعد الشدة والضيقة

جس میں انبیاء، صحابہ، تابعین، متقدمین، متاخرین اور عصر حاضر کے پریشانی کے بعد راحت کے ایسے سچے اور مستند واقعات یکجا کر دیئے گئے ہیں جو دلوں کو دھڑکا دیتے ہیں اور روحوں کو تڑپا دیتے ہیں

تالیف

ابراہیم بن عبداللہ الحازمی

ترجمہ و اضافات

خلیل الرحمن فاضل بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ

مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب

مکتبہ بیت العلم

مصائب و مشکلات اور آفات و بلیات میں مبتلا شخص کو راحت و اطمینان
اور چین و سکون پہنچانے اور صبر پر آمادہ کرنے والا عبرت انگیز واقعات کا مجموعہ

پریشانی کے بعد راحت

جلد اول

اردو ترجمہ

اَلْفَرَجُ بَعْدَ الشِّدَّةِ وَالضِّيقَةِ

جس میں انبیاء، صحابہ، تابعین، متقدمین، متأخرین اور عصر حاضر کے پریشانی کے بعد راحت کے ایسے سچے اور مستند واقعات یکجا کر دیئے گئے ہیں جو دلوں کو دھڑکا دیتے ہیں اور روحوں کو تڑپا دیتے ہیں

تالیف
ابراهیم بن عبداللہ الحازمی

ترجمہ و اضافات
خلیل الرحمٰن فاضل بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ
مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب

مکتبہ بیت العلم
G-30، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد،
اردو بازار، کراچی۔ فون: 2726509

پریشانی کے بعد راحت

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

11011205

—— اسٹاکسٹ ——

مکتبہ بیت العلم

G-29، گراؤنڈ فلور، اسٹوڈنٹ بازار، نزد مقدس مسجد،
اردو بازار کراچی، فون: 2726509 موبائل: 0300-2161927

کتاب کا نام .... پریشانی کے بعد راحت
تاریخ اشاعت .... دسمبر ۲۰۰۵ء
کمپوزنگ .... فاروق اعظم کمپوزرز (کراچی)
ناشر .... بیت العلم ٹرسٹ
ST-9E بلاک نمبر 8، گلشن اقبال، کراچی
فون: 4976073 فیکس: 4976339
ای میل - bit-trust@cyber.net.pk

ملنے کے دیگر پتے

- بیت القرآن، اردو بازار، کراچی۔ فون: 2630744
- ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی فون: 4919673 - 4914596
- مکتبہ فہم دین، نزد مسجد بیت السلام، ڈیفنس، کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7224228
- مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7228196
- مکتبہ امدادیہ، ٹی۔ بی روڈ، ملتان۔ فون: 061-544965
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 5771798
- اسلامیہ کتب خانہ، گاڑی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 340112
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ فون: 662263
- کتاب مرکز، فیئر روڈ، سکھر۔
- بیت القرآن، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی، چھوٹی گھٹی، حیدر آباد
- حافظ اینڈ کو، لیاقت مارکیٹ، نواب شاہ۔
- حافظ کتب خانہ، مردان۔
- مکتبۃ المعارف، محلہ جنگی، پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری گزارش

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات علماء کرام اور معزز قارئین کی خدمت میں نہایت ہی عاجزانہ التماس کی جاتی ہے کہ حتی الامکان ہم نے کتاب میں تصحیح وتخریج کی پوری کوشش کی ہے تاکہ ہر بات مستند اور باحوالہ ہو پھر بھی اگر کہیں مضمون یا حوالہ جات میں سُقم وضُعف یا اغلاط نظر آئیں تو ازراہِ کرم ناشر کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں وہ غلطی باقی نہ رہے۔

مزید اس کتاب کے متعلق کوئی اصلاحی تجویز ہو تو ضرور بتائیں۔

اس کتاب کی تصحیح اور کتابت پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کافی محنت ہوئی ہے امید ہے قدردان لوگ مسلمانوں کے لئے کی گئی اس محنت کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے رہیں گے۔

جزاکم اللہ خیراً

آپ کی قیمتی آراء کے منتظر

احباب بیت العلم ٹرسٹ

فہرست مضامین

مقدمہ ۱۰
تقریظ: حضرت مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب دامت برکاتہم ۱۳
تنگی وآزمائش کے بعد فراخی کے چند قرآنی واقعات ۱۵
حضرت نوح علیہ السلام کی آزمائش ۱۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش ۱۵
حضرت سارہ علیہا السلام کی آزمائش ۱۷
حضرت لوط علیہ السلام کی آزمائش ۱۸
حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی آزمائش ۱۹
حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش ۱۹
حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش ۲۲
حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آزمائش ۲۶
حضرت دانیال علیہ السلام کی آزمائش ۳۲
وہ تکالیف جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں ۳۴
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ۳۶
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت اور اس سے براءت ۴۳
وہ قید ہو جاتا ہے پھر رہا ہو کر غنیمتوں میں لدا ہوا لوٹتا ہے ۵۱
کون ہے جو مجبور کی پکار کو سنے ۵۳
اس کے کان میں کنکری گھس گئی اور کچھ ہی دیر بعد نکل آئی ۵۵
تین آدمیوں کا اپنے اعمال کے سبب غار سے نکل جانا ۵۶
پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ۵۷
جب تمہارا دل تنگ ہو یا گھبرائے تو اَلَمْ نَشْرَحْ کو یاد کرو ۵۸

ایک بیماری دور کرنے والی دعا ۵۹
وہ بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کرنے سے اپنی عقل کھو بیٹھا ۶۰
ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ۶۱
اللہ پر بھروسہ ۶۳
ہارون رشید کا حضرت علی کے خاندان کے ایک نوجوان کو قتل کرنے کا حکم ۶۴
اے ہر آواز کو سننے والے! ۶۶
ہاروالا دن ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے ۶۷
اللہ اور بندوں کے درمیان دروازہ بند نہیں ہوتا ۶۸
اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں ۶۹
ایک بوڑھے کا منصور کی قید سے رہائی پانا ۷۰
مامون کا شاعر دعبل خزاعی کو معاف کرنا ۷۱
جس کے ڈر سے کپڑوں میں پیشاب نکلا بعد میں اسی کی قبر پر پیشاب کیا ۷۲
موت کا وقت معین بچانے کے لئے کافی ہے ۷۴
وہ ایک ہی رات میں بوڑھا ہو گیا ۷۷
بغداد میں ایک فتنہ بھڑک اٹھا جس نے ایک بے گناہ قیدی کو رہا کر دیا ۸۱
روم نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قیدی بنایا اور عبد الملک کے دور میں رہا کیا ۸۳
مہدی ایک خواب دیکھنے کے سبب ایک علوی کو اپنی قید سے رہا کر دیتا ہے ۱۰۰
اس نے خواب میں دیکھا کہ دولت اس کی مصر میں منتظر ہے ۱۰۲
خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے بارہ جنازے نکلے ۱۰۵
اس نے حج کے سفر میں اپنا مال سے بھرا ہوا تھیلا کھو دیا اور پھر وہی تھیلا اسے اشد ضرورت کے وقت مل گیا ۱۰۵
قاضی ابو یوسف پستہ لگے ہوئے بادام کا حلوہ کھاتے ہیں ۱۰۹
بوڑھا درزی اور اس کا بے وقت اذان دینا ۱۱۰

اس کی گردن پر تلوار چلنے والی ہی تھی کہ مقتول کے وارث نے اسے معاف کر دیا ۱۱۷
اس نے الگ رہنے کی قسم کھائی کہ نہ کسی دعوت میں شرکت کرے گا نہ کسی جنازہ میں جائے گا ۱۲۲
اس نے اپنا تھیلا کھو دیا اور ایک سال بعد اس کو واپس مل گیا ۱۲۸
اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے! تو میری فریاد سن لے ۱۲۹
وہ صرف ایک کپڑے کا مالک تھا پھر عراق کی حکومت اس کے لئے اپنے ساتھ کشادگی لے کر آئی ۱۳۰
اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا ہے ۱۳۱
بھوکا نکلا اور لیڈر بن کر واپس لوٹا ۱۳۲
میری مشکل ہی میری آسانی ہے ۱۳۳
ضرورت نے اس کو اپنی ماں کی چادر بیچنے پر مجبور کیا پھر وہ مصر کا بادشاہ بن گیا ۱۳۴
پہلے وہ ایک دینار نہیں دے رہا تھا پھر اس نے دو ہزار دینار دے دیے ۱۳۶
اس پر دیوار گر پڑی پھر بھی وہ صحیح سلامت کھڑا ہو گیا ۱۴۲
وہ اٹھائیس سال بعد اپنے گھر والوں سے ملتا ہے ۱۴۳
خدا کی قسم! میں تمہیں قتل کر دوں گا موت کے فرشتے سے بھی پہلے ۱۵۱
ظالم کے سر پر مصیبتیں گھومتی ہیں ۱۵۲
جو گناہ بوتا ہے تو وہ ہلاکت کاٹتا ہے ۱۵۶
وہ سلاخ کے دہانے پر زندگی اور موت کی کشمکش میں رہا پھر اس کو راہ نجات ملی ۱۶۰
قریب تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو عار کے خوف سے قتل کر دیتا ۱۶۲
بعض اوقات لوگ ایسی بات سے پریشان ہو جاتے ہیں جس میں رسی کے کھلنے کی طرح نجات ہوتی ہے ۱۶۵
وہ گیارہویں منزل سے گرا اور پھر بھی صحیح سلامت کھڑا ہو گیا ۱۶۶
خیانت کی سزا ۱۶۶
آسانی مشکل کے بعد آتی ہے ۱۶۷

حجاج کے قتل کرنے کی عادت ۱۶۹

میں اس کا غلام ہوں جو مصیبت زدہ انسان کی فریاد کو سنتا ہے ۱۶۹

اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسے نے اسے قتل ہونے سے نجات دی اور قید سے رہائی دلائی ۱۷۱

نوالے کے بدلے نوالہ ۱۷۲

بچہ پل پر سے گرا تو اس کو عقاب نے اٹھالیا پھر وہ صحیح سلامت بچ گیا ۱۷۳

ایک مفلوج شخص کو بچھو کے ڈسنے سے شفاء ہوئی ۱۷۵

اس نے اپنے آپ کو ایک چھری ماری پھر بھی بچ گیا ۱۷۶

اس نے شیر کے ساتھ ایک رات بند کمرے میں گزاری ۱۷۷

تند ہواؤں نے کشتی کو الٹ دیا تو وہ بیس گھنٹے موت کے دہانے پر رہے ۱۷۸

موت کے سفر کی تفصیل ۱۸۰

اور ہماری آوازیں سمندر میں ڈوب گئیں ۱۸۲

راحت کی علامت ۱۸۳

ایسی جگہ سے روزی کا آنا جہاں سے گمان بھی نہ ہو ۱۸۴

انہوں نے درختوں کے پتے کھائے پھر ان پر وسعت ہوگئی ۱۸۵

حضور ﷺ کا غلام سفینہ اور شیر ۱۸۶

دعاؤں کے تیر بموں کی آگ بجھا دیتے ہیں ۱۸۶

نیند رحمت اور نجات کا سبب ہے ۱۸۷

ان کے پاس ہتھیار کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی ۱۸۷

وہ قلعہ کی بلندی سے دوبارہ پھینکا گیا مگر پھر بھی بچ گیا ۱۸۸

اس کے گدھے کو اللہ نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا ۱۹۲

اس نے تدبیر کے ذریعے قتل سے نجات حاصل کی ۱۹۳

کچھ حجاج بن یوسف کے بارے میں ۱۹۴

اس نے سمجھداری دکھائی تو قتل سے بچ گیا ۱۹۴

آٹھ سال مسلسل بے ہوشی کے بعد اس نے دو آدمیوں کے نام بتائے جنہوں نے اس پر تشدد کیا تھا ۱۹۵

اور اسے اس کا مال واپس مل گیا ۱۹۶

قاتل کو قتل کا مژدہ سنا دو اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگے ۱۹۸

لہروں کی تہہ میں مانگی گئی دعا ۲۰۰

وہ سولہ سال بعد جیل سے باعزت بری ہوا ۲۰۲

کویت پر عراق کے حملے نے عمر قیدیوں کو رہائی دلائی ۲۰۴

۲۲۵ دنوں کے بعد اس کی سلطنت اسے واپس مل گئی ۲۰۵

وہ بہترین قصیدے جو پریشانی کے بعد راحت کے موضوع پر کہے گئے ہیں ۲۰۶

تکلیف، دکھ، غم اور مشکلات کا علاج ۲۱۳

آزمائش و مصائب سے بچنے کے لئے چند دعائیں ۲۲۰

المراجع والمصادر ۲۲۷

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اما بعد: دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوگا جس کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی ہو، یا اس کو حوادثِ زمانہ میں سے کسی قسم کا کوئی حادثہ پیش نہ آیا ہو، بلکہ ہر شخص پر دنیاوی زندگی میں کوئی نہ کوئی آزمائش اور پریشانی آ ہی جاتی ہے، مگر کامیاب وہی شخص ہوتا ہے جو اس آزمائش اور پریشانی پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں لگا رہتا ہے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک تنگی کے بدلے میں دو آسانیوں کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾[1]

ترجمہ: ”پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔“

اور صاحب نور الانوار نے ان ہی دو آیتوں کے بارے میں ایک شاعر کا شعر نقل کیا ہے کہ:

إِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰى فَفَكِّرْ فِيْ أَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ إِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ[2]

[1] سورۃ الانشراح: آیت ۵، ۶
[2] نور الانوار: ص ۸۲ بحوالہ سراج

(اے مخاطب) جب آفات و بلیات تمہیں گھیر لیں تو سورۂ الم نشرح میں غور و فکر کرو اور جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے تو پھر خوش ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ الْعُسْرُ فِيْ حَجَرٍ لَطَلَبَهُ الْيُسْرُ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيْهِ، وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ.“[1]

ترجمہ: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مشکل کسی پتھر میں جا گھسے تو ضرور بالضرور آسانی بھی پیچھے جا پہنچے گی، اور ہرگز ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔“

زیرِ نظر کتاب جو کہ شیخ ابراہیم بن عبداللہ الحازمی کی تالیف ”اَلْفَرَجُ بَعْدَ الشِّدَّةِ وَالضِّيْقَةِ“ کا ترجمہ ہے، یہ کتاب بندہ کو حرمین شریفین کے ایک سفر میں نظر سے گزری جس میں مؤلف نے پریشانی کے بعد راحت کے متعلق عجیب و غریب واقعات جمع کیے ہیں، دل چاہتا تھا کہ اگر اس کا اردو ترجمہ کیا جائے تو ہمارے اردو جاننے والے پریشان حال و مغموم مسلمان بھائیوں بہنوں کے لئے بھی راحت و سکون اور اطمینان و تسلی کا ذریعہ بنے گی۔

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے اس دلی تمنا کو پورا فرمایا اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے مولوی خلیل الرحمن صاحب (فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کو کہ انہوں نے اس کا ترجمہ کیا، عربی عبارات پر اعراب لگایا اور پروف ریڈنگ کی اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

چناں چہ یہ کتاب پریشان حال اور مشکل میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے جس میں حضرت مؤلف نے حضرات انبیاء کرام، صحابہ کرام، تابعین،

[1] تفسیر قرطبی: ۷۶/۱۰

تبع تابعین اور معاصرین کے متعلق ایسے واقعات جمع کئے ہیں کہ جن پر زندگی میں تنگی اور آزمائش آئی انہوں نے اس میں اللہ تعالی سے مدد مانگی ......، صبر کیا......، دعا کی ......، تو اللہ تعالی نے آسانی فرمادی اور ان کو تنگی، پریشانی سے نجات عطا فرمائی، ان واقعات کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کسی مصیبت، تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہوں وہ ان کو پڑھ کر اپنی پریشانی کو تھوڑا سمجھتے ہوئے اس پر صبر کریں۔ لہٰذا ایسے حضرات مایوس نہ ہوں ...... ہمت نہ ہاریں......، ہرگز ہرگز پریشان نہ ہوں، آپ کی پریشانی ضرور دور ہوگی، اندھیری رات کے بعد صبح کی آمد بھی ہے، تسلی رکھیں اور صبر کریں۔ دعا کریں اور مصیبت دور کرنے کی تدبیر کریں۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کتاب کو مغموم و پریشان حال لوگوں کے لئے راحت وسکون اور اطمینان کا سامان بنا دے اور مؤلف ومترجم اور جملہ معاونین کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے، آمین۔

محمد حنیف عبدالمجید

ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ امام ابی حنیفہ مکہ مسجد کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

ایسے اکثر لوگ دیکھنے یا سننے میں آتے ہیں کہ جن پر کوئی تکلیف یا پریشانی آتی ہے یا ان کو حوادثِ زمانہ گھیر لیتے ہیں تو وہ فوراً صبر کا دامن چھوڑ کر یا تو خالق سے گلے شکوے اور جزع فزع کرنے لگتے ہیں یا مخلوق سے، اور بعض تو اس تکلیف اور پریشانی سے تنگ آکر خودکشی کر بیٹھتے ہیں اور اپنے آپ کو ابدی نیند سلا دیتے ہیں، لیکن جو لوگ صبر کر لیتے ہیں اور پریشانی میں بھی اللہ تعالی کو یاد کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالی ایک پریشانی کے بدلے دو راحتیں عطا فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ زیرِ نظر کتاب "پریشانی کے بعد راحت" جو "اَلْفَرَجُ بَعْدَ الشِّدَّۃِ وَالضِّیْقَۃِ" کا ترجمہ ہے، ایسے ہی لوگوں کے مستند واقعات وقصص پر مشتمل ہے کہ جنہوں نے مصیبت اور پریشانی پر صبر کیا، اللہ تعالی کو یاد رکھا اور راحت مانگتے رہے تو اللہ تعالی نے ان کو راحت دے دی۔

مترجم مولوی خلیل الرحمن (فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کافی محنت کرکے ایسی آسان اور سلیس اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا کہ معمولی پڑھا لکھا شخص بھی آسانی

سے پڑھ سکتا ہے۔

احقر نے پورا مسودہ تو نہیں دیکھا البتہ بعض مقامات اور فہرست کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ کتاب ان شاء اللہ پریشانِ حال اور مصیبت زدہ لوگوں کے لئے تسلی اور راحت کا سامان ضرور بنے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے پریشانِ حال مسلمان خواتین وحضرات کو تسلی عطا فرمائے اور مترجم اور مکتبہ بیت العلم کو ترقی اور مزید دینی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ؕ

محمد یوسف

سابق استاذ حدیث وناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ کراچی
وحالاً مہتمم جامعہ امام ابی حنیفہ مکہ مسجد کراچی
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

تنگی وآزمائش کے بعد فراخی کے چند قرآنی واقعات

حضرت نوح علیہ السلام کی آزمائش

حضرت نوح علیہ السلام بڑے عزم وہمت والے نبیوں میں سے تھے۔ ان کو اپنی قوم کی مخالفت، اپنے بیٹے کی نافرمانی، طوفان عام اور اپنے فرزند کے پہاڑ سے پناہ کے سبب آزمایا گیا، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان پریشانیوں سے خلاصی اور نجات عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو بڑے بھاری غم سے نجات دی[2]۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بتوں کو توڑا، تو ان کی قوم ان کو آگ میں

[1] سورة الصّٰفّٰت: آیت ۷۵، ۷۶ [2] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۲۱

جلانے کے لئے کمر بستہ ہوگئی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ان کے لئے ٹھنڈا اور بے ضرر بنا دیا۔ اسی طرح جب انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ ایک ایسی وادی کی طرف ہجرت کی جس میں کسی پودے کا نام ونشان تک نہ تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے، چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ پر زمین تنگ ہوگئی تو یکدم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں تلے پانی ابل پڑا۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو انہوں نے ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بدلہ اس طرح ملا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: ”ہم نے ان کو حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی، جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا: کہ اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

وہ بولا ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ پورا کیجئے۔ ان شاء اللہ

[1] سورة الصّٰفّٰت، الآیات: ۱۰۱ تا ۱۰۵

تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ غرض جب دونوں نے حکم تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا تو ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں[1]“

حضرت سارہ علیہا السلام کی آزمائش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔ ان میں سے دو جھوٹ صرف خالص اللہ تعالیٰ کے لئے تھے چنانچہ فرمایا:

﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾[2]

ترجمہ: ”میں بیمار ہوں۔“

اور فرمایا:

﴿بَلْ فَعَلَهٗ ق كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾[3]

ترجمہ: ”بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔“

ایک مرتبہ جب حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہا السلام کا بادشاہوں میں سے ایک بدکردار اور نافرمان بادشاہ پر گزر ہوا تو بادشاہ کو بتایا گیا: یہاں ایک آدمی آیا ہے اور اس کے ساتھ بہت خوبصورت عورت ہے۔ سو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور ان سے سارہ علیہا السلام کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ میری بہن ہے۔ یہ کہنے کے بعد

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص۲۲
[2] سورة الصّٰفّٰت، آیت: ۸۹
[3] سورة الانبیاء، آیت: ۶۳

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے سارہ! اس زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی مؤمن نہیں ہے۔ اس لئے جب اس ظالم نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے یہ بتایا کہ تم میری بہن ہو۔ اب تم نے مجھ کو جھٹلانا نہیں۔

اس بادشاہ نے اپنا قاصد حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس بھیج کر ان کو بلوایا، حضرت سارہ علیہا السلام اس کے پاس تشریف لے گئیں تو اس نے ان کو پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا، چنانچہ زمین نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا: کہ تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دو، میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ انہوں نے دعا کر دی تو زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر دوبارہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تو دوبارہ زمین نے اس کو پہلی گرفت سے بھی زیادہ مضبوط گرفت سے پکڑ لیا تو اس نے پھر کہا: کہ تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دو تو میں تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا۔ انہوں نے دعا کر دی تو زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے دربانوں کو بلایا اور کہا: کہ تم لوگ میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ کسی جن کو لے آئے ہو۔ پھر حضرت سارہ علیہا السلام کو ایک خادمہ دیں یعنی حضرت ہاجرہ علیہا السلام جب حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے نماز کے بعد پوچھا کہ بادشاہ نے کیا کہا، حضرت سارہ علیہا السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کافر اور فاجر کا مکر اسی پر لوٹا دیا۔[1]

حضرت لوط علیہ السلام کی آزمائش

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو فحاشی سے بہت روکا اور اس کو بہت وعظ و نصیحت کی، لیکن قوم نے ان کی نافرمانی کی اور ان کو جھٹلایا۔ چنانچہ دو فرشتے اللہ تعالیٰ

[1] رواہ البخاری: ۳۸۸/۶

کا عذاب لے کر آئے تو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے فرشتوں سے بھی اس چیز کا مطالبہ کیا جو وہ چاہتے تھے (یعنی بدفعلی کا)۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زمین دوز کر دیا جب کہ حضرت لوط علیہ السلام کو نجات دے دی۔[1]

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں انبیاء علیہما السلام کی عظیم آزمائش اور امتحان کے بیان میں ایک مکمل سورت نازل فرمائی کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اس خواب پر حسد کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و عالی شان مرتبے کی بشارت دی تھی، یہاں تک کہ ان کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈول ڈالنے والے کے ذریعے سے نجات دی، پھر ان کو غلام بنا لیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے آقا عزیز مصر کے دل میں ان کی عزت و اکرام کو ڈال دیا۔ اور انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ پھر عزیز مصر کی بیوی نے اپنی طرف مائل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بھی بچا لیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو قید و بند کے بعد مصر کی بادشاہت عطا فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی گمشدگی کی بناء پر رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے چناں چہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص بھیجنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بینائی عطا فرما دی اور ان دونوں کو آپس میں ملا دیا۔[2]

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بھوک و افلاس اور بیماری سے آزمایا، اور ان سے بطور امتحان ان کا مال و دولت اور اولاد کی نعمت چھین لی، چناں چہ اللہ تعالیٰ

[1] رواہ البخاری: ۳۸۸/۶

[2] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۲۳

نے ان کے قصے کو قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔

﴿وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ﴾ [ل]

ترجمہ: ”اور حضرت ایوب (علیہ السلام) نے جب اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں، تو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور ہم نے ان کو اہل وعیال دیا۔“

حضرت ایوب علیہ السلام بہت زیادہ مال والے تھے اور ان کے پاس مال کی تمام قسمیں موجود تھیں، اس میں چوپائے، غلام، مویشی اور وسیع اراضی شامل تھی۔ اور ان کے بال بچے بھی تھے۔ چنانچہ ان سے یہ سب کچھ چھین لیا گیا اور ان کو مختلف قسم کی بیماریوں اور تکالیف سے آزمایا گیا، یہاں تک کہ ان کے جسم میں کوئی عضو سالم نہ رہا، سوائے ان کے دل اور ذکر کرنے والی زبان کے جس سے وہ دن رات صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کو غور سے پڑھیں جس میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ کیسے انہوں نے بیماری میں صبر کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام تکالیف میں اٹھارہ برس رہے، یہاں تک کہ ان کو اپنوں اور پرایوں نے چھوڑ دیا، سوائے ان کے دو بھائیوں کے جو صبح وشام ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم جانتے ہو خدا کی قسم!

[ل] سورة الانبياء آيت: ۸۳، ۸۴

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً حضرت ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا گناہ ہوا ہے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ تو اسے اس کے ساتھی نے کہا: وہ کونسا ایسا گناہ ہے؟

وہ کہنے لگے! معلوم نہیں ہے، لیکن گزشتہ اٹھارہ برس سے اللہ نے ان پر کوئی رحم نہیں کیا کہ ان سے تکلیف کو دور کر دے۔ پھر جب وہ دونوں شام کو حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو اس آدمی سے جس نے اپنے ساتھی سے یہ بات سنی تھی رہا نہ گیا، یہاں تک کہ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے وہ بات کہہ ڈالی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری باتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا بس اتنی بات ہے کہ اللہ کو خبر ہے کہ میرا گزر دو آدمیوں پر سے ہوا جو لڑ رہے تھے اور اللہ کی قسم کھا رہے تھے تو میں نے گھر جا کر ان دونوں کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا کیونکہ مجھے ناگوار تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کریں بس یہی بات تھی اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں: جب حضرت ایوب علیہ السلام قضائے حاجت کو جاتے تو ان کی بیوی ان کو ہاتھ سے پکڑ کر پہنچا دیتیں۔ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام کو واپسی میں کچھ تاخیر ہوگئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی تھی کہ اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس میں نہایا جب ان کو دیر ہوگئی تو ان کی بیوی ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگیں، اتنے میں حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی کے پاس اس حال میں آئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ بیماری دور کی تھی اور اب کی بار وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین دکھائی دے رہے تھے۔ جب ان کی بیوی نے ان کو صحت مند دیکھا تو کہنے لگیں: اے فلاں! اللہ تجھے خوش رکھے، کیا تم نے اس جگہ ایک بیمار شخص کو دیکھا ہے اور میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ آپ جیسے ہی تھے اور آپ کے مشابہ تھے؟

حضرت ایوب علیہ السلام فرمانے لگے: میں وہی تو ہوں۔ اور ان کے ہاتھ میں دو بالیوں کے خوشے تھے ایک خوشہ گندم کا اور ایک خوشہ جو کا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دو بادل بھیجے جب ایک بادل گندم کے خوشے پر آیا تو اس خوشے پر سونے کی بارش کی یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور دوسرے بادل نے جو کے خوشے پر چاندی برسائی۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام ان ٹڈیوں کو کپڑے میں جمع کرنے لگے، چنانچہ ان کو ان کے پروردگار نے پکارا اے ایوب! کیا ہم نے آپ کو ان سب چیزوں سے مستغنی نہیں کیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام کہنے لگے: کیوں نہیں بے شک کیا، لیکن مجھے آپ کی برکت سے کوئی استغنا نہیں۔[2]

حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ذکر فرمایا ہے۔ اس میں مچھلی کا ان کو نگل لینا، ان کا مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنا، اور پھر اللہ تعالیٰ کا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالنا اور نبوت، عافیت اور سلامتی سے نوازنا ان سب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

[1] رواه ابو نعيم في الحلية: ٣٧٤/٣ وابن حبان: رقم ٢٠٩١
[2] رواه البخاري كتاب الانبياء: ٤٢/٦

الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”اور بے شک یونس (علیہ السلام) پیغمبروں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی پر پہنچے پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہی خطاوار ٹھہرے سو ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگ گئے۔ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے پس ہم نے ان کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھے اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ ان سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کی زمین میں نینویٰ کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی طرف بلایا، لیکن ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور اپنے کفر اور ضد میں اڑے رہے، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام غصہ ہو کر ان کے پاس سے نکل گئے اور ان سے یہ وعدہ کر گئے کہ ان پر تین دن کے بعد عذاب آئے گا اور خود سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہو گئے۔ جیسے ہی سوار ہوئے تو کشتی خوب اچھلی اور ہلنے لگی اور بہت بھاری ہو گئی، قریب تھا کہ وہ لوگ ڈوب جاتے۔ چنانچہ کشتی پر تمام افراد نے آپس میں مشورہ کیا کہ قرعہ ڈال لیں، اور جس کا بھی نام قرعہ میں نکلے گا اس کو کشتی سے باہر پھینک دیں گے، تاکہ باقی افراد ڈوبنے سے محفوظ ہو جائیں۔

جب انہوں نے قرعہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس علیہ السلام کا نام

[1] سورة الصّٰفّٰت، آیت: ۱۳۹ تا ۱۴۷

نکلا۔ انہوں نے ان کو نہیں پھینکا اور دوبارہ قرعہ ڈالا، تب بھی ان ہی کا نام نکلا تو وہ خود آگے بڑھے کہ اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیں تو کشتی والوں نے ان کو روک لیا جب تیسری دفعہ قرعہ ڈالا گیا پھر ان ہی کا نام نکلا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک بڑا زبردست معاملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

چناں چہ انہوں نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا، تو اللہ عزوجل نے ایک بڑی مچھلی بھیجی جس نے انہیں نگل لیا، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ نہ ان کا گوشت کھائے اور نہ ان کی ہڈی توڑے، کیوں کہ وہ تمہارے لئے رزق نہیں۔ سو وہ ان کو لئے ہوئے سارے سمندر میں پھرتی رہے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو انہوں نے یوں محسوس کیا کہ وہ انتقال کر گئے۔ چناں چہ انہوں نے اپنے اعضاء ہلائے تو وہ ہلنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور فرمایا: میں نے تیرے لئے ایسی جگہ مسجد بنائی جہاں کسی نے بھی میری طرح تیری عبادت نہ کی ہوگی۔

چناں چہ مچھلی ان کو لئے سمندر کی تہہ میں پھرتی رہی۔ اور جب انہیں لے کر موجوں کی گہرائیوں میں گھس گئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلیوں، کنکریوں، بیج اور گٹھلی کو پھاڑنے والی ذات، ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ مٹی کے نیچے ہے ان سب چیزوں کو اپنے رب کی تسبیح کرتے سنا۔ تو انہوں نے اسی وقت اور اسی جگہ وہ کلمات کہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو کہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور وہی تکلیفوں اور آزمائشوں کو دور کرتا ہے، آوازوں کو چاہے کتنی ہی پست ہوں سنتا ہے اور پوشیدہ باتوں کو چاہے کتنی ہی باریک ہوں، جانتا ہے اور دعائیں سنتا ہے چاہے کتنی ہی بڑی ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”اور مچھلی والے (کا تذکرہ کیجئے) جب کہ وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم ان کو نہ پکڑیں گے پھر انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ پاک ہیں، میں بے شک قصوروار ہوں۔ تو ہم نے ان کی فریاد سن لی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں۔“

جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس عظیم الشان دعا سے پکارا جس سے جو بھی غمزدہ پکارے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے کہ ”لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ“ چنانچہ یہ دعا عرش سے جا ٹکرائی۔ فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! کمزور سی جانی پہچانی آواز ہے کسی انجانے شہر سے آرہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو نہیں پہچانا؟

فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! یہ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ یونس، فرشتے کہنے لگے: تیرا بندہ یونس جس کے ہاں سے مسلسل کوئی نہ کوئی مقبول عمل اور مستجاب دعا اٹھتی رہتی ہے۔ اس نے جو کچھ خوشحالی میں کیا، کیا اس کے وسیلے سے آپ اس پر رحم کھا کر اس کو غم سے نجات نہیں دیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو خشکی میں پھینکنے کا حکم دیا تو اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو چٹیل میدان میں پھینک دیا اور اللہ

[1] سورۃ الانبیاء، آیت: ۸۷، ۸۸

تعالیٰ نے ان پر کدو کا درخت اگا دیا۔ اور ان کے لئے اَرْوِی پہاڑی بکری مہیا کی، جو کہ وہ ان کے پاس پھاند کر آتی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے دودھ سے صبح و شام سیراب کرتی، یہاں تک کہ حضرت یونس علیہ السلام شفایاب ہوئے۔[1]

میرے مسلمان بھائیو! ذی النون کی دعا کثرت سے پڑھا کرو، کیونکہ یہ بڑی عظیم الشان دعاؤں میں سے ہے جس کی بدولت مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کا وہ نام جس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے اور جب اس کو پکار کر مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور دے دیتا ہے، وہ یونس بن متّی کی دعا ہے۔[2]

اور ایک روایت میں ہے: جو یونس علیہ السلام کی دعا پڑھے گا اس کی فریاد ضرور سن لی جائے گی۔[3] امام نسائی اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالنون کی وہ دعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یعنی:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

کہ مسلمان جب بھی ان کلمات کے ذریعے سے کسی بھی ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ قبول کرے گا۔[4]

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آزمائش

یہ وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کا واقعہ قرآن مجید نے کئی جگہوں پر بیان کیا، اور

[1] البدایہ والنہایہ، الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ: ص۲۸
[2] تفسیر ابن کثیر: ص۸۸
[3] تفسیر ابن کثیر: ص۸۸
[4] نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ: ص۴۱۵، ۴۱۶، ترمذی: ۴/۲۶۰

سورہ قصص میں تو شروع سے لے کر آخر تک ان کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۗ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۗ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاتی رہو پھر جب تم کو ان کی نسبت اندیشہ ہو تو ان کو دریا میں ڈال دو اور نہ تو اندیشہ کرو اور نہ غم کرو ہم ضرور ان کو تمہارے ہی پاس واپس پہنچادیں گے اور ان کو پیغمبر بنادیں گے۔ چنانچہ فرعون کے لوگوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اٹھا لیا تا کہ وہ ان لوگوں کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنے بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطا کار تھے، اور

[1] سورۃ القصص، آیت: ۷ تا ۱۳

فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو کچھ بعید نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنا لیں اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی (انجام کی) اور موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا (ایسا کہ) قریب تھا کہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو اسی لئے مضبوط نہ کئے رہتے کہ وہ یقین کئے رہیں۔ انہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کی بہن سے کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کا سراغ تو لگا تو پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی ہو کر اور ان لوگوں (یعنی فرعون والوں) کو خبر نہ تھی اور ہم نے پہلے سے موسیٰ (علیہ السلام) پر دائیوں کے دودھ کی بندش کر رکھی تھی سو وہ کہنے لگیں: کیا میں تم لوگوں کو دائیوں کے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کریں اور ساتھ ہی اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔ غرض ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ کے پاس پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم میں نہ رہیں اور تا کہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اس سے بڑھ کر تو کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ لوگ ایسے بادشاہ کی سلطنت میں ہوں جو کہ ان کی اولاد ہی کو ذبح کروا ڈالے، حتی کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ نے اپنے فرزند کو باوجود اس کے بچنے کے (مجبوری میں) دریا میں ڈال دیا اور کسی بچے کو دریا میں ڈال دینے سے بڑھ کر تو کوئی مصیبت ہو ہی نہیں سکتی۔ تو اللہ نے آل فرعون سے اس کو اٹھوایا اور اس کے لئے شفقت اور نرمی کو ان کے دلوں میں ڈال دیا اور دودھ پلانے والیوں کو ان پر حرام کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف لوٹا کر ان کی جدائی کی مصیبت ان کی والدہ سے دور کر دی اور دریا میں رہنے کی آزمائش کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دور کر دیا اور

اللہ نے ان آزمائشوں سے اور اس کے بعد کی بہت سی آزمائشوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس نتیجے پر پہنچایا کہ ان کو بنی اسرائیل کو چھڑانے کے لئے فرعون کے پاس بھیجا، اور اس سے پہلے کا جو قصہ ان کے ساتھ پیش آیا اور ان کا وہ واقعہ جس میں وہ ڈرتے ہوئے خوف اور وحشت کی حالت میں نکلے، سو یہ ان مصیبتوں اور اس کی بعد کی مصیبتوں جو ان کو لاحق ہوئیں میں سے ایک مصیبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے زائل کر دی، جن کا عنقریب تذکرہ آئے گا۔ اور اسی کی بدولت بنی اسرائیل کو پریشانیوں سے خلاصی ہوئی جن میں وہ فرعون کی وجہ سے مبتلا تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قصے کے آخر میں فرمایا:

﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [1]

ترجمہ: "اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑا ہوا آیا، کہنے لگا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ چل دیجئے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوف اور وحشت کی حالت میں نکل گئے، کہنے لگے: اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالموں سے بچا لیجئے۔"

تو یہ ایک دوسری تکلیف ہے، جس کو اللہ نے زائل کر دیا۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۡ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا

[1] سورۃ القصص، آیت: ۲۰، ۲۱

خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾ ﴾ [1]

ترجمہ: ”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) مدین کی طرف ہو لیے، کہنے لگے: امید ہے کہ مجھے میرا رب سیدھے راستے پر چلا دے گا۔ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو اس پر لوگوں کا ایک مجمع دیکھا پانی پلاتے ہوئے اور ان لوگوں سے ایک طرف کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنے جانور) روکے کھڑی ہیں تو موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے، وہ دونوں بولیں کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ چرواہے (اپنے جانوروں کو) ہٹا کر نہیں جاتے اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا پھر ہٹ کر سائے میں آ گئے اور فرمایا: اے میرے پروردگار! آپ جو نعمت بھی مجھے دیں میں اس کا محتاج ہوں۔“

تو یہ ایک اور آزمائش تھی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پردیس میں کمانے میں مشغول ہونے کے بسبب لاحق ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے لئے وسیلہ بنایا، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میں چاہتا ہوں اپنی ایک بیٹی تمہارے نکاح میں دے دوں، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو گے اور اگر دو سال اور بڑھا کر دس سال مکمل کرو گے تو تمہاری مرضی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال ان کی خدمت کی جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دے دی، جب مقررہ میعاد پوری ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ

[1] سورۃ القصص، آیت: ۲۲ تا ۲۴

کو لے کر حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں سے روانہ ہوئے، راستے پر چلتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آگ دیکھی، وہ اس سے کچھ لینے کے لئے دوڑے، جب وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا اور انہیں نبی بنایا، اور فرعون کے پاس جانے کا حکم فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میرے ہمراہ میرے بھائی ہارون کو بھی مبعوث فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر بھائی ہارون کے ذریعے سے ان کی قوت میں اضافہ کیا۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنی پریشانیاں آئیں کہ بچپن میں سمندر میں ڈال دیئے گئے، پھر جب بڑے ہوئے تو بے سروسامانی، مفلسی اور خوف و وحشت کی حالت میں مدین بھاگ نکلے، پھر جب دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کے بعد اپنی اہلیہ کو لے کر واپس آ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی اہلیہ کو وہیں چھوڑ کر فرعون کو دین کی دعوت دو، چنانچہ ان ساری پریشانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیسے راحت و کشائش کر دی کہ فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿١٣٧﴾﴾ [1]

ترجمہ: ”ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔“

اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے دریا کو پھاڑ ڈالا حتیٰ کہ بنی اسرائیل اس کے خشک راستے کو پار کر گئے۔ اور جب فرعون ان کے پیچھے پیچھے آیا تو اسے ڈبو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

[1] سورۃ الاعراف، آیت: ۱۳۷

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ۭ﴾ [1]

ترجمہ: "اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا۔"

یہ سب بڑی بڑی آزمائشوں کی داستانیں ہیں جو کہ بڑے زبردست حالات سے منکشف ہوئیں جن کا کما حقہ شکر ادا کرنا ناممکن ہے، اور اس کے بارے میں غور و فکر کرنا ہر عقل مند کے لئے بہت ضروری ہے، تاکہ وہ پہچان لے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سے مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر دیتے ہیں ہر اس شخص کے لئے جو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو تھامنے والا اور خالص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، کیونکہ یہی اطاعت و فرمانبرداری پریشانیوں سے خلاصی کا سب سے واضح راستہ اور سب سے زیادہ رہنما دلیل ہے۔ [2]

حضرت دانیال علیہ السلام کی آزمائش

حضرت دانیال علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے لمبے عرصے بعد نبی بنے، چنانچہ ان کی قوم نے حضرت دانیال علیہ السلام کو جھٹلایا، اور بادشاہ نے ان کو پکڑ کر جنگل میں بھوکے شیروں کے سامنے ڈلوا دیا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال علیہ السلام کا صبر و تحمل دیکھا تو شیر کو کھانے سے روک دیا، چنانچہ حضرت دانیال علیہ السلام ان کے سروں پر کھڑے تھے، لیکن شیر بے بس تھے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے شام سے آدمی کو بھیجا، اور اس طرح حضرت دانیال علیہ السلام اس مصیبت سے بچ نکلے، اور وہ بادشاہ خود قتل ہوا جس نے حضرت دانیال علیہ السلام کو قتل کرنے کی ٹھان لی تھی۔

[1] سورۃ الاعراف، آیت: ۱۳۷

[2] الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ: ص۳۰ تا ۳۲

عبداللہ بن ابی ہذیل سے روایت ہے کہ:

بخت نصر نے دو شیروں کو بھوکا رکھا، پھر ان دونوں کو ایک قید خانے میں ڈال دیا اور حضرت دانیال علیہ السلام کو پکڑ کر ان دونوں کے پاس پھینک دیا، تو انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو کچھ نقصان نہ پہنچایا، سو جتنا عرصہ اللہ کو منظور ہوا وہ وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر اس کے بعد ان کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہوئی جو کہ ہر آدمی کو ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو جو کہ شام میں تھے وحی بھیجی کہ دانیال کے لئے کھانے پینے کی چیزیں تیار کرو، تو انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! میں تو اس مقدس شہر میں ہوں جب کہ دانیال عراق کی زمین میں بابل کے مقام پر ہے۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ہم نے تم کو جس چیز کا حکم دیا ہے وہ تیار کرو۔ سو ہم عنقریب تمہارے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجیں گے جو تمہیں اور تمہاری تیار کی ہوئی چیزوں کو اٹھا لے جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک ایسا آدمی بھیجا جس نے ان کو اور ان کے تیار کیے ہوئے کھانے کو اٹھا لیا حتیٰ کہ وہ قید خانے کے کنارے پر جا رکے، تو حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں ارمیا ہوں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: تم یہاں کیسے آئے؟

اس نے کہا: مجھے تمہارے رب نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: اور انہوں نے میرا ذکر بھی کیا؟

اس نے کہا: ہاں۔

فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَنْسٰى مَنْ ذَكَرَهٗ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَخِيْبُ مَنْ رَجَاهُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ،

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ، مَنْ وَثَقَ بِهٖ لَمْ يَكِلْهُ إِلٰى غَيْرِهٖ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَجْزِيْ بِالصَّبْرِ نَجَاةً، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَكْشِفُ ضُرَّنَا، بَعْدَ كَرْبِنَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ ثِقَتُنَا حِيْنَ تَسُوْءُ ظُنُوْنُنَا بِأَعْمَالِنَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَجَاؤُنَا حِيْنَ تَنْقَطِعُ الْحِيَلُ مِنَّا۔"

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنے کو یاد رکھنے والے کو نہیں بھولتا، اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس سے امید باندھنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اس پر بھروسہ کرنے والے کو اپنے علاوہ کسی کے حوالے نہیں کرتا۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کہ صبر کے بدلے میں نجات دیتا ہے۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کہ ہمارے دکھ کے بعد اسے دور کر دیتا ہے۔ اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کہ ہمارے اعمال سے ہماری ناامیدی اور بدگمان ہو جانے کے وقت قابلِ بھروسہ ہے، اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کہ ہماری ساری تدبیریں معطل، منقطع، ناممکن اور بے اثر ہو جانے کے وقت ہماری امید کا محل ہے۔"[1]

وہ تکالیف جو ہمارے نبی ﷺ کو پہنچی تھیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مضبوط کتاب قرآن مجید میں ان مصیبتوں کا ذکر کیا ہے جو ہمارے نبی محمد ﷺ کو پیش آئیں تھیں، یہاں تک کہ قریش مکہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ اور عزم کیا، لیکن اللہ نے آپ کو بچا لیا جیسے کہ اللہ نے

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۳۷/۲

فرمایا:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يَقْتُلُوْكَ﴾[1]

ترجمہ: "اور جب کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں۔"

آپ کی ہجرت اور غارِ ثور کی طرف جانے کا قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾[2]

ترجمہ: "اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی) مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب ان کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جب دو آدمیوں میں سے وہ ایک تھے جس وقت کہ دونوں غار میں موجود تھے جب کہ وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے نکل پڑے اور جب آپ ﷺ کو مشرکین مکہ کے تعاقب کا اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غارِ ثور میں چلے گئے، اور اسی میں چھپے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان سے محفوظ رکھا اور مشرکین نامراد ناکام ہو کر واپس ہو لئے، جب کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قدموں کو دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے۔

آپ ﷺ کو بہت سی اور بھی تکالیف کا سامنا ہوا جو کہ سیرتِ نبویہ میں

[1] سورۃ الانفال آیت: ۳۰
[2] سورۃ التوبہ، آیت: ۴۰

معروف ومشہور ہیں۔ من جملہ ان تکالیف میں سے یہ بھی ہے کہ قریش کے مشرکین آپ ﷺ کو اذیت دیا کرتے اور جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو مشرکین آپ پر اوجھڑی پھینک دیا کرتے۔ ابولہب تو آپ ﷺ کے دروازے پر بدبودار چیزیں اور گندگی پھینک دیا کرتا۔ اور ابوجہل، ربیعہ کے بیٹے شیبہ اور عتبہ...... ابوسفیان بن صخر، عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کرتے، آپ کو کھلم کھلا سب وشتم کرتے، جھٹلاتے، مذاق اڑاتے اور آپ پر یہ تہمت لگاتے کہ آپ دیوانے ہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ اور سارے بنی ہاشم کو گھاٹی میں قید کر کے ڈرایا دھمکایا گیا۔

غرض آپ ﷺ کو بہت تکلیفیں دی گئیں جن کی فہرست کافی طویل ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نصرت، اور غلبہ عطا فرمایا اور دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا، اور ان کافروں، سرکشوں اور ان کے علاوہ جھٹلانے میں مبتلا لوگوں کو ہلاک کر ڈالا جو دین کا مذاق اڑانے والے، اور مسلمانوں کے دشمن تھے، اور نبی کریم ﷺ سے کھلم کھلا اعلان جنگ کر چکے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے کر ان میں سے جو بچے کھچے تھے ان کو ذلیل وخوار کر دیا۔[1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے، وہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی ومالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضور اکرم ﷺ کی ہمیشہ عادت شریفہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۳۵، ۳۶

یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا، بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے، مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا، ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی اس لئے صاف اعلان فرما دیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں۔

چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور ﷺ کے ساتھ ہوگئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا، مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہو جائے گا، حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ۔ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیاری کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا، حتیٰ کہ حضور ﷺ کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آ گیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے۔ حضور ﷺ نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں آ رہے۔ کیا بات ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ! (ﷺ) اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑ نے روکا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے، مگر حضور اقدس ﷺ نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے۔

چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج وغم سوار ہوا اور بڑی فکر ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور ﷺ

کے غصہ سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا، مگر جب مجھے معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان ہی لی۔

حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسبِ معمول حضور ﷺ تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور ﷺ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں خدا کی قسم! نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا: یہاں آ، میں قریب ہوکر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا۔ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا، کیوں کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کرلوں تو قریب ہے کہ اللہ جل جلالہ مجھ سے ناراض ہوں گے اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کردوں تو آپ کو غصہ آئے گا، لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل فرمادے گی، اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ! مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا: اس نے سچ کہا، پھر فرمایا: اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے۔

میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کرکے حضور ﷺ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور ﷺ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے، جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتلایا: دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو بھی ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارہ بن ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں[1] وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح وصلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضور ﷺ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے، گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ در و دیوار اوپرے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ اگر میں اس حال میں مرگیا تو حضور ﷺ جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور اگر خدانخواستہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا، نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا، نہ میری نماز

[1] بدری وہ لوگ کہلاتے ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ ان کی بزرگی اور بڑائی مسلم ہے۔ احادیث میں بھی ان کی فضیلت آئی ہے کتنی ہی حدیثوں میں ان کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوش ہونے کی بشارتیں آئی ہیں۔۱۲

پڑھے گا کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔

غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گزارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا رہا، بازار میں جاتا نماز میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور ﷺ کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضور ﷺ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور ﷺ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضور ﷺ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے۔ مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا تو میں ابو قتادہ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا انہوں نے کہا: اللہ جانے اور اس کا رسول ﷺ۔ یہ کلمات سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا: کوئی کعب بن مالک کا پتا بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا وہ میرے پاس

آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: ”ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے[1]۔“ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے یہ خط پڑھ کر انا للہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے ایک تنور میں پھینک دیا اور حضور ﷺ سے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گزرے تھے کہ حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس حضور ﷺ کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے اس کو طلاق دے دوں؟

کہا: نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا: تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو گا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کے کر دیا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس چیز کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج

---

[1] دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو ان کو بہکانے والے اور زیادہ بھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دلایا ہی کرتے ہیں۔

تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا: وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں، نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے، اس لئے میں جرأت نہیں کرتا۔

غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہوگئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی: کعب! خوشخبری ہو تم کو۔ میں اتنا سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہوگئی۔ حضور اقدس ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے، میں نے جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ اتار کر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم! ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔

میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارک باد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے اثرات چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت

میں چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے (کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور ﷺ نے فرمایا: اس میں تنگی ہوگی۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا: بہتر ہے خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی۔ اس لئے میں نے عہد کرلیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت

اور اس سے براءت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے جن کا نام نکل جاتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ نے بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر اسی طرح آپ نے قرعہ ڈالا اور میرا نام نکلا، میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔

یہ واقعہ پردہ کے حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے (اونٹ پر) مجھے کجاوہ سمیت چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا۔ یوں ہمارا سفر جاری رہا۔ پھر جب حضور اکرم ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات جب کوچ کا حکم ہوا۔ میں (قضاء حاجت کے لئے) پڑاؤ سے کچھ دور رہ گئی اور قضاء حاجت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس واپس آگئی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میرا موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں (راستہ میں) گر گیا ہے۔

میں اسے تلاش کرنے لگی اور اس میں اتنا محو ہوگئی کہ کوچ کا خیال ہی نہ رہا۔ اتنے میں جو لوگ میرے کجاوہ کو سوار کیا کرتے تھے، آئے اور میرے کجاوہ کو اٹھا کر

[1] رواه البخاري، ج ۲، كتاب المغازي باب حديث كعب بن مالك: ص ٦٣٤ تا ٦٣٦

اس اونٹ پر رکھ دیا جو میری سواری کے لئے متعین تھا۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں، ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ گوشت سے ان کا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے کجاوہ کو اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی اجنبیت نہیں محسوس ہوئی۔ میں یوں بھی اس وقت کم عمر لڑکی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے۔ مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر گزر چکا تھا۔ میں جب پڑاؤ پر پہنچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا۔ میں وہاں جا کے بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی ہوئی تھی، مجھے یقین تھا کہ جلد ہی انہیں عدم موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ اور پھر وہ مجھے تلاش کرنے کے لئے یہاں آئیں گے۔

میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سوگئی۔ صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آرہے تھے (تاکہ اگر لشکر والوں سے کوئی چیز چھوٹ جائے تو اسے اٹھالیں۔ سفر میں یہ دستور تھا) رات کا آخری حصہ تھا، جب میرے مقام پر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی۔ انہوں نے (دور سے) ایک انسانی سایہ دیکھا کہ پڑا ہوا ہے۔ وہ میرے قریب آئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے۔ پردہ کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ جب وہ مجھے پہچان گئے تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے لگے۔ میں ان کی آواز پر جاگ گئی، اور اپنا چہرہ چادر سے چھپالیا۔ اللہ گواہ ہے، اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا۔

اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اس پر سوار ہوگئی، وہ خود پیدل اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے۔ ہم لشکر سے اس وقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں (دھوپ سے بچنے کے لئے) پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول منافق

تھا۔ مدینہ پہنچ کر میں بیمار پڑ گئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا بڑا چرچا رہا لیکن مجھے ان باتوں کا کوئی احساس بھی نہیں تھا۔ صرف ایک معاملہ سے مجھے شبہ ہوتا تھا کہ میں اپنی اس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس لطف و محبت کا اظہار نہیں دیکھتی تھی جو سابقہ علالت کے دنوں میں دیکھ چکی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لاتے اور سلام کر کے صرف اتنا پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ اور پھر واپس چلے جاتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طرزِ عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا، لیکن صورتِ حال کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔

ایک دن جب (بیماری سے کچھ افاقہ تھا) کمزوری باقی تھی تو میں باہر نکلی۔ میرے ساتھ ام مسطح بھی تھیں۔ ہم "مناصع" کی طرف گئے قضاء حاجت کے لئے، ہم وہیں جایا کرتے تھے۔ قضاء حاجت کے لئے ہم صرف رات ہی کو جایا کرتے تھے۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب ہی بیت الخلاء بن گئے تھے۔ اس وقت تک ہم قدیم عرب کے دستور کے مطابق قضاء حاجت آبادی سے دور جا کر کیا کرتے تھے اس سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھر کے قریب بنا دیئے جائیں۔ بہر حال میں اور ام مسطح قضاء حاجت کے لئے روانہ ہوئے آپ ابی رہم بن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں اور آپ کی والدہ صخر بن عامر کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ ہوتی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

قضاء حاجت کے بعد جب ہم گھر واپس آنے لگے تو ام مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پاؤں انہیں کی چادر میں الجھ کر پھسل گیا۔ اس پر ان کی زبان سے نکلا: مسطح برباد ہوا۔ میں نے کہا: آپ نے بری بات کہی، آپ ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہا ہے، انہوں نے کہا: واہ اس کی بکواس آپ نے نہیں سنی؟

میں نے پوچھا، انہوں نے کیا کہا ہے؟

پھر انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں بتائیں پہلے سے بیمار تھی ہی، ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ پھر جب میں گھر پہنچی اور رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے تو آپ نے سلام کیا اور دریافت فرمایا: کیسی طبیعت ہے؟

میں نے عرض کی: کیا آنحضور ﷺ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرا مقصد والدین کے پاس جانے سے یہ تھا کہ اس خبر کی حقیقت ان سے پوری طرح معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر آگئی۔ میں نے والدہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟

انہوں نے فرمایا: بیٹی! صبر کرو، کم ہی کوئی ایسی حسین وجمیل عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر بھی وہ اس طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں۔ اس پر میں نے کہا: سبحان اللہ! اس طرح کی باتیں تو دوسرے لوگ کر رہے ہیں، (میری سوکنوں کا اس سے کیا تعلق!) اس کے بعد میں رونے لگی، اور رات بھر روتی رہی، صبح ہوگئی لیکن میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند کا آنکھ میں نام ونشان تھا۔ صبح ہوگئی اور میں روئے جا رہی تھی۔

اسی عرصہ میں حضور اکرم ﷺ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا، کیونکہ اس معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپ نے انہیں اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ اسامہ بن زید نے تو حضور ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپ کی اہلیہ (یعنی خود عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس تہمت سے بری ہیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے، آپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی اہلیہ کے بارے میں خیر و بھلائی کے سوا اور ہمیں کسی چیز کا علم نہیں۔ البتہ علی نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں اور بھی بہت

ہیں ان کی باندی (بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بھی آپ اس معاملہ میں دریافت فرما لیں۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آنحضور ﷺ نے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا، اور دریافت فرمایا: بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے، جس سے شبہ گزرا ہو؟

انہوں نے عرض کی: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جو چھپانے کے قابل ہو، ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھتے میں بھی سو جاتی ہیں اور اتنے میں کوئی بکری یا پرندہ وغیرہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کا گندھا ہوا آٹا کھا جاتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی، چنانچہ آنحضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

اے معشر مسلمین! ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرے گا، جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، اللہ گواہ ہے کہ اپنی اہلیہ میں خیر کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتا، اور یہ لوگ جس مرد کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میرے گھر میں گئے ہیں تو میرے ساتھ ہی گئے ہیں۔ اس پر سعد بن معاذ انصاری اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا اور اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی قبیلہ خزرج میں کا کوئی آدمی ہے تو آپ ہمیں حکم دیں تعمیل میں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔

اس کے بعد سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے۔ آپ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے آپ مرد صالح تھے، لیکن آج آپ پر (قومی) حمیت غالب آگئی تھی (عبداللہ بن ابی بن سلول منافق آپ ہی کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا) آپ نے اٹھ کر

سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہے، تم اسے قتل نہیں کر سکتے تم میں اس کے قتل کی طاقت بھی نہیں ہے۔ پھر اسید بن حضیر کھڑے ہوئے آپ سعد بن معاذ کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ نے سعد بن عبادہ سے کہا: خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ تم منافق ہو کہ منافقوں کی طرف داری میں لڑتے ہو۔ اتنے میں دونوں قبیلے اوس و خزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت آپس میں ہی قتل و قتال تک پہنچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے۔ آپ لوگوں کو خاموش کرنے لگے۔ آخر سب لوگ چپ ہو گئے اور آنحضور ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔

اس دن بھی میں برابر روتی رہی نہ آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی۔ جب (دوسری) صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس ہی موجود تھے۔ دو راتیں اور ایک دن مجھے مسلسل روتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اسی عرصہ میں نہ مجھے نیند آئی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے۔ والدین سوچنے لگے کہ کہیں روتے روتے میرا دل نہ پھٹ جائے۔

ابھی وہ اسی طرح میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کے رونے لگیں۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے اب تک آنحضور ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک اس معاملہ میں انتظار کیا اور آپ ﷺ پر اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

بیٹھنے کے بعد آنحضور ﷺ نے تشہد پڑھا اور فرمایا: اما بعد، اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے اس طرح کی اطلاعات پہنچی ہیں، پس اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری براءت خود کر دے گا۔ لیکن اگر تم سے غلطی سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے دعاء مغفرت کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار

کر لیتا ہے اور پھر اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے جیسے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو۔ میں نے اپنے والد (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے، انہوں نے فرمایا: اللہ گواہ ہے، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں کیا کہنا ہے۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا: آنحضور ﷺ کی باتوں کا میری طرف سے جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا: اللہ گواہ ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ ﷺ سے کیا عرض کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: پھر میں خود ہی بولی میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، میں نے بہت زیادہ قرآن بھی نہ پڑھا تھا (میں نے کہا کہ) خدا گواہ ہے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان افواہوں کے متعلق جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ آپ لوگوں کے دل میں جم گیا ہے اور آپ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے ہیں۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں ان تہمتوں سے بری ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں، تو آپ حضرات میری بات کا یقین نہیں کریں گے لیکن اگر میں تہمت کا اعتراف کر لوں۔ حالانکہ اللہ کے علم میں ہے کہ میں اس سے قطعاً بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کرنے لگیں گے، اللہ گواہ ہے کہ میرے پاس آپ لوگوں کے لئے کوئی مثال نہیں ہے، سوا یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) کے اس ارشاد کے کہ آپ نے فرمایا تھا: ”پس صبر ہی اچھا ہے اور تم جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے۔“

پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے بہرحال یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت ضرور کرے گا، لیکن خدا گواہ ہے، مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی (یعنی قرآن مجید میں) میں اپنی حیثیت اس

سے بہت کم تر سمجھتی تھی، اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو (قرآن مجید کی آیت) نازل فرمائیں۔ البتہ مجھے اس کی توقع ضرور تھی کہ حضور اکرم ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے میری براءت کر دے۔

اللہ گواہ ہے رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی اسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے، گھر والوں میں سے بھی کوئی باہر نہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہوتے ہوئے طاری ہوتی تھی، یعنی آپ پسینے پسینے ہوگئے اور پسینہ موتیوں کی طرح جسم اطہر سے ڈھلنے لگا، حالانکہ سردی کے دن تھے۔ یہ کیفیت آپ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے طاری ہوتی تھی جو آپ پر نازل ہوتی تھی۔ پھر جب آنحضور ﷺ کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا یہ تھا کہ عائشہ! اللہ نے تمہیں بری قرار دیا ہے۔ میری والدہ نے فرمایا: آنحضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ گواہ ہے، میں ہرگز آپ ﷺ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل کی تھی وہ یہ تھی:

ترجمہ: ”بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔“ مکمل دس آیتوں تک۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں میری براءت میں نازل کر دیں تو ابوبکر صدیق جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات ان سے قرابت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود اٹھایا کرتے تھے، آپ نے ان کے متعلق فرمایا: خدا کی قسم! اب میں مسطح پر کبھی ایک ڈھیلا بھی خرچ نہیں کروں گا۔ اس نے عائشہ پر کیسی کیسی تہمتیں لگا دی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

ترجمہ: ”اور جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں، وہ قرابت والوں کو اور

مسکینوں کو اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ چاہئے کہ معاف کرتے رہیں اور درگزر کرتے رہیں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا رہے، بے شک اللہ بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے۔“

ابوبکر نے فرمایا: خدا کی قسم! میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ مسطح کو آپ پھر وہ تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے، اور فرمایا: خدا کی قسم! اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کروں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے (اُمّ المؤمنین) حضرت زینب بنت جحش سے بھی میرے معاملہ میں پوچھا، آپ نے دریافت فرمایا: زینب تم نے بھی کوئی چیز بھی دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کی! یا رسول اللہ! میرے کان اور میری آنکھ محفوظ رہے۔ میں نے ان کے اندر خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو مجھ سے بلند و ارفع رہنا چاہتی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا اور انہوں نے کوئی خلاف واقعہ بات میرے متعلق نہیں کہی لیکن ان کی بہن حمنہ ان کے لئے بلاوجہ لڑیں اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئیں۔ [1]

وہ قید ہو جاتا ہے پھر رہا ہو کر غنیمتوں میں لدا ہوا لوٹتا ہے

حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (کہ یا رسول اللہ!) میرا بیٹا عوف قید کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اس کو یہ پیغام پہنچا دو کہ رسول اللہ تمہیں کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔“

ان لوگوں نے ان کے بیٹے کو ایک رسّی سے باندھ رکھا تھا۔ تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

[1] بخاری: ج۲، کتاب التفسیر سورة النور، باب اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ: ص ۶۹۶ تا ۶۹۸

اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے سے وہ رسی کھل کر گر گئی اور جب وہ (رہا ہوکر) نکلے تو اچانک ان کے سامنے ایک اونٹنی کھڑی تھی، وہ اس پر سوار ہوکر بھاگے ان کے ساتھ اور بھی اونٹ بھاگے تو ان کا سامنا ان لوگوں کے چرواہے سے ہوا جنہوں نے ان کو باندھ رکھا تھا، انہوں نے پہچان کر چیخ و پکار کی تو لوگ جمع ہوکر ان کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ وہ بھاگنے میں کامیاب ہوگئے، اور اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی ان کے والد نے آواز سن کر کہا: ربِ کعبہ کی قسم! یہ عوف ہی ہے۔ ان کی ماں بول اٹھیں کہ عوف کیسے آسکتا ہے وہ تو قید میں ہے، چنانچہ خادم اور وہ دونوں دروازے کی جانب بڑھے، تو وہ واقعی عوف ہی تھے جنہوں نے پورے صحن کو اونٹوں سے بھر دیا تھا۔

پھر انہوں نے اپنے والد کو اپنا قصہ سنایا تو ان کے والد نے کہا: تم دونوں یہیں ٹھہرو میں ابھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر ان سے پوچھ کر آتا ہوں (کہ یہ اونٹ ہمارے لئے جائز ہیں یا نہیں)۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عوف اور اونٹوں کی خبر سنائی تو حضور ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں جیسے جی چاہے تصرف کرو جیسے کہ تم اپنے مال میں تصرف کرتے ہو۔[1]

اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾[2]

ترجمہ: ”اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔“

ایک روایت میں ہے: حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا تھا جس کو مشرکین نے قید کرلیا، چنانچہ ان کے والد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو

[1] تفسیر ابن کثیر: ص ۱۳۵۳

[2] سورۃ الطلاق، آیت: ۲

کر اپنے بیٹے کی گرفتاری اور تکلیف کا ذکر کرتے، تو رسول اللہ ﷺ ان کو صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے: عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ پیدا کردیں گے، چنانچہ اس کے کچھ ہی عرصے بعد ان کا بیٹا دشمنوں کی قید سے چھوٹ گیا، اور ان کا گزر دشمن کی بکریوں کے پاس سے ہوا تو وہ ان سب بکریوں کو جو ان کو غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں والد کے پاس لے آئے۔[1]

کون ہے جو مجبور کی پکار کو سنے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے ایک انصاری صحابی تھے جن کی کنیت ابو معلق تھی، وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ بڑے عبادت گزار اور متقی تھے۔ ایک مرتبہ وہ تجارت کی غرض سے نکلے تو ایک ہتھیار سے ڈھکے ہوئے ڈاکو سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ڈاکو نے ان سے کہا: تمہارے پاس جو بھی مال ہے اسے نکالو، میں تمہیں قتل بھی کروں گا۔ حضرت ابو معلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہیں میرے خون سے کیا غرض؟ تمہیں تو صرف مال ہی سے مطلب ہے۔ کہنے لگا: مال تو میرا ہی ہے۔ میرا مطلب تو تمہاری جان بھی ہے۔ حضرت ابو معلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم انکار ہی کرتے ہو اور اپنی بات پر ڈٹے ہوئے ہو تو پہلے مجھے چار رکعت نماز پڑھنے دو۔ کہنے لگا: تم جتنی چاہے نماز پڑھ لو۔ چنانچہ انہوں نے وضو کیا پھر چار رکعت نماز پڑھی۔ اور انہوں نے آخری سجدے میں یہ دعا پڑھی:

”يَا وَدُوْدُ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ أَسْأَلُكَ بِعِزِّكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَمُلْكِكَ الَّذِيْ لَا يُضَامُ وَبِنُوْرِكَ الَّذِيْ مَلَأَ أَرْكَانَ عَرْشِكَ أَنْ تَكْفِيَنِيْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ يَا مُغِيْثُ أَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ أَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ أَغِثْنِيْ۔“

[1] الفرج بعد الشدۃ لشیخ ابراهیم بن عبداللہ الحازمی: ص ۳۷ بحوالہ تفسیر ابن جریر

ترجمہ: ”اے محبت کرنے والے! اے بلند و بالا عرش کے مالک! اے اپنی مرضی کے مطابق کرنے والی ذات! بطفیل تیری اس عزت کے جس کو کوئی نہیں پھٹک سکتا، تیری اس سلطنت کے بطفیل جس میں کوئی کمی نہیں آسکتی، اور تیرے اس نور کے بطفیل جس نے تیرے عرش کے کنارے کنارے کو بھر دیا، تو میرے لئے اس ڈاکو کے شر سے کافی ہو جا۔ اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے۔“

ابھی وہ یہ دعا تین مرتبہ ہی پڑھ پائے تھے کہ اچانک ان کے سامنے ایک گھوڑ سوار آموجود تھا جو کہ اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ لے کر آیا تھا جس کو اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان میں رکھا ہوا تھا۔ جب ڈاکو نے اسے دیکھا تو اس کی طرف لپکا، اس گھوڑ سوار نے اس پر ایک وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا، پھر ان (ابو معلق) کی جانب بڑھا وہ کہنے لگا: میں چوتھے آسمان کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، جب تم نے پہلی مرتبہ دعا پڑھی تو میں نے آسمان کے دروازوں کو لرزتے ہوئے سنا۔ پھر جب تم نے دوسری مرتبہ دعا پڑھی تو مجھے حکم ہوا: ایک غمزدہ آدمی کی پکار ہے، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس ڈاکو کے قتل کو میرے ذمہ لگائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جان لو کہ جس آدمی نے بھی وضو کیا، اور چار رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے غمگین ہو یا نہ ہو۔[1]

شیخ ابراہیم بن عبداللہ حازمی کہتے ہیں: ہم دو ساتھی بیت الحرام سے ریاض کی

۱؎ رواہ ابن ابی الدنیا فی مستجابی الدعاء: ص ۳۸، ۳۹ اسد الغابہ: ۲۹۵/۶ والاصابہ: ۱۸۲/۴

طرف آرہے تھے کہ گاڑی خراب ہوگئی۔ میرے ساتھی کہنے لگے: ہم ایک بڑی گاڑی کرایہ پر لے لیتے ہیں تم اسے چلا کر ریاض لے چلنا۔ تو میں نے ان سے کہا: تمہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث یاد نہیں؟ (جو ابھی اوپر گزری)

”میں نے وضو کیا اور جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا نماز پڑھی، پھر مذکورہ دعا پڑھی، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمائی، ہماری گاڑی ٹھیک ہوگئی اور ہم خیر و عافیت کے ساتھ ریاض لوٹ آئے۔ ہمیں اس پر بڑا تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جو اس نے ہمیں عطا کی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے۔“[1]

اس کے کان میں کنکری گھس گئی اور کچھ ہی دیر بعد نکل آئی

عمر بن ثابت بصری فرماتے ہیں:

بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں کنکری چلی گئی، تو ڈاکٹروں نے اس کا خوب علاج کیا، لیکن وہ اس کو نہ نکال سکے، آخر کار وہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک ساتھی کے پاس گیا اور ان سے اس کی شکایت کی۔ تو وہ کہنے لگے: تیرا بیڑہ غرق ہو اگر کوئی چیز تمہیں نفع پہنچا سکتی ہے تو وہ علاء بن حضرمی کی دعا ہے جو انہوں نے دریا میں مانگی تھی، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے وہ کیا دعا ہے؟

انہوں نے فرمایا وہ دعا یہ ہے: یَا عَظِیْمُ، یَا حَلِیْمُ، یَا عَلِیْمُ، چنانچہ انہوں نے بتایا کہ میں نے ابھی دعا کے الفاظ کہے ہی تھے کہ وہ کنکری میرے کان سے نکل آئی اور میں بالکل ٹھیک ہوگیا۔[2]

۱؎ الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ: ص ۳۹

۲؎ رواہ ابن ابی الدنیا فی مستجابی الدعاء: ص ۵۲، والقاضی التنوخی فی الفرج بعد الشدۃ: ص ۸۹، ۹۰

تین آدمیوں کا اپنے اعمال کے سبب غار سے نکل جانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھلے زمانے میں تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں بارش نے انہیں آلیا، تینوں نے ایک غار میں پناہ لی، لیکن جب وہ اندر گئے تو ایک بڑی چٹان گر کر غار کے منہ میں لگی جس سے غار کا منہ بالکل بند ہوگیا، اس موقع پر ایک نے دوسرے سے کہا: بخدا تمہیں اس مصیبت سے اب صرف سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے۔ اب ہر شخص کو اپنے کسی ایسے عمل کا واسطہ دے کر دعا کرنی چاہئے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تھا۔

چنانچہ ایک نے اس طرح دعا کی:

اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا جس نے ایک فرق چاول کے عوض میرا کام کیا تھا۔ لیکن وہ شخص چلا گیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گیا۔ پھر میں نے اس ایک فرق چاول کو لیا اور اس کی کاشت کی۔ اس سے اتنا کچھ ہوگیا کہ میں نے پیداوار سے ایک گائے خرید لی۔ اس کے بعد وہی شخص مجھ سے چاول مانگنے آیا، میں نے کہا: یہ گائے کھڑی ہے اسے لے جاؤ۔ اس نے کہا: میرے تو صرف ایک فرق چاول تمہارے ذمے تھے۔ میں نے اس سے کہا: اس گائے کو لے جاؤ، کیونکہ یہ اسی ایک فرق چاول سے حاصل ہوئی ہے، آخر وہ گائے کو لے کر چلا گیا۔ پس اے اللہ اگر یہ کام میں نے صرف تیرے ڈر سے کیا تھا تو غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ چٹان تھوڑی سی ہٹ گئی۔

پھر دوسرے شخص نے اس طرح دعا کی:

اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں اپنے بوڑھے والدین کی خدمت میں روزانہ رات کو اپنی بکریوں کا دودھ لا کر پیش کیا کرتا تھا۔ ایک رات اتفاق سے میں دیر سے

آیا اور جب آیا تو وہ سو چکے تھے۔ ادھر میری بیوی اور بچے بھوک سے بے چین تھے۔ لیکن میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ پلا دوں بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا۔ مجھے انہیں بیدار کرنا اچھا نہیں لگا اور چھوڑنا بھی اچھا نہ لگا۔ چنانچہ میں ان کا وہیں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیرے خوف وخشیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہمارے لئے راستہ کھول دے تو چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی اور اب آسمان نظر آنے لگا۔

پھر آخری شخص نے یوں دعا کی:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اسے بدفعلی کے لئے اپنے پاس بلایا۔ لیکن اس نے انکار کیا اور صرف ایک شرط پر تیار ہوئی کہ میں اسے سو دینار لا کر دے دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کی اور آخر کار وہ رقم مجھے مل ہی گئی تو میں اس کے پاس آیا اور رقم اس کے حوالے کر دی۔ اس نے مجھے اپنے اوپر قدرت دے دی۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ چکا تھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اور مہر کو بغیر حق کے نہ توڑو۔ میں (یہ سنتے ہی) کھڑا ہوگیا اور سو دینار بھی واپس نہ لئے۔ پس اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیرے خوف وخشیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہمارا راستہ صاف کر دے۔ تو راستہ صاف ہوگیا اور وہ تینوں خیریت کے ساتھ نکل گئے۔[1]

پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا

ایک آدمی کی کسی دوسرے شخص کے ساتھ دشمنی تھی۔ چنانچہ وہ اس سے بہت زیادہ خوف زدہ تھا، اور اس کے معاملے نے اسے بے چین اور پریشان کر رکھا تھا اور اسے کچھ سوجھائی نہ دیتا کہ وہ کیا کرے؟

[1] رواہ البخاری: ۴۰۴/۱۰، ومسلم: ۴۰۹۹/۴، رقم ۲۷۴۳

اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے:
روزانہ فجر کی دونوں رکعتوں میں سے ایک رکعت میں: "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ" سورت پڑھ لیا کرو۔

اس آدمی نے بتایا: کہ میں اسے پڑھا کرتا تھا۔ کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ میں اس دشمن کے شر سے بچ نکلا، اور اللہ تعالی نے اسے تباہ و برباد کر دیا، اور میں ابھی تک اسے پڑھتا ہوں۔ میں کہتا ہوں: جس کو بھی دشمن کا خوف لاحق ہو تو اسے بکثرت یہ آیت پڑھنی چاہیے:

﴿لَا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴾[1]

ترجمہ: "نہ تم آ پکڑنے کا اندیشہ کرو، اور نہ (ڈوبنے سے) ڈرو۔"

اور کثرت سے یہ کہنا چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَاَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِ هِمْ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان (دشمنوں) کی برائیوں سے اور میں تجھ کو ان کے مقابلے میں پیش کرتا ہوں۔"

کیونکہ اس کے بارے میں آپ ﷺ کی صحیح حدیث وارد ہے۔[2]

جب تمہارا دل تنگ ہو یا گھبرائے تو اَلَمْ نَشْرَحْ کو یاد کرو

کسی نیک آدمی پر غم سوار ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کے سارے کام دشوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ بالکل مایوس ہو جاتا، چنانچہ ایک دن وہ یہ کہتے جا رہا تھا:

---

[1] سورة طٰهٰ آیت: ۷۷
[2] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۵۷

جو ذلت میں دن گزارے اس کے لئے تو موت ہی بہتر ہے۔[1]

تو اسے ایک غیبی آواز آئی کہ:

سنو اے وہ شخص! جس کو سخت تکلیف نے گھیر رکھا ہے جب تم پر کوئی وقت اور تنگی آئے تو "اَلَمْ نَشْرَحْ" کے بارے میں سوچو کیونکہ مشکل دو آسانیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے سو ناراض مت ہو۔[2]

وہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس کے بعد سورۂ انشراح کو نماز میں پابندی سے پڑھنا شروع کر لیا، تو اللہ تعالی نے میرا سینہ کشادہ کر دیا، اور میرے غم اور دکھ کو دور کر دیا، اور میرا کام آسان کر دیا۔[3]

ایک بیماری دور کرنے والی دعا

حمید کہتے ہیں: میرے والد کو مثانے میں پتھری کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ ان کو بہت زیادہ تکلیف تھی۔

چنانچہ میں بیت المقدس کی طرف چل نکلا تو ابو العوام سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے اپنے والد کی تکلیف کی شکایت کی۔

انہوں نے فرمایا: اپنے والد سے کہو کہ وہ یہ دعا پڑھیں:

"رَبُّنَا الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ عَرْشُهٗ رَبُّنَا الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ

---

[1] أَرَى الْمَوْتَ لِمَنْ أَمْسَى عَلَى الذُّلِّ لَهُ أَصْلَحُ

[2] أَلَا يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الَّذِيْ الْهَمُّ بِهِ بَرَّحُ
إِذَا ضَاقَ بِكَ الْأَمْرُ فَفَكِّرْ فِيْ أَلَمْ نَشْرَحْ
فَإِنَّ الْعُسْرَ مَقْرُوْنٌ بِيُسْرَيْنِ فَلَا تَبْرَحْ

[3] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۹۸

اسمُهُ، أَمرُكَ مَاضٍ فِي السَّمَآءِ وَالأَرضِ، وَكَمَا رَحمَتُكَ فِي السَّمَآءِ، فَاجعَلهَا فِي الأَرضِ، اِغفِر لَنَا ذُنُوبَنَا وَخَطَايَانَا، إِنَّكَ أَنتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ اَللّٰهُمَّ أَنزِل رَحمَةً مِّن رَّحمَتِكَ، وَشِفَاءً مِّن شِفَائِكَ، عَلٰى مَا بِفُلَانٍ مِّن وَّجعٍ."

ترجمہ: "اے ہمارے پروردگار! جس کا عرش آسمان میں ہے، اے ہمارے پروردگار! جس کا نام آسمان میں پاکیزہ ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین دونوں میں چلتا ہے، اور جس طرح آسمان میں تیری رحمت ہے اسی طرح اس کو زمین پر بھی اتار دے ہمارے گناہوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دے۔ بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے، اے اللہ! اپنی رحمتوں میں سے کچھ رحمت نازل فرما، اور فلاں کی تکلیف پر اپنی شفاء میں سے شفاء نازل فرما۔"

فرمایا: کہ انہوں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بیماری سے شفاء عطا فرمائی۔[1]

وہ بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کرنے سے اپنی عقل کھو بیٹھا

نوف البکالی کہتے ہیں:

کسی شخص نے ایک بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا جس سے وہ اپنی عقل کھو بیٹھا۔ ایک دن وہ ایک درخت کے نیچے تھا جس میں کسی پرندے کا گھونسلا تھا کہ اچانک ایک چڑیا کا بچہ اڑتا ہوا زمین پر گر پڑا، اور غبار آلود ہو گیا تو پرندہ اس کے پاس آیا اور اس کے سر کے اوپر اڑنے لگا، یہ دیکھ کر اس شخص نے

[1] رواہ ابوداؤد: ۳۸۹۲ فی الطب ورواہ احمد: ۲۱/۶

پرندے کے بچے کو اٹھایا اور اس پر سے مٹی صاف کی، اور اسے اس کے گھونسلے میں واپس رکھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی عقل لوٹا دی۔[1]

ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا

حضرت حسن بصری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، حجاج بن یوسف کے پاس واسط کے مقام پر حاضر ہوئے۔ سو انہوں نے حجاج کے مکان کو دیکھ کر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، بادشاہوں میں ہمیں بڑی عبرت کی باتیں دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں سے کسی کو محل کی چاہت ہوتی ہے تو اسے بنوا لیتا ہے، کسی کو آرام گاہ کی خواہش ہوتی ہے تو اسے لے لیتا ہے، پھر وہ کہتا ہے میرا کارنامہ دیکھو اور دیکھو میں نے کیا بنایا ہے؟ تو ہم تو دیکھ چکے اے اللہ کے دشمن! تمہارے کرتوت کو، اور اے گناہ گاروں میں سب سے زیادہ گناہ گار! اور سب سے بڑے نافرمان، آسمان والوں نے تجھ پر لعنت کی اور زمین والوں نے تجھ سے نفرت کی۔

پھر وہ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے وعدہ لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس بات کو بیان کریں گے اور ذرا نہ چھپائیں گے۔

حجاج یہ سن کر سخت غضب ناک ہوا اور بھڑک اٹھا، پھر کہنے لگا: اے شام والو! یہ بصرہ کا غلام مجھے میرے منہ پر بدبخت کہتا ہے اور کوئی اس پر نکیر بھی نہیں کرتا۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں اسے ضرور قتل کروں گا۔

چنانچہ اہل شام ان کو لے کر آئے اور ان کو حجاج کی بات کا پتا لگ چکا تھا۔ وہ راستے میں اپنے ہونٹ اس طور پر ہلاتے جا رہے تھے کہ کچھ سنائی نہ دیتا۔

جب وہ حجاج کے پاس آئے تو دیکھا کہ اس کے سامنے تلوار اور چمڑے کا فرش

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم بن عبدالله الحازمي: ص ٦٠

ہے اور وہ سخت غصہ میں ہے۔ جب حجاج کی نظر ان پر پڑی تو ان کے ساتھ بڑی سختی سے بات چیت کی، لیکن حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کی اور اسے وعظ ونصیحت کی۔ اس کے بعد حجاج نے تلوار اور چمڑا منگوایا تو وہ دونوں لائے گئے۔۔ اور حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بڑے اطمینان سے گفتگو کرتے رہے، اتنے میں کھانے کا وقت ہوا تو حجاج نے کھانا منگوایا اور ان دونوں نے کھایا۔ پھر وضو کا پانی منگوایا تو انہوں نے وضو بھی کیا۔ پھر قیمتی خوشبو منگوائی اور اسے اپنے ہاتھ سے غلاف چڑھایا اور اسے عزت واکرام کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کیا اور ان کو کچھ نہ کہا۔ حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے بعد میں پوچھا گیا کہ آپ ہونٹ ہلاتے ہوئے کیا پڑھ رہے تھے؟

فرمایا: میں یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

"يَا غِيَاثِيْ عِنْدَ دَعْوَتِيْ وَيَاعُدَّتِيْ فِيْ مُلِمَّتِيْ وَيَارَبِّيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ وَيَا وَلِيِّيْ فِيْ نِعْمَتِيْ وَيَا اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَرَبَّ النَّبِيِّيْنَ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَيَارَبَّ كٓهٰيٰعٓصٓ وَطٰهٰ وَيٰسٓ وَرَبَّ الْقُرْاٰنِ يَا كَافِيْ مُوْسٰى فِرْعَوْنَ وَيَا كَافِيْ مُحَمَّدٍ الْاَحْزَابَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْاَخْيَارِ وَارْزُقْنِيْ مَوَدَّةَ عَبْدِكَ الْحَجَّاجِ وَخَيْرَهٗ وَمَعْرُوْفَهٗ وَاصْرِفْ عَنِّيْ اَذَاهُ وَشَرَّهٗ وَمَكْرُوْهَهٗ."

ترجمہ: "اے میری پکار کے وقت فریاد رسی کرنے والے! اے وہ ذات! جو مصیبت میں میرا توشہ ہے۔ اے وہ ذات! جو مشکل میں مجھے سنبھالنے والا ہے۔ اے خوشی اور نعمت کے موقع پر میرا دوست! اور اے میرے معبود، اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد،

موسیٰ، عیسیٰ، اور سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پروردگار! اور اے کھیعص، طٰہٰ اور یٰسین کا رب! اور قرآن کا رب، اور اے موسیٰ کو فرعون سے کافی ہو جانے والا اور بچانے والا! اور اے محمد کو احزاب سے کافی ہو جانے والا! محمد اور ان کی چنی ہوئی آل پر رحمتیں نازل فرما، اور مجھے اپنے بندے حجاج کی محبت اور اس سے خیر وعافیت والا معاملہ نصیب فرما، اور اس کے شر اور تکلیف اور سختی کو مجھ سے دور فرما۔"

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو اپنے فضل وکرم سے حجاج کے شر سے بچالیا۔[1]

اللہ پر بھروسہ

ابراہیم تیمی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا:

جب قید کا مشہور واقعہ پیش آیا تو مجھے بھی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ایک ہی قید خانے میں انتہائی تنگ جگہ میں بہت سے لوگوں کے ہمراہ مجھے بھی رکھا گیا، ہر آدمی کو صرف اتنی جگہ ملی ہوئی تھی کہ جس میں وہ بمشکل بیٹھ سکتا تھا، چنانچہ سارے قیدی کھانا بھی اسی جگہ کھاتے، قضائے حاجت بھی وہیں کرتے اور اسی جگہ نماز بھی پڑھتے۔

فرمایا: بحرین کا ایک آدمی لایا گیا اور اسے بھی ہمارے ساتھ قید کر دیا گیا جس سے جگہ اور تنگ ہوگئی، چنانچہ وہ لوگ اس کی وجہ سے بہت کڑھن محسوس کرنے لگے۔ تو اس نے کہا: صبر کرلو، صرف آج کی رات ہے۔

پھر جب رات ہوئی تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اور کہا:

"يَا رَبِّ مَنَنْتَ عَلَيَّ بِدِيْنِكَ وَعَلَّمْتَنِيْ كِتَابَكَ ثُمَّ سَلَّطْتَ عَلَيَّ شِرَارَ خَلْقِكَ يَا رَبِّ اَللَّيْلَةَ اَللَّيْلَةَ لَا اُصْبِحُ فِيْهِ."

[1] العقد الفريد: ٤٩/٥، الطبرى: ١٩٥/٦

ترجمہ: ''اے پروردگار! تو نے مجھے اپنا دین عطا کیا، اور اپنی کتاب سکھائی، اس کے بعد تو نے مجھ پر اپنی بدترین مخلوق مسلط کردی، پس آج کی رات، آج کی رات، میں صبح تک اس حالت میں نہیں رہ سکتا۔''

چنانچہ ابھی صبح ہونے بھی نہ پائی تھی کہ قید خانے کا دروازہ بجا کہ بحرین کا آدمی کہاں ہے؟ بحرین کا آدمی کہاں ہے؟

ہم سب نے سوچا: اسے اس وقت اس لئے بلایا گیا ہے کہ حجاج اسے قتل کر دے گا لیکن ہمارا خیال غلط ثابت ہوا اور اس کو رہا کر دیا گیا۔

وہ آیا، قید خانے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور ہمیں سلام کر کے کہا: اللہ تعالیٰ کی مانو وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا۔[1]

ہارون رشید کا حضرت علی کے خاندان کے ایک نوجوان کو قتل کرنے کا حکم

ہارون رشید نے اپنے ایک خادم کو حکم دے کر کہا: جب رات ہو جائے تو فلاں حجرے کے پاس جا کر اسے کھولنا، اور تمہیں اس میں جو بھی شخص نظر آئے اسے پکڑ کر لانا۔ پھر فلاں صحراء کی کھائی میں اسے پھینک کر مٹی سے ڈھانپ لینا۔ اور تمہارے ساتھ فلاں دربان بھی ہونا چاہئے۔

چنانچہ خادم حجرے کے دروازے کے پاس آیا اور اسے کھولا۔ اس میں ایک لڑکا تھا جو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ طلوع ہوتا ہوا سورج ہے، تو خادم نے اسے زور سے کھینچا۔

اس نے کہا: اللہ سے ڈرو میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس بات سے ڈرو کہ تم اس کے سامنے میرے

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ٦٣

خون میں رنگے ہوئے حاضر ہو، تو خادم نے ان کی بات کا کوئی دھیان نہ دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر انہیں مقررہ جگہ پر لے گیا۔

وہاں پہنچ کر قریب ہی تھا کہ لڑکا ہلاک ہو جاتا، اور اس نے وہ کھائی بھی دیکھ لی جس میں اس کو ڈالنا تھا تو اس نے ہارون رشید کے خادم سے کہا: اے لڑکے! جو کام تم نے ابھی کیا نہیں اس سے تو رجوع ہو سکتا ہے، لیکن جو کچھ ہو چکا اس سے رجوع نہیں ہو سکتا، چنانچہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو، اور پھر جو تم حکم کرو گے میں کرلوں گا۔

اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔

پھر نوجوان نے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا کی:

"يَا خَفِيَّ اللُّطْفِ اَغِثْنِيْ فِيْ وَقْتِيْ هٰذَا وَالْطُفْ بِيْ بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ."

ترجمہ: ''اے وہ ذات! جس کا احسان چھپا ہوا ہوتا ہے، اس وقت تو میری مدد کر اور اپنی پوشیدہ مہربانی سے مجھ پر رحم کر۔''

اللہ کی قسم! ابھی وہ اپنی دعا پوری بھی نہ کر پایا تھا کہ ہوا چلی اور غبار اڑا، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے بھی نہ پائے، تو وہ سب اپنے چہروں کے بل گر پڑے۔ اور اپنے میں مشغول ہو کر نوجوان سے غافل ہو گئے۔ پھر وہ ہوا رک گئی انہوں نے نوجوان کو ڈھونڈا تو وہ تھا ہی نہیں اور اس کی رسیاں پھینکی ہوئی تھیں۔

خادم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم تو برباد ہو گئے۔ امیر المؤمنین تو یہ سمجھیں گے کہ ہم نے اسے رہا کر دیا تو ہم انہیں کیا جواب دیں گے؟

اگر ہم جھوٹ بول بھی دیں گے تو پھر بھی نہیں چھوٹ سکتے، کیوں کہ ان کو نوجوان کی خبر پہنچ ہی جائے گی تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے اور اگر ہم سچ بول دیں گے تو کوئی نہ کوئی ناگوار بات فوری طور پر پیش آئے گی۔

اس کے ایک عقل مند ساتھی نے کہا: حکماء کہتے ہیں: اگر جھوٹ بچاتا ہے تو سچ تو اس سے بھی بڑھ کر پرامید ہے اور وہ تو جھوٹ سے بھی زیادہ بچانے والا ہے۔ پھر وہ جب ہارون رشید کے سامنے حاضر ہوئے تو ہارون رشید نے ان سے کہا: میں نے تمہیں جو حکم دیا اس کی کیا تعمیل کی؟

خادم نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں آپ سے بالکل سچ کہوں گا۔ اور مجھ جیسا آدمی آپ کے دربار میں جھوٹ بولنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا واقعہ اس طرح ہے اور پورا واقعہ بیان کر دیا۔ تو ہارون رشید نے کہا: اللہ کی مہربانی اس کے ساتھ شامل ہو گئی، اللہ کی قسم! میں اسے سب سے پہلے اپنی دعا میں یاد رکھوں گا۔ اپنے کام میں لگو اور جو کچھ ہو چکا اسے راز میں رکھو۔[1]

اے ہر آواز کو سننے والے!

ایک آدمی کو کوئی ایسی بات پیش آئی جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ غمگین تھا اور اس نے اسے بے چین و پریشان کر رکھا تھا۔ چناں چہ اس نے ایک مرتبہ خوب الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی تو اسے ایک آواز دینے والے نے غیب سے آواز دی۔ اے فلاں! تو ان کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا مانگ:

"یَا سَامِعَ کُلِّ صَوْتٍ، وَیَا بَارِئَ النُّفُوْسِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَیَا مَنْ لَّا تَغْشَاهُ الظُّلُمَاتُ وَیَا مَنْ لَّا یُشْغِلُهُ شَیْءٌ عَنْ شَیْءٍ."

ترجمہ: "اے ہر آواز کو سننے والے! اے موت کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے والے! اے وہ ذات جس کو اندھیرے نہیں چھپا سکتے! اور

[1] کتاب حل العقال: ص: ٤٠، ٤١

اے وہ ذات جسے ایک کام دوسرے سے بے پروا اور غافل نہیں کرتا!"

چنانچہ انہوں نے یہ دعا پڑھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت دور کر دی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس رات میں جو بھی حاجت مانگی اللہ تعالیٰ نے وہ پوری کر دی۔[1]

ہار والا دن ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی عورت ہمارے پاس اکثر آیا کرتی تھی۔ اور اکثر یہ شعر کہا کرتی:

ہار والا دن ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے۔ خوب سن لو اس نے مجھے کافروں کے شہر سے نجات دی۔[2]

اس سے پوچھا گیا کہ یہ جو شعر تم اتنی کثرت سے پڑھتی ہو، لگتا ہے اس کے پس پشت کوئی واقعہ چھپا ہوا ہے تو وہ کیا واقعہ ہے ذرا بتاؤ تو سہی؟

اس نے کہا: میں گاؤں میں ایک گھر میں کام کیا کرتی تھی۔ تو ایک دن گھر والوں میں سے ایک لڑکی نے میرے سامنے ہار رکھ دیا، اتنے میں ایک شکاری چیل کا وہاں سے گزر ہوا، اور وہ ہماری بے خیالی میں ہار کو گوشت سمجھ کر اچک کر لے گئی، چنانچہ جب ان لوگوں نے ہار تلاش کیا اور ان کو نہیں ملا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، میں نے کہا: مجھے نہیں پتہ، انہوں نے کہا: کہ تم ہی تو اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے قسم اٹھائی اور معذرت کی، لیکن انہوں نے میری قسم اور عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور مردوں کو بلوایا۔ تو وہ آئے اور میری خوب چھان بین کی، مگر انہیں کچھ نہ ملا۔

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص٦٦

[2] وَیَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِیْبِ رَبِّنَا   أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ نَجَّانِي

تو بعض نے کہا: اس نے اپنی شرم گاہ میں رکھ لیا ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے میرے کپڑے اتارنے چاہے۔ اب ایسی عورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے تھا جسے ایسا خوف لاحق ہوگیا تھا؟

جب مجھے اپنی بے عزتی کا یقین ہو چلا تو میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا:

"یَا رَبَّاهُ اَغِثْنِیْ."

ترجمہ: "اے میرے رب! میری مدد کر۔"

اتنے میں چیل کا ہمارے اوپر سے دوبارہ گزر ہوا اور اس نے اس ہار کو ہمارے پاس پھینک دیا۔ پھر تو وہ لوگ بہت نادم ہوئے۔ اور کہا: ہم نے بے چاری پر ظلم کیا اور مجھ سے معذرت کرنے لگے۔

چنانچہ جب بھی میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتی ہوں تو اسے یاد کرتی ہوں، اور راحت کی امید کرتی ہوں۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مختصر الفاظ میں مذکور ہے۔ اس کے اخیر میں ہے جب اس عورت کو اللہ تعالیٰ نے نجات دلوائی تو اس نے کہا: "هٰذَا الَّذِيْ اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهٖ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ" اسی کے لئے تو تم لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے تھے، حالانکہ میں اس سے بری تھی۔[1]

اللہ اور بندوں کے درمیان دروازہ بند نہیں ہوتا

عبداللہ بن احمد بصری کہتے ہیں: ایک فوجی کسی عورت کو راستے سے اغوا کر رہا تھا، آس پاس کے لوگوں نے اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے، چنانچہ فوجی اس عورت کو اپنے گھر لے آیا اور سارے دروازے بند کر دیے۔

پھر اس نے اس عورت کو پھسلانے کی کوشش کی یعنی برائی کی ترغیب دی، تو اس نے انکار کر دیا۔ لیکن جب اس آدمی نے اس پر زبردستی کی تو وہ کہنے لگی: ٹھہرو پہلے وہ

[1] رواہ البخاری کتاب المناقب باب ایام الجاهلية: ١/٥٤١

دروازہ تو بند کر دو جو بند کرنے سے رہ گیا ہے۔

اس نے پوچھا: وہ کونسا دروازہ ہے؟

عورت نے کہا: "اَلْبَابُ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ" وہ دروازہ جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے۔

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا چلی جا، اللہ تعالیٰ نے تجھ سے مصیبت دور کر دی۔ یعنی اللہ نے مجھے ہدایت دے دی، اور یہ بات سمجھ آگئی کہ بندہ اللہ سے چھپ نہیں سکتا۔

چنانچہ وہ سلامتی کے ساتھ چلی گئی۔[1]

اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک غلام آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرا رہا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن چھوٹ گیا جس سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چھینٹے پڑ گئے اور فطرتاً آپ کو غصہ آگیا، غلام سمجھ گیا اور فوراً کہنے لگا "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" یعنی پرہیزگار لوگ غصہ کو پیتے ہیں۔

آپ نے یہ سنا تو اسے کچھ نہ کہا۔

غلام نے کہا: "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" اے میرے آقا! اور لوگوں کو معاف بھی کرتے ہیں۔

فرمایا: میں نے تمہیں معاف کیا۔

غلام نے کہا: "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" اور اللہ تعالیٰ احسان (نیکی) کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔

فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہو، اور جو کچھ میں تمہیں پہلے دیا کرتا

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ٦٨

میری ہجو کی ہے۔

دعبل نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھ سے بھی بڑے مجرم کو معاف کر چکے ہیں (لہٰذا مجھے بھی معاف کر دیں)، تو انہوں نے کہا: تو نے سچ کہا: تجھ پر کوئی ملامت نہیں، مجھے "مدارس آیات" سنا، دعبل نے کہا: کیا میں امن سے سناؤں گا؟ مامون نے کہا: ہاں، تو وہ سنانے لگا:

وہ پرانی آیتیں جن کا نہ تلاوت میں سے کچھ حصہ ہے اور نہ ان کا کوئی مقام ہے، اس محلے کی مانند جو کہ ویران سنسان پڑا ہو۔ علی، حسین، جعفر، حمزہ اور وہ کثرت سے سجدہ کرنے والا جس کے اعضاء کثرت سے سجود کی وجہ سے سخت ہو گئے۔ (علی بن حسین) جب بھی یہ فخر کرتے ہیں تو اپنے فخر کا رخ محمد، جبریل، قرآن اور سورتوں کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ زیاد کی بیٹیاں تو محلوں میں محفوظ رہیں اور رسولِ خدا کی بیٹی جنگلوں میں بھٹکتی پھرے۔[1]

جب اس نے یہ اشعار سنائے تو مامون رونے لگا، پھر اس کے ساتھ احسان کیا، اور اسے امن دیا۔[2]

جس کے ڈر سے کپڑوں میں پیشاب نکلا بعد میں اسی کی قبر پر پیشاب کیا

محمد بن فضل جرجرائی کہتے ہیں: میں کسکر میں عجیف کی زمین کو سنبھالا کرتا تھا۔

[1]
مَدَارِسُ آيَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ ... وَمَنْزِلُ وَحْيٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ
دِيَارُ عَلِيٍّ وَالْحُسَيْنِ وَجَعْفَرٍ ... وَحَمْزَةَ وَالسَّجَّادِ ذِي الثَّفِنَاتِ
إِذَا افْتَخَرُوا يَوْمًا أَتَوْا بِمُحَمَّدٍ ... وَجِبْرِيلَ وَالْقُرْآنِ وَالسُّوَرَاتِ
بَنَاتُ زِيَادٍ فِي الْقُصُورِ مَصُونَةٌ ... وَبِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ فِي الْفَلَوَاتِ

[2] الفرج بعد الشدة والقضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۷۱

میرے بارے میں یہ بات پہنچائی گئی کہ میں نے خیانت کی ہے اور باغ کو اجاڑ دیا ہے، چنانچہ عجیف نے میرے پاس ایک شخص بھیجا کہ وہ مجھے قید کر دے۔ تو اس نے مجھے گرفتار کر لیا اور سر من رائی کے مقام پر مجھے اسی حالت میں ان کے پاس حاضر کیا گیا، اس نے مجھے دیکھ کر گالیاں دیں اور کہا: تو نے ساری زمین برباد کر دی اور اس میں خیانت اور لوٹ مار کی، خدا کی قسم! میں تجھے قتل کر دوں گا اور پھر کہا: کوڑا لاؤ! وہ لایا گیا اور میری قمیص اتاری گئی، جب میں نے یہ دیکھا تو میں حواس باختہ ہو گیا اور میں نے اپنی شلوار میں پیشاب کر دیا۔

اس کے مشیر نے مجھے پیشاب کرتے ہوئے دیکھ لیا تو عجیف سے کہا: "اللہ حاکم کو عزت دے، تمہارا دل تو اسی میں پھنسا ہوا ہے، اس کو مارنا اور قتل کرنا تو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یہ چھوٹ تو سکتا نہیں، چنانچہ آپ اس کو قید کرنے کا حکم دے دیں اور میں اس کے بعد غور و خوض کروں گا تو اگر خبر درست نکلی تو اس کو سزا دینا آپ کے اختیار سے باہر نہیں۔ اور اگر جھوٹی نکلی تو آپ گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے۔"

محمد بن فضل کہتے ہیں: پھر دوبارہ مجھے جیل بھیج دیا گیا تو میں کئی دنوں اسی میں پڑا رہا، چنانچہ امیر المؤمنین معتصم نے عموریہ پر چڑھائی کی تو عجیف کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو گیا، یعنی اسے قتل کر دیا اور جب اس کے مشیر کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے مجھے آزاد کر دیا اور میں قید سے چھوٹ گیا اور مجھے چاندی کا ایک سکہ دیا تو میں سر من رائی کے خزانچی (صاحب الدیوان) کے پاس گیا، وہ میرا دوست تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے میری رہائی پر بڑی خوشی ہوئی اور میری خستہ حالی پر افسوس ہوا۔ اور اس نے میرے سامنے کچھ مال کی پیش کش کی۔

میں نے اس سے کہا: بلکہ تم مجھے کسی کام میں لگوا دو کہ جس کی اجرت سے میں اپنی ضروریات پوری کرلوں۔ چنانچہ اس نے مجھے ربیعہ کے گھروں کے قریب کوئی

کام سپرد کر دیا۔ اور جب تاجروں کو مجھ پر اعتماد ہو گیا تو میں نے ان سے قرض لے لیا تاکہ کچھ کام کر سکوں، اور میں نکل پڑا۔ میں جس زمین میں کام کرتا تھا وہاں پر ایک اور زمین تھی جو بکراث کے نام سے مشہور تھی، تو کام ختم کرنے کے بعد رات گزارنے کے لئے میں وہاں گیا اور وہاں رات گزاری، سو جب صبح ہوئی تو مجھے قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، میں بیت الخلاء میں گیا، لیکن وہ بہت گندہ تھا تو میں گھر سے نکل کر صحراء میں کسی ٹیلے کی طرف نکل پڑا، چنانچہ میں ٹیلے پر پہنچا اور جب وہاں بیٹھ کر قضائے حاجت کی۔ تو مالکِ مکان میرے پاس آیا اور کہنے لگا: کچھ پتا بھی ہے کہ کہاں پیشاب کیا؟

میں نے کہا: مٹی کے ٹیلے پر۔ تو وہ ہنسا اور کہا: یہ ایک آدمی کی قبر ہے جو عجیف کے نام سے مشہور ہے وہ بادشاہ کا ایک مقرر کردہ کمانڈر تھا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ قید کر کے لایا سو جب وہ اس جگہ پہنچا تو اسے قتل کر دیا۔ اور دیوار کے پاس پھینک کر چلا گیا تو ہم نے اس کے اوپر دیوار گرا دی تاکہ اسے کتوں سے چھپا لیں، خدا کی قسم! وہ اس ٹیلے کے نیچے ہے۔

یہ سن کر مجھے اس کے ڈر سے اپنی شلوار میں پیشاب کرنے کے بعد اور پھر اس کی قبر پر پیشاب کرنے سے بڑا تعجب ہوا۔[1]

موت کا وقتِ معین بچانے کے لئے کافی ہے

ناصر الدولہ کی بیوی فاطمہ بن احمد کردی نے اپنے ایک ملازم پر جس کا نام ابن ابی قبیصہ تھا اور وہ موصل کا رہنے والا تھا تہمت لگائی کہ اس نے اس کے مال میں خیانت کی ہے۔ چنانچہ فاطمہ نے اس کو پکڑوا لیا اور اپنے قلعے میں قید کر دیا۔

فاطمہ نے اس کو قتل کرنے کا سوچا۔ چنانچہ اس نے قلعے کے ذمہ دار کو اس کے قتل کے بارے میں لکھ بھیجا جب کہ قلعہ کا ذمہ دار لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور نہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۷۳

اس کے پاس اس وقت ابی قبیصہ کے علاوہ کوئی اور تھا کہ خط اس سے پڑھواتا، قلعے کے ذمہ دار نے خط ابن قبیصہ کو دے دیا اور اس سے کہا: یہ مجھے پڑھ کر سنا دو، سو جب ابنِ قبیصہ نے خط میں اپنے قتل ہونے کا حکم دیکھا تو سوائے قتل کی بات کے باقی پورا خط سنا دیا اور خط اسے واپس دے دیا۔

ابنِ قبیصہ کہتا ہے: میں نے سوچا، کہ میں تو قتل ہونے والا ہوں اور میں اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اگر اسی طرح کا ایک اور خط آجائے اور میرے علاوہ کوئی لکھنے پڑھنے والا اتفاقاً اس وقت حاضر ہو تو میں قتل کیا جاؤں گا، لہٰذا میرے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ میں کسی تدبیر سے کام لوں، تو اگر وہ تدبیر پوری ہو گئی تو میں بچ جاؤں گا، اور اگر پوری نہ ہوئی تو مجھے قتل کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ میں نے قلعہ کا جائزہ لیا تو اس میں ایک جگہ ایسی تھی جہاں سے میں نیچے کی طرف چھلانگ لگا سکتا تھا، لیکن اس کے اور زمین کے درمیان ...... تین ہزار گز کا فاصلہ تھا، اور وہاں ایک چٹان بھی تھی جس پر پڑنے والا شاید ہی کوئی بچے۔ چنانچہ میری جرأت نہ ہوئی۔ پھر میری سوچ حرکت میں آئی اور میں نے غور کیا کہ کئی راتوں سے برف باری ہو رہی ہے۔ برف نے اس چٹان کو ڈھانک لیا ہو گا، اور اس پر بہت ساری برف پڑی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ اگر میں اس پر گروں تو میرے ہاتھ پاؤں تو ٹوٹ جائیں گے، لیکن میں مرنے سے بچ جاؤں گا۔

ابن قبیصہ کہتا ہے: جب لوگ سو چکے تو میں اٹھا اور اس جگہ سے چھلانگ لگائی، جب میں نیچے کی طرف جانے لگا تو بہت پچھتایا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے لگا۔ میں نے اپنی آنکھ بند کر دی، تاکہ میں یہ تو نہ دیکھوں کہ میں کیسے مرتا ہوں۔ اور میں نے اپنا سر پاؤں کے ساتھ اچھی طرح ملا لیا، کیونکہ میں نے پہلے سنا تھا کہ جس کو یہ اتفاق ہو کہ وہ کسی بلند جگہ سے کھڑا کھڑا گر جائے تو اگر وہ پاؤں ملا لے پھر جب اس

کے اور زمین کے درمیان ایک گز یا اس سے تھوڑا زیادہ فاصلہ رہ جائے اپنے پاؤں کو چھوڑ دے تو وہ بچ جاتا ہے، اس کے گرنے کی تیزی کم ہو جاتی ہے اور اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جو دو گز کے فاصلے سے گرا ہو۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں زمین پر جا کر گرا تو میرے ہوش وحواس گم ہو گئے اور میرا دماغ بند ہو گیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو مجھے اتنی اونچی جگہ سے گرنے کے سبب جو درد ہونا چاہیے تھا وہ تو مجھے محسوس ہی نہ ہوا۔ میں اپنے اعضاء کو چھونے لگا اور ہاتھ پاؤں ہلائے تو میں نے ان سب کو صحیح سلامت پایا اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا تو میں نے اس حال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میں نے ایک بڑا پتھر اٹھایا، تا کہ اپنے پاؤں میں لگی ہوئی زنجیر کو توڑ دوں، اور میرے پاؤں میں جو زنجیر تھی وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کانچ کی مانند ہو گئی تھی تو میں نے وہ پتھر اس پر زور سے مارا تو وہ ٹوٹ گئی، اور پہاڑ میں سے ایک زوردار آواز آئی تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں قلعہ کے لوگ اسے سن نہ لیں اور اس کی آواز کی وجہ سے جاگ نہ اٹھیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بچا لیا، اور میں کھڑا ہو کر برف میں چلنے لگا۔

کافی دیر تک چلتا رہا، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل راستے میں وہ لوگ میرے پیر کے نشانات دیکھ لیں اور میرا پیچھا کریں اور پھر میں ان سے چھوٹ نہ سکوں، چنانچہ میں نے ایک نہر کی طرف رخ موڑ لیا جس کا نام خابور تھا، جب میں اس کے کنارے پر پہنچا تو میں اپنے گھٹنوں تک پانی میں ڈوب گیا۔ اور میں اسی طرح ایک فرسخ تک چلتا رہا۔ میں مسلسل نہر میں چلتا رہا، یہاں تک کہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں میرے پاؤں سردی کی وجہ سے شل نہ ہو جائیں تو میں نہر سے نکل کر کنارے پر چلنے لگا، کنارے پر تھوڑی دیر چلنے کے بعد دوبارہ نہر میں چلنا شروع کیا اور کچھ ایسی جگہ کا بھی سامنا ہوا جس میں میں نہ چل سکا، کیونکہ اس کی مٹی سیلاب بہا

کر لے گیا تھا، تو ایسی جگہ میں تیر لیتا، پس میں اسی طرح چار فرسخ تک چلا، یہاں تک کہ میں ایک خیمے تک پہنچا جس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے نہ پہچانا اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا، وہ لوگ کرد قوم میں سے تھے، تو میں نے انہیں اپنا پورا قصہ سنایا اور ان سے پناہ مانگی، تو انہوں نے مجھ پر ترس کھا کر مجھ پر کمبل ڈالا اور میرے سامنے آگ جلائی، مجھے کھانا کھلایا، اور مجھے قلعے والوں سے چھپایا۔ اگلے دن ان کی تلاشی ہوئی تو انہوں نے میری خبر کسی کو نہ ہونے دی۔

آخر کار جب تلاشی ختم ہو گئی تو انہوں نے مجھے موصل پہنچا دیا اور میں چپکے سے موصل میں داخل ہو گیا۔

اس وقت ناصر الدولہ بغداد میں تھے، چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور اپنی ساری داستان سنائی۔ تو انہوں نے مجھے اپنی بیوی سے بچایا، میرے ساتھ حسن سلوک کیا، اور مجھے اختیار دے دیا کہ جو چاہے کرو۔[1]

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہیں، ہلاکت کے اسباب میں اس کے لئے حفاظت پیدا فرما دیں، قتل کا پروانہ ہی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے، لہٰذا کیسے بھی حالات خراب ہوں، کیسی بھی پریشانی ہو مسلمان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے، بقدرِ استطاعت جائز اور ضروری تمام تدابیر پریشانیوں کو دور کرنے کی اختیار کرنی چاہیے اور پھر دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے۔

وہ ایک ہی رات میں بوڑھا ہو گیا

قاضی ابوعمر محمد بن یوسف ازدی فرماتے ہیں: جب ابن معتز نے مجھے قید کر دیا تو اس وقت میری داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہ تھا۔

میرے ساتھ قاضی ابوالمثنیٰ اور محمد بن داود جراح بھی قید کیے گئے، اس طور پر کہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۷۷

ہم سب ایک ہی جیل میں، تین ایک ساتھ ملے ہوئے کمروں میں تھے۔ میرا کمرہ بیچ میں تھا۔ ہم سب زندگی سے مایوس ہوگئے تھے۔ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو میں کبھی ابوشنیٰ سے باتیں کرنے لگتا اور کبھی محمد بن داؤد سے۔ اور وہ دونوں مجھ سے دروازے کے پیچھے سے گفتگو کرتے۔ اور ہم میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو وصیتیں کرتا اور لحہ بہ لحہ ہمیں اپنی موت کا یقین ہوتا چلا جارہا تھا۔

ایک رات جب کہ دروازے بند ہو چکے تھے اور ہم پر مقرر پہریدار سو چکے تھے، ہم اپنے کمروں میں باتیں کررہے تھے کہ اچانک ہم نے تالوں کے کھلنے کی آواز سنی تو ہم سب خوف زدہ ہوکر اپنے اپنے کمروں کے سامنے کے حصے کی طرف چلے آئے۔

ہم کو ایسا محسوس ہوا کہ دروازہ محمد بن داؤد کا کھلا اور انہیں باہر نکالا گیا۔ اور جب انہیں قتل کرنے کے لئے لٹایا گیا تو وہ کہنے لگے: اے لوگو! تم تو بکری کی طرح ذبح کررہے ہو، وہ مطالبات کہاں گئے اور میرا مال کہاں گیا کہ جس کو فدیہ میں دے کر میں خود کو چھڑا لوں؟

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: کسی نے ان کی بات کی طرف دھیان نہ دیا اور ان کو قتل کردیا۔ میں انہیں دروازے کی جھری میں سے دیکھ رہا تھا۔ پورا صحن روشن ہوگیا تھا اور روشنی کی کثرت کی وجہ سے دن کا سماں لگ رہا تھا۔ انہوں نے ان کا سر تن سے الگ کردیا، دھڑ کو گھسیٹ کر گھر کے کنویں میں ڈال دیا اور سر کو اپنے ساتھ لے گئے، اور دروازے بند کرکے چلے گئے۔

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: مجھے اپنے قتل ہونے کا پورا یقین ہوگیا تو میں نماز و دعا اور آہ و بکا میں مشغول ہوگیا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ مجھے پھر تالے کھلنے کی آواز آئی، میں دوبارہ خوف زدہ ہوگیا۔ وہ لوگ قاضی ابوشنیٰ کے کمرے کی طرف آئے اور تالا کھول کر انہیں باہر نکالا۔

پھر ان سے کہنے لگے: امیر المؤمنین نے تم سے کہا ہے، اے اللہ کے دشمن! اے فاسق! تمہیں میرا عہد توڑنے اور میری اطاعت سے نکلنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

کہنے لگے: کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ امامت (خلافت) کے مستحق اور لائق نہیں۔ خلیفہ کے لوگ کہنے لگے: امیر المؤمنین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں ان کفریہ کاموں سے توبہ کی ترغیب دیں، اگر تم نے توبہ کرلی تو ہم تمہیں دوبارہ قید خانے میں ڈال دیں گے ورنہ تمہیں قتل کردیں گے۔

وہ کہنے لگے: کفر سے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ، میں نے کوئی کفریہ کام نہیں کیا۔

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: وہ اپنے نظریہ پر ڈٹے رہے اور اپنی بات سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔

جب وہ لوگ ان سے مایوس ہوگئے تو کچھ لوگ خلیفہ کے پاس گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو میں سمجھا کہ وہ اسے قتل کرنے کی اجازت لے کر آئے۔

پھر انہیں لٹایا اور قتل کردیا اور میں ان کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے ان کا سر اپنے ساتھ لے لیا اور ان کا دھڑ کنویں میں ڈال دیا۔ میرے تو حواس ہی اڑ گئے، اوسان خطا ہوگئے اور میں رونے دھونے اور دعا میں مشغول ہوگیا اور اللہ عزوجل کے سامنے گڑگڑانے لگا۔

چنانچہ رات کا آخری پہر تھا، میں نے ڈھول پیٹنے کی آواز سنی۔

اس کے بعد اچانک تالے کھلنے کی آواز آئی تو میں نے سوچا: کہ اب تو میں ہی باقی بچا ہوں اور اب مجھے بھی قتل کیا جائے گا تو میں تیار ہوگیا۔ ان لوگوں نے میرا دروازہ کھولا اور مجھے صحن میں کھڑا کردیا اور کہنے لگے: امیر المؤمنین نے تمہیں کہا ہے: اے مجرم و خطاوار! تم نے میرا عہد توڑنے کی کیسے جرأت کی؟

میں نے کہا: یہ میری غلطی، نادانی اور بدنصیبی ہے اور میں اس گناہ سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

میں اسی طرح اپنی غلطی کا اعتراف کرتا رہا تو ان میں سے کچھ لوگ خلیفہ کے پاس چلے گئے اور پھر دوبارہ آئے اور کہنے لگے: تمہاری حاضری ہوگی، چلو حاضری دو! پھر کہنے لگے: تم پر کوئی الزام نہیں۔ تمہارے بارے میں وزیر نے (یعنی ابن فرات نے) سفارش کی ہے اور اب تمہیں اسی کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ لوگ میرے جوتے، چادر اور عمامہ لے کر آئے۔ میں نے وہ جوتے پہنے، عمامہ باندھا اور باہر آگیا۔ مجھے خلیفہ کے محل میں ابن فرات کے پاس لایا گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے میرا جرم اور میری خطائیں یاد دلانے لگا اور میں اعتراف کرتا گیا اور درگزر کی درخواست کرتا گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: امیر المؤمنین نے تمہارا گناہ مجھے ایک لاکھ دینار کے بدلے دے دیا ہے۔ اور میں نے اتنے دینار دے کر تمہارا جرم خرید لیا ہے۔ اب تمہیں یہ دینار مجھے دینے ہوں گے یہ تمہارے ذمے ہیں۔

میں نے کہا: اے وزیر! میں نے تو اتنی رقم کبھی اکٹھی دیکھی بھی نہیں ہے۔ اس نے مجھے آنکھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا اور مجھے چپ کروایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ وزیر ابن فرات مجھے چھڑانا اور میرا خون معاف کرانا چاہتا ہے۔

میں نے کہا: وزیر جو بھی حکم دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے۔ تو وزیر نے حکم دیا: اس کو میرے گھر لے جاؤ۔

چنانچہ مجھے پکڑ کر اس کے گھر لے جایا گیا، اس نے میرا معاملہ ایک لاکھ دینار پر طے کیا کہ اس میں سے آدھی رقم میں ابھی ادا کروں۔

جب میں ابن فرات کے گھر پہنچا تو اس نے میرے کھانے پینے اور لباس کا خوب اہتمام کیا اور مجھے نہانے کا کہا۔

جب میں حمام سے نکلا اور میں نے اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا تو میری آگے کی داڑھی کے کچھ بال سفید ہو چکے تھے۔ میں اس ایک ہی رات میں بوڑھا ہو گیا تھا۔

میں نے تیس ہزار سے کچھ زائد دینار ادا کیے۔ جبکہ ابن فرات نے باقی رقم مجھے

معاف کر دی، اس نے مجھے میرے گھر بھیج دیا اور اس طرح میری جان بچ گئی۔

میں اپنے گھر میں کئی سال اس طرح رہا کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہی رہتا تھا۔ میں بہت کم ہی کسی کو دیکھ پاتا۔ میں تو بس فقہ کی تدریس اور علمی تحقیق میں پوری طرح منہمک ہو کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ فرمایا اور مجھ پر پریشانی والی کیفیت دور کر دی اور میں پھر سے گھر سے نکل کر اپنے کام کاج میں لگ گیا۔[1]

بغداد میں ایک فتنہ بھڑک اٹھا جس نے ایک بے گناہ قیدی کو رہا کر دیا

ابو علی وکیل فرماتے ہیں:

میں مقتدر باللہ کے زمانۂ خلافت میں شہر بغداد میں قیدیوں کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ تو میں نے زمین کے نیچے قید خانے میں ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا ایک قیدی دیکھا جس کی پیٹھ پر ایک لوہے کی اینٹ تھی جس کا وزن ۶۰ رطل تھا۔ میں نے اس سے اس قصے کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: خدا کی قسم میں مظلوم ہوں۔

میں نے اس سے کہا: تم پر کیا گزری؟

کہنے لگا: ایک رات میں اپنے دوست کے یہاں ضیافت میں گیا۔ میں اس کے یہاں سے اخیر رات کی تاریکی میں نکلا۔

ابھی میں سڑک کے کنارے پر چل ہی رہا تھا کہ مجھے چوکیداروں کی قندیلیں اور مشعلیں دکھائی دیں۔ میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ میں کیا کروں۔

اچانک مجھے بانس کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ (جو کہ دکانوں کے دروازوں پر لگائے جاتے ہیں) میں نے ان بانسوں کو ادھر اُدھر کیا اور دکان میں داخل ہو کر وہ بانس اسی طرح

[1] تجارب الامم: ۱۴/۱

دوبارہ لگا دیئے۔ میں دکان کے اندر کھڑا ہو گیا، تاکہ جب چوکیدار چلے جائیں تو میں نکل جاؤں۔

جب چوکیدار اس جگہ پہنچے تو انہیں اس بانس کے ڈھیر میں کچھ گڑ بڑ لگی۔ کہنے لگے: اس دکان کی تلاشی لو۔

جب سارے سپاہی مشعلیں لے کر داخل ہوئے تو میں نے اچانک اس کی روشنی میں دکان کی زمین پر ایک شخص کی لاش دیکھی جس کے سینے پر ایک چھرا گھونپا ہوا تھا۔ میں بری طرح سے ڈر گیا۔

ان سپاہیوں نے جب اس لاش کو دیکھا اور مجھے اس کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ قاتل میں ہی ہوں۔

مجھے سپاہیوں نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پھر مجھے بلا کر خوب مارا۔ اور مجھے طرح طرح کی سزائیں دی گئیں، لیکن میں جرم ماننے سے انکار ہی کرتا رہا۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہا ہوں اس لئے اور زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔

میرے گھر والے آئے ان کا حاکم کے رشتہ داروں پر ایک احسان تھا اس لئے انہوں نے میری سفارش کی اور اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو لائے جنہوں نے میری شرافت کی گواہی دی، لیکن ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی، چنانچہ ہر قسم کی اذیتیں سہہ لینے کے بعد میرے قتل کی سزا معاف تو ہو گئی، مگر مجھے زمین کے نیچے تہہ خانے میں منتقل کر کے اس لوہے کا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا، جو تم دیکھ رہے ہو۔ اور میں ۱۶ سال سے اسی حال میں ہوں، یہ ہے میرا قصہ۔

ابو علی فرماتے ہیں: مجھے اس کی یہ آزمائش اور مشقت بہت زیادہ معلوم ہوئی اور میں اس کا قصہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ تو وہ مجھے کہنے لگا: آپ کو کیا ہو گیا۔ خدا کی قسم! میں اس حال میں ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت اور فضل سے مایوس نہیں ہوا۔ آہستہ آہستہ مشکلات تو دور ہو ہی جاتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ آزمائش ختم ہو

ہی جاتی ہے۔

ابو علی فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی اس نے یہ بات کی ہی تھی کہ خوب چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں، سلاخیں ٹوٹ گئیں اور حراست ختم ہو گئی۔ کئی لوگ جیل کے تہہ خانے میں پہنچ گئے اور وہاں سے سب لوگوں کو باہر نکالا۔ وہ شخص بھی ان لوگوں کے ساتھ نکل گیا۔ میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے ساتھ اور تمام قیدیوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا۔[1]

روم نے اسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قیدی بنایا اور عبدالملک کے دور میں رہا کیا

ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان دمشق کے شاہی محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک عبدالملک کے پاس شام کی سرحدوں کی طرف سے ایک قاصد ایک خط لے کر آیا۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ بہت سے رومی گھوڑ سواروں کو مسلمانوں نے سرحد پر آتے ہوئے دیکھا تو مسلمان لڑنے کی غرض سے ان کی طرف دوڑے۔ ان رومیوں کے ساتھ قباث نامی ایک آدمی تھا جو کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت میں قیدی بنا تھا۔ جب رومیوں کا مسلمانوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو رومیوں نے کہا: ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ ہم تو صرف اس مسلمان کو لے کر آئے ہیں تاکہ اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیں کیونکہ شہنشاہ روم نے ہم کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ تو عبدالملک نے اس مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب وہ شخص عبدالملک کے پاس حاضر ہوا تو اس نے دریافت کیا: تم کون ہو؟

وہ کہنے لگا: قباث بن رزین لخمی میرا نام ہے۔ میں مصر کے شہر فسطاط کی مشہور

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۷۸ تا ۸۱ بحوالة تجارب الامم

جگہ حمراء میں رہتا ہوں۔ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قید ہوا جس وقت روم کا بادشاہ توم بن مرزق تھا۔

پھر اس سے عبدالملک نے پوچھا: اس کا تم لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا؟

وہ کہنے لگا: میں نے اس شخص سے زیادہ اسلام کا اور مسلمانوں کا سخت دشمن کسی کو نہیں دیکھا، ہاں ایک بات ہے کہ وہ بہت بردبار تھا۔ مسلمان اس کے دور میں دوسرے حکمرانوں کی بہ نسبت قدرے بہتر حال میں تھے، لیکن جب خلافت اس کے بیٹے کو سپرد کی گئی تو اس نے بادشاہ بنتے ہی یہ ارشاد جاری کیا کہ قیدی جب مستقل ایک ہی شہر میں ٹھہرائے جاتے ہیں تو وہ اس سے مانوس ہو جاتے ہیں، اگرچہ وہ قیدی بہت برے حال میں ہوں۔ اس لئے اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی کہ انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرتے رہا جائے۔ پھر اس نے تیر منگوائے اور ہر تیر پر شہر کے رومی جرنیلوں میں سے ایک ایک جرنیل کا نام لکھا۔ اور پھر ہر سال چار مرتبہ ان تیروں کو گھمایا جاتا تو پہلے تیر میں جس جرنیل کا نام نکلتا وہاں مسلمانوں کو منتقل کر دیا جاتا۔ وہ ان کو اپنے پاس ایک مہینہ قید رکھتے اور پھر دوسرے کی طرف منتقل کر دیتے۔ اسی طرح تیسرے کی طرف پھر اس کے بعد دوبارہ تیر اسی طرح گھمائے جاتے۔

جب بھی ہم کسی جرنیل کے پاس جاتے تو وہ ہمیں یہی کہتا: خدا کا شکر کرو کہ تمہیں برجان کے جرنیل کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ تو ہم اس کے نام سے ہی خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ اور اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے تھے کہ اس نے ہمیں اس سے دور ہی رکھا۔ اسی طرح ہمیں کافی عرصہ گزر گیا۔

ایک مرتبہ جب تیر گھمائے گئے تو پہلا اور دوسرا تیر کسی اور دو جرنیلوں کے نام نکلے اور تیسرا تیر برجان کے جرنیل کے نام نکلا۔ دو مہینے ہمارے کافی پریشانی میں کسی ناخوشگوار واقعے کا انتظار کرتے ہوئے گزرے۔ جب دو مہینے پورے ہوئے تو ہمیں

برجان کے جرنیل کے پاس لے جایا گیا۔ ہم نے اس کے دروازے پر سابقہ جرنیلوں کے خلاف زیادہ مجمع دیکھا۔ اور دوسروں کے برخلاف اس کے سپاہیوں میں زیادہ سختی دیکھی۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے اس میں جتنی سختی اور تندخوئی دیکھی اس سے ہمیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے داروغۂ جیل کو بلوایا اور مسلمانوں کو اسی طرح قید کرنے کا حکم دیا جس طرح دوسرے جرنیل حکم دیا کرتے تھے، تو داروغۂ جیل ایک ایک کر کے سب کو قید کرتا گیا، یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچا۔ میں جرنیل کی طرف دیکھنے لگا تو مجھے ایسا لگا کہ وہ مجھے دوسروں کی بہ نسبت الگ ہی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو کی اور مجھ سے میرا نام ونسب اور پتہ پوچھا جس طرح امیر المومنین نے مجھ سے دریافت کیا۔ تو میں نے اس کو سب سچ سچ بتا دیا۔

پھر وہ مجھ سے کہنے لگا:

تمہیں اپنی کتاب (قرآن مجید) کتنی یاد ہے؟

میں نے بتایا: میں حافظ ہوں۔ کہنے لگا: سورۂ آل عمران پڑھو! تو میں نے اس کی پچاس آیتیں پڑھ کر سنائی۔

وہ کہنے لگا: تم تو فصیح قاری ہو۔ پھر اس نے مجھ سے اشعار روایت کرنے کے بارے میں پوچھا: میں نے اسے بتایا: ہاں میں روایت کرتا ہوں۔

اس نے مجھے مخصوص شاعروں کے شعر پڑھنے کو کہا اور کہنے لگا:

تم ایک خوش بیان راوی ہو۔

اس نے اپنے نائب سے کہا: مجھے یہ شخص بہت قابل لگتا ہے اس لئے اسے قید نہ کرو پھر کہنے لگا: یہ تو انصاف نہ ہوا کہ میں اس کے ساتھیوں کے ساتھ برا سلوک کروں۔ اس لئے اس کے ساتھیوں کو بھی رہا کر دو اور ان کا اکرام کرو اور ان کی ضیافت میں کوئی کسر نہ چھوڑو۔

پھر اس نے اپنے باورچی کو بلایا اور اس سے کہا: جب تک یہ عربی میرے پاس ہے میں اس کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا خبردار! وہ چیزیں نہ پکانا جو مسلمانوں پر حرام ہیں اور اپنے پکوانوں میں سے کسی چیز میں بھی شراب نہ ڈالنا۔ پھر اس نے اپنا کھانا منگوایا اور مجھے اپنے پاس طلب کیا تو میں آکر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

میں نے اس سے کہا: میں اور میرے والد آپ پر قربان، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ آپ عرب کے کس خاندان سے ہیں؟

وہ ہنس کر کہنے لگا: میرے پاس تمہارے سوال کا کوئی جواب نہیں، کیونکہ میں عربی نہیں ہوں کہ میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دوں۔

میں نے اس سے کہا: پھر آپ کی عربی میں اتنی فصاحت کیسی ہے؟

وہ کہنے لگا: اگر زبان کا جان لینا ہی انسان کو اپنی جنس سے اس جنس میں تبدیل کر دیتا جس کی زبان اسے آتی ہے تو پھر تو تمہیں رومی ہونا چاہئے۔ کیونکہ جتنی فصاحت میری عربی زبان میں ہے تو تمہاری رومی زبان میں فصاحت اس سے کم تو نہیں، اس اعتبار سے تمہارے کہنے کے مطابق تو تمہیں رومی اور مجھے عربی ہونا چاہئے۔

میں نے اس کی بات کی تائید کی۔ چنانچہ میں اس کے پاس پندرہ دن رہا اور میں اس سے پہلے کبھی اپنی زندگی میں اس سے زیادہ آسائش میں نہیں رہا۔

سولہویں رات کو میں نے سوچا کہ آدھا مہینہ گزر چکا، اور وہ دن قریب آرہا ہے کہ مجھے دوسرے جرنیل کے پاس جانا ہوگا تو میں ساری رات غمگین رہا۔

سولہویں دن اس کا قاصد مجھے کھانے کے لئے بلانے آیا، میں چلا گیا اور جب کھانا ہمارے سامنے پیش ہوا اور اس نے مجھے خلاف معمول کم کھاتے ہوئے دیکھا، تو ہنسنے لگا پھر اس نے مجھ سے کہا: اے عربی! میں جانتا ہوں کہ جب آدھا مہینہ گزر گیا تو تم نے سوچا کہ وہ دن قریب آرہا ہے کہ جب تم میرے پاس سے کسی اور

جرنیل کی طرف منتقل ہو جاؤ گے جو تمہارے ساتھ میرے جیسا سلوک نہیں کرے گا۔ اور تم اس کے ساتھ اس طرح نہیں رہو گے جس طرح میرے ساتھ رہتے ہو۔ اس لئے تم رات بھر جاگتے رہے۔ اور اس کی وجہ سے تمہیں ایسا غم لگ گیا جس نے تمہارے کھانے کو کم کر دیا اور تمہارے کھانے پر اثر انداز ہوا۔ تو میں نے اسے بتایا: آپ کا خیال بالکل درست ہے۔

جب پورا مہینہ گزر گیا اور تیر گھمائے گئے تو تینوں تیر دوسرے جرنیلوں کے نام کے نکلے تو میرے ساتھیوں کو وہاں بھیج دیا گیا اور میں اکیلا رہ گیا۔

میں نے اس روز اسی جرنیل کے پاس ناشتہ کیا۔ اور میری عادت تھی کہ میں ناشتہ کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس چلا جاتا تھا۔ پھر ہم مل بیٹھ کر باتیں کرتے، اپنا دل بہلاتے، قرآن پڑھتے، جماعت سے نماز پڑھتے، فرائض کا مذاکرہ کرتے اور ایک دوسرے سے حفظ کیا ہوا قرآن اور دوسرے علم وغیرہ کی باتیں سنا کرتے۔ جب میں اس دن کھانے کے بعد اسی جگہ گیا جہاں میں جاتا تھا اور جہاں مسلمان ساتھی ہوا کرتے تھے تو وہاں مجھے صرف کفار ہی نظر آئے۔ میں بہت دل برداشتہ ہوا۔ میری شدید خواہش ہوئی کہ کاش! میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا۔ میں نے وہ کٹھن رات جاگتے جاگتے گزاری، اور جب صبح ہوئی تو میں بہت زیادہ ناامید اور بہت زیادہ بے حال تھا۔

دوپہر کے وقت قاصد مجھے بلانے آیا تو میں اس جرنیل کے پاس اس حال میں گیا کہ غم کے آثار میرے چہرہ پر نمایاں تھے۔ اور میں نے جب کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے میرا ہاتھ پہلے کے برخلاف کیفیت میں بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ ہنستے ہوئے کہنا لگا: میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے ساتھیوں سے بچھڑنے کا غم ہے۔

میں نے اس کے خیال کی تصدیق کی۔ اور اس سے پوچھا: کیا آپ کسی طرح

انہیں اپنے ماتحت واپس بلا سکتے ہیں؟

اس نے کہا: بادشاہ نے تمہارے ساتھیوں کو میرے پاس سے دوسرے جرنیل کے پاس منتقل کیا ہے۔ وہ صرف اور صرف انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا کرتا ہے۔ اور بہت مشکل ہے کہ وہ میرے تمہارے ساتھ لگاؤ اور محبت کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے سے باز آجائے اور ان کو تکلیف پہنچانے والی تدبیریں چھوڑ دے۔ اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی قدرت نہیں۔

میں نے اس سے کہا: آپ بادشاہ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے آپ کی ماتحتی سے نکال کر میرے ساتھیوں کے ساتھ شامل کر دے، تاکہ وہ سب جہاں ہوں میں بھی ان کے ساتھ رہوں۔

وہ کہنے لگا: اس سلسلہ میں بھی میں کچھ نہیں کر سکتا، کیونکہ میں اس بات کی اجازت تو نہیں لے سکتا کہ تمہیں خوشحالی سے بدحالی، عزت سے ذلت اور آسائش سے تنگی کی طرف منتقل کر دوں۔

جب اس نے یہ بات کہی تو میں دل برداشتہ اور غمگین ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: تم تو انتہائی غمگین ہو گئے ہو؟

میں نے کہا: میں بہت زیادہ غمگین ہو گیا ہوں اور میرا غم انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور میں موت کو زندگی پر ترجیح دے رہا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔

اس نے کہا: اگر تم سچے ہو تو تمہارے غم کے دور ہونے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کیسے پتا چلی؟

اس نے کہا: میں بھی ایسی مصیبتوں میں پڑ چکا ہوں جو تمہاری مصیبتوں سے زیادہ ہولناک تھیں اور بعد میں اس کا نتیجہ راحت کی شکل میں ملا۔

اس نے مجھے بتایا: میرے ملک میں یہ جرنیل کا عہدہ میرے آباء واجداد سے

ورثہ میں چلا آرہا ہے۔ ہماری تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ پھر میرے والد اور چچا کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اور یہ عہدہ میرے چچا کے پاس تھا، میرے والد کے پاس نہ تھا۔ میرے والد اور چچا کے یہاں اولاد ہونے میں تاخیر ہوئی تو میرے والد اور چچا نے اطباء پر بہت پیسہ خرچ کیا اپنے اس علاج کے لئے جس سے آدمی کو عورت پر قدرت ہوتی ہے۔ پہلے طبیبوں نے چچا کا علاج کیا، لیکن چچا صحت یاب نہ ہو سکے اور مایوس ہوئے تو اطباء میرے والد کے علاج کرنے میں مصروف ہو گئے، جس میں ان کو کامیابی ہوگئی۔ جب چچا کو پتا چلا تو اس نے بہت سی حاملہ عورتوں کو جو کہ مختلف زبانیں جانتی تھیں جمع کیا جن میں عربی، رومی، فرنگی، صقلاجی، خزرجی وغیرہ تھیں، اس نے ان سب کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔

جب میں پیدا ہوا تو چچا نے سب عورتوں کو میرے پاس رہنے کا حکم دیا اور ہر ایک سے یہ بات کہہ دی کہ اس سے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان میں بات نہ کرے۔

ابھی میں پورے چار سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ میں ان ساری زبانوں میں گفتگو کرنے لگا جو ان عورتوں نے سکھائی تھی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ میرے ساتھ کھیلنے والے اور میری تربیت کرنے والے اسی جنس میں سے ہوں جس جنس میں سے میری پرورش کرنے والی عورتیں تھیں۔ وہ سب مجھے لکھنا اور اپنی اپنی کتابیں پڑھنا سکھاتی تھیں تو میں نے نو سال کے اندر ہی سب کچھ سیکھ لیا۔

میرے چچا نے حکم دیا کہ گھوڑ سواروں کی ایک جماعت میرے ساتھ رکھی جائے اور وہ تمام باتیں مجھے سکھائی جائیں جن کو گھوڑ سوار سیکھتے ہیں۔ مجھے گھر میں رہنے کے بجائے خیمے میں رہنے کا حکم دیا اور مجھے سوائے اس گوشت کے جو پرندہ شکار کر کے لائے یا کتا شکار کر کے لائے یا تیر سے شکار کیا ہوا ہو اور کوئی گوشت کھانے کی اجازت نہ تھی۔ اسی طرح سے دس سال گزر گئے۔ پھر میرے چچا کا

انتقال ہوگیا اور یہ عہدہ میرے چچا کے بعد میرے والد کو ملا۔

ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے اپنے پاس بلوایا اور ملکی صورتِ حال پر مجھ سے بات کی تو جب انہوں نے میری فہم وفراست اور میرے آداب واخلاق کو دیکھا تو مجھ سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے وہ تمام کام کرنے کی اجازت دے دی جس کی عام طور پر بادشاہ اپنی اولاد کو اجازت نہیں دیتے۔ میرے لئے تلواریں، خیمے اور ریشم تیار کیا اور میرے پاس گھوڑ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت بھیجی اور سب کو ان کی ضرورتوں کا سامان فراخی سے دیا۔ اور مجھے گھر سے دور خیموں میں رہنے کا حکم دیا۔

جب میں پندرہ سال کا ہوا تو ایک دن میں اپنے رہنے کے لئے ایک مکان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ مجھے پانی کا ایک تالاب نظر آیا جو لمبائی میں میرے اندازے کے مطابق ۱۰۰۰ گز اور چوڑائی میں ۳۰۰ سے ۴۰۰ گز کے درمیان تھا۔ میں نے اپنا خیمہ وہاں لگانے کا حکم دیا اور شکار کرنے نکل پڑا۔ اس روز مجھے اتنا شکار ملا جس کی کبھی میں نے خواہش بھی نہ کی تھی۔ واپسی پر میں خیمے میں آیا اور باورچیوں کو کھانا بنانے کا حکم دیا تو انہوں نے میرا پسندیدہ کھانا بنایا، پھر دستر خوان لگایا، میں ابھی کھانا نکلتے ہوئے دیکھ ہی رہا تھا کہ میں نے چیخ وپکار کی آوازیں سنیں پھر آوازوں کے ساتھ ہی میں نے اپنے ساتھیوں کے سر ان کے تن سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے۔ چنانچہ میں جس جگہ تھا وہاں سے دور چلا گیا اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے انہیں اتار کر اپنے غلام کے کپڑے پہن لئے۔ پھر میں نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو مجھے ہر طرف لاشیں ہی پڑی ہوئی نظر آئیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ میرے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک برجان کے فوجی دستوں نے کیا۔

مجھے غلام کی طرح قید کر دیا گیا۔ ہمارا سارا ساز وسامان تلواریں وغیرہ سب اٹھا لے گئے۔ اور وہ لوگ مجھے برجان کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔

اس بادشاہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے ساتھ

رعایت کرنے اور اپنے سے قریب رہنے کا حکم دیا۔ اور مجھے اپنا بیٹا بنا لیا۔

بادشاہ کی ایک بیٹی تھی۔ وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس نے اس کو شہ سواری اور گھوڑ دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی سکھایا تھا۔

ایک مرتبہ برجان کے بادشاہ نے میری موجودگی میں اپنے چند جرنیلوں سے کہا: تم میں سے کون روم کے بادشاہ کے پاس جا کر اس کے شہر سے ایک کاتب کو لے کر آئے گا، تاکہ وہ میری بیٹی کو لکھنا سکھائے۔

میں نے اس سے کہا:

اس کا قاصد مجھ سے زیادہ لکھائی جاننے والا لے کر نہیں آسکتا۔ اس نے مجھے اپنے سامنے لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے لکھ کر دکھایا۔ اس نے میرے خط کی تعریف کی۔ اور جب اس نے میرے خط کا ان خطوط کے ساتھ موازنہ کیا جو میرے والد مجھے بھیجتے تھے تو اس کو میرا خط اس سے بھی زیادہ عمدہ لگا، چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو میرے پاس بھیج دیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اسے لکھنا سکھاؤں۔

وہ میرے ساتھ تیرہ سال رہی، میں اس سے محبت کرنے لگا اور وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی۔ پھر ایک دن وہ میرے پاس روتی ہوئی آئی تو میں نے اس سے کہا: شہزادی صاحبہ! آپ کیوں رو رہی ہیں؟

کہنے لگی: چھوڑو مجھے رونے ہی دو۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی۔

کہنے لگی: میں آج رات اپنے والدین کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور ابھی نیند کی آغوش میں جانے والی ہی تھی کہ میں نے اپنے والد کو میری والدہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: ہماری بیٹی جوان ہوگئی ہے اور یہ رومی بھی سمجھدار ہوگیا ہے، لہٰذا ان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ دونوں آج کے بعد اکٹھے بیٹھیں۔ جب ہماری بیٹی کل اس کے ساتھ بیٹھے تو تم ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان دونوں کو علیحدہ کروا دینا، تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔

جرنیل کہنے لگا: برجان نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا ارادہ کرے تو اس آدمی کے پاس پیغام نکاح بھیجے جس کو اس کی بیٹی پسند کرے۔

جرنیل کہنے لگا: میں نے شہزادی سے کہا: جب تم سے تمہارے والدین پوچھیں کہ تمہاری کیا خواہش ہے کہ میں تمہارا کس شخص سے نکاح کروں تو تم کہہ دینا کہ میں صرف اس رومی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ تو وہ جھنجلا کر کہنے لگی: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے والد سے ایک غلام کے ساتھ نکاح کرنے کا کہوں۔ میں نے اس سے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے غلام نہیں بنایا، میں تو شہزادہ ہوں اور میرے والد روم کے بادشاہ تھے۔

برجان کے باشندے رومی جرنیل کو جو کہ برجان کی حدود پر متعین ہو روم کا بادشاہ کہتے تھے۔

تو وہ مجھ سے پوچھنے لگی: کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

میں نے اسے بتایا: یہ بالکل سچ ہے۔

ابھی ہماری بات بھی پوری نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کا قاصد آگیا اور اس نے ہم دونوں کو علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد تین دن ہی گزرے تھے کہ مجھے بادشاہ نے طلب کیا۔ میں اس کے پاس حاضر ہوا، میں نے اس کے چہرے پر بُرے تاثرات ثبت دیکھے۔

اس نے مجھ سے کہا: اے بدبخت! تم نے اپنے نسب کے بارے میں مجھ سے جھوٹ کیوں کہا؟ جب کہ میں اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کو قتل کی سزا دیتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: میں نے اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف خود کو منسوب نہیں کیا۔

اس نے مجھ سے کہا: تمہارا دعویٰ ہے کہ تم بادشاہ روم کے بیٹے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں بالکل میں یہی کہتا ہوں اور چلئے آیئے میں اس کو ثابت بھی کر دوں۔

وہ کہنے لگا: میں کسی قاصد کو بھیج کر تمہارے معاملہ کی تحقیق کروانا ضروری نہیں سمجھتا، لیکن میں تمہیں چند باتوں سے آزماؤں گا جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

میں نے کہا: چلئے جس ذریعہ سے چاہیں تحقیق کر لیں۔ اس نے ایک گھوڑا، عرق گیر، زین اور لگام منگوائی، اور مجھے گھوڑا تھامنے کا حکم دیا تو میں نے گھوڑا سائیس کے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر اس نے عرق گیر پکڑنے کا حکم دیا تو میں نے اسے پکڑا، اور گھوڑے پر ڈالنے کا کہا تو میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد مجھے زین تھامنے کا حکم دیا تو میں نے اسے پکڑا۔ پھر پیٹی، درہ اور گھوڑے کا تنگ باندھنے کا کہا اور لگام پکڑنے اور گھوڑے کو لگام لگانے کا حکم دیا تو میں نے وہ بھی کر دکھایا۔ پھر مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا تو میں سوار ہو گیا۔ پھر چلنے کا حکم دیا تو میں چلا۔ پھر مجھے آنے اور پھر جانے کا حکم دیا تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر مجھے اترنے کا کہا تو میں اترا۔

تب اس نے کہا: میں مان گیا کہ یہ بادشاہ روم کا بیٹا ہے، کیونکہ اس نے گھوڑے کو بالکل شاہی انداز میں تھاما اور باقی سارے کام بھی بالکل شاہانہ انداز میں کئے۔ اس لئے گواہ رہنا کہ میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں۔

سب جرنیلوں نے کہا: ہم گواہ ہیں اس نے کہا: ابھی گواہی مت دو۔

جب میں نے اس کی یہ بات سنی کہ: ''ابھی گواہی مت دو'' تو میں پریشان ہو گیا کہ اب کیا مصیبت آگئی۔ تو اس نے مجھ سے کہا: میں نے یہ گواہی اس لئے نہیں رکوائی کہ میں تمہیں ناپسند کر رہا ہوں۔ لیکن ہمارے یہاں کچھ روایات ہیں جن کی ہم

مخالفت نہیں کر سکتے۔ خدانخواستہ تمہارے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آسکتا ہے تو ہم تمہیں اس روایت کی بھینٹ چڑھا دیں یا پھر ہمیں تمہارے لئے اپنی اس روایت کو چھوڑنا پڑے گا اس طرح تو ہم اپنے رواجوں کو توڑنے والے بن جائیں گے۔

اے رومی! ہمارے یہاں رواج یہ ہے کہ ہم میاں بیوی کے درمیان اگر ان میں سے کوئی ایک مر جائے تو تب بھی علیحدگی نہیں کرتے۔ اگر شوہر بیوی سے پہلے مر جاتا ہے تو ہم اس عورت کو اس آدمی کے ساتھ اس کے تابوت میں لٹا دیتے ہیں۔ اور ان دونوں کو ایک ساتھ اٹھا کر ایک کنویں میں اتار دیتے ہیں جو کہ ہمارے مردوں کا ٹھکانا ہے۔ اور ان دونوں کے ساتھ تین دن کا کھانا پینا رکھ کر ان کو کنویں میں اتار دیتے ہیں۔ پھر جب وہ اس کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں تو ہم رسیاں ان دونوں پر ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر عورت اپنے شوہر سے پہلے مر جائے تو ہم اس کو اس کی چارپائی میں لٹاتے ہیں ور دونوں کو ایک ساتھ کنویں میں اتار دیتے ہیں۔ اگر تم اس رواج پر راضی ہو تو اللہ تمہیں تمہاری بیوی مبارک کرے۔ اور اگر تمہیں منظور نہ ہو تو ہم تمہارے ساتھ یہ معاملہ ختم کر دیں گے اور ہم اس کی شادی تمہارے ساتھ نہیں کریں گے اور تم ہماری روایات کی مخالفت کر کے ہمارے ساتھ چل بھی نہیں سکتے۔

جرنیل کہتا ہے: مجھے اس کی محبت نے اس بات کے کہنے پر مجبور کر دیا کہ مجھے یہ رواج منظور ہے تو تب جا کر اس نے اس لڑکی کو تیار کرنے اور میرے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دے دیا۔ میں اس کے ساتھ چالیس دن رہا ایسا لگتا تھا کہ ہمیں دنیا جہاں کی دولت مل گئی ہو۔ پھر وہ ایسی بیمار ہوئی کہ اس پر ہر وقت بے ہوشی طاری رہتی۔ ایک دن وہ شدید بے ہوش ہو گئی جو بھی اس کو دیکھتا اس کو یہی شبہ ہوتا کہ یہ مر چکی ہے۔

چنانچہ اس کے کفن کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح مجھے بھی کفن پہنایا گیا۔ ہمیں ایک ہی تابوت میں اٹھایا گیا۔ بادشاہ اور رعایا سوار ہوئے اور ہمیں رخصت کرنے

چلے۔ یہاں تک کہ ہمیں لے کر کنویں کے کنارے پہنچے، پھر انہوں نے تابوت کے نچلے حصوں کو رسیوں سے باندھا اور ہمارے ساتھ تابوت میں تین دن کا کھانا پینا رکھا۔ پھر ہمیں کنویں میں اتارا یہاں تک کہ ہم اس کی تہہ تک پہنچ گئے اور جب ہم پر رسیاں ڈال دی گئیں تو اس میں سے ایک رسی شہزادی کے منہ پر گری اس کی تکلیف نے اس پر بے ہوشی والی کیفیت کو زائل کر دیا اور وہ بیدار ہو گئی۔ جب وہ بیدار ہوئی تو مجھے ایسا لگا کہ مجھے دنیا جہاں کی دولت مل گئی۔

میں اندھیرے میں نظریں دوڑانے لگا تو جس جگہ میں تھا مجھے وہاں سوکھی روٹی اور شراب نظر آئی جو زیادہ پرانی معلوم نہ ہوتی تھی۔ ہم دونوں اس سے اپنا پیٹ بھرنے لگے۔ سوائے چند دنوں کے روزانہ نیچے کوئی نہ کوئی تابوت آتا جس میں میاں بیوی ہوتے جن میں سے ایک مردہ اور ایک زندہ ہوتا۔ اگر آنے والوں میں کوئی مرد زندہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا، تاکہ میری بیوی کے پاس میرے علاوہ کوئی اور مرد نہ ہو۔ اور اگر ان میں عورت زندہ ہوتی تو میری بیوی اس کو قتل کر دیتی، تاکہ اس کے شوہر کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور عورت نہ ہو۔

ہم کنویں میں اسی طرح ایک سال سے زائد عرصہ رہے۔ پھر کنویں میں کسی نے پانی نکالنے کی غرض سے ڈول ڈالا تو میں سمجھ گیا کہ ڈول ڈالنے والا برجانی نہیں ہے اور اس جگہ پر برجانی کے علاوہ کوئی رومی ہی آسکتا ہے، چنانچہ میں نے سوچا کہ میں شہزادی کو خود سے پہلے ڈول میں بٹھا لوں تاکہ ہماری جان بچے، یہ لوگوں کو جا کر میرے بارے میں آگاہ کرے تو وہ لوگ دوبارہ میری طرف ڈول ڈالیں اور میں بھی اس میں بیٹھ کے نکل جاؤں۔

میں نے شہزادی کو اس کے کپڑے اور زیور و جواہرات سمیت ڈول میں بٹھا دیا۔ ان لوگوں نے ڈول کو اوپر کی طرف کھینچا تو اس میں سے لڑکی برآمد ہوئی۔

اتفاق سے وہ لوگ میرے والد کے غلام تھے۔ ان لوگوں نے تو میرے بارے

میں کوئی سوال نہ کیا جب کہ لڑکی بھی ان سے خوف زدہ ہو کر انہیں کچھ نہ کہہ سکی اور لڑکی کے خوف کی وجہ سے گھگی بندھ گئی۔ وہ لوگ میرے ماں باپ کی کیفیت جانتے تھے اور اس غم سے بھی واقف تھے جو انہیں میری گمشدگی کی وجہ سے لاحق تھا۔ وہ لوگ اس لڑکی کو میرے والدین کے پاس لے گئے، تاکہ انہیں دیکھ کر کچھ تسلی ہو۔ میرے والدین اس لڑکی کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنے پاس رکھ لیا۔

میرے والد کا ایک دوست تھا جو مصوری جانتا تھا۔ اس نے میرے والدین کے لئے میری ایک تصویر ایک لکڑی پر بنادی تھی اور اسے خوب مزین کر کے ایک کمرے میں لٹکا دیا تھا۔ اس نے میرے والدین سے کہا: جب تم لوگوں کو تمہارا بیٹا یاد آئے اور تم بہت غمگین ہو جاؤ تو جا کر اس تصویر کو دیکھنا جس کو دیکھ کر تم لوگ روؤ گے تو تمہاری پریشانی میں کمی آئے گی۔

جب وہ لڑکی میرے والدین کے پاس رہنے لگی تو اس نے دیکھا کہ وہ دونوں اس کمرے میں بہت جاتے ہیں اور جب نکلتے ہیں تو رو رہے ہوتے ہیں۔ ایک روز جب والدین اس کمرے میں جا رہے تھے، وہ ان کے پیچھے پیچھے گئی تو اس کی نظر اس تصویر پر پڑی۔ جب اس نے وہ تصویر دیکھی تو اپنا چہرہ پیٹنے لگی، بال نوچنے لگی اور رونے لگی۔

میرے والدین نے لڑکی سے اس تصویر کے بارے میں معلوم کیا اور اس کے ماں باپ کا نام پوچھا تو اس نے سب کچھ بتا دیا۔

پھر والدین نے پوچھا: تمہارا شوہر کہاں ہے؟

کہنے لگی: اس کنویں میں جس میں سے مجھے نکالا گیا تھا۔ فوراً میرے والدین بہت سے لوگوں کو لے کر اس کنویں کی طرف نکلے، بہت بڑا مجمع حاضر تھا۔ جس میں وہ غلام بھی تھے جنہوں نے میری بیوی کو کنویں میں سے نکالا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سب کنویں تک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے ڈول ڈالا، اور اس وقت شدتِ غم کی وجہ

سے میں نے اپنی وہ تلوار میان سے نکال کر سونت لی تھی جو میرے ساتھ اتاری گئی تھی۔ اور اس کی نوک میں نے اپنے سینے پر رکھی تھی تاکہ اس پر زور دے کر پیچھے اپنی پیٹھ میں سے نکالوں اور اس طرح اس دنیا سے جان چھوٹے۔

چنانچہ میں چھلانگ لگا کر ڈول میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھے اوپر کی طرف کھینچا یہاں تک کہ میں باہر نکل آیا۔ مجھے کنویں کے کنارے میرے والدین اور میری بیوی نظر آئی۔ وہ لوگ میرے لئے سواری لے کر آئے تھے، تاکہ میں اس پر سوار ہو کر اپنے ملک لوٹ سکوں۔ میرے والدین اس ملک کے بادشاہ بن چکے تھے۔ میں نے ان کی یہ بات نہ مانی کہ میں اپنے ملک لوٹ جاؤں تو ان سے کہا: بہتر یہ ہے کہ اس لڑکی کو پہلے اپنے والدین سے ملوایا جائے، تاکہ آپ کی طرح وہ بھی اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس لڑکی کے والدین کی طرف روانہ ہوئے جو برجان کے بادشاہ تھے۔ وہ اپنی رعایا کے ساتھ باہر آئے اور اپنی بیٹی کو دیکھا۔ پھر دعوت کا اہتمام کیا۔ اور روم اور برجان کے مابین صلح ہوئی جس میں بہت مضبوط عہد و پیمان ہوئے کہ تیس سال تک کوئی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ پھر وہ لوگ اپنے ملک چلے گئے اور ہم اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

جرنیل کہنے لگا: میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو مجھے وہ عہدہ ورثہ میں ملا اور ان کے بعد میں اس عہدہ پر فائز ہوا۔ میرا اس شہزادی سے بیٹا بھی ہوا۔

اے عربی! اگر آپ کی پریشانی اس درجے تک پہنچی ہو جو پریشانی میں نے آپ کو اپنے بارے میں بتائی تو یقیناً آپ کو بھی کشائش و آسانی مل جائے گی، چنانچہ ابھی جرنیل یہ بات مکمل بھی نہیں کر پائے تھے کہ شاہ روم کا قاصد آیا اور جرنیل سے کہا: آپ کو بادشاہ سلامت بلا رہے ہیں، جرنیل بادشاہ کے پاس چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد لوٹ کر کہنے لگے:

اے عربی! غم دور ہونے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں بادشاہ کے پاس گیا تو وہاں عرب کے لوگوں کا ذکر چل پڑا، سب جرنیلوں کی ان کے بارے میں ایک ہی رائے تھی۔ اور وہ یہ کہ ان میں نہ عقل ہوتی ہے اور نہ کوئی تمیز اور ان کا روم پر غالب آجانا ان کی اکثریت اور اتحاد کی وجہ سے ہے نہ کہ ان کی حسن تدبیر کی وجہ سے۔ میں نے بادشاہ سے کہا: بات ایسی نہیں ہے جیسے یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، بلکہ عرب لوگ تو کافی مہذب، ذہین اور مدبّر ہوتے ہیں۔

مجھ سے بادشاہ نے کہا: تم اپنے اس عرب مہمان کی محبت میں عرب لوگوں کی تعریف میں بے جا مبالغہ کر رہے ہو اور عرب لوگوں کی تعریفوں کے پل باندھ رہے ہو جس کے وہ مستحق بھی نہیں۔ اور ان کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہو جو ان میں موجود نہیں۔

میں نے کہا: اگر بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں تو وہ اس عربی کو آنے کی اجازت دے دیں، تاکہ ان نکتہ چینی کرنے والوں سے اس کا مناظرہ کروا کر اس کے فضل وکمال سے واقف ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔

قباث کہتے ہیں: میں نے جرنیل سے کہا: یہ تم نے بہت برا کیا، کیونکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے ساتھی مجھ پر غالب آگئے تو وہ مجھے جاہل سمجھیں گے اور مجھے حقیر جانیں گے۔ اور اگر میں ان پر غالب آگیا تو وہ مجھ سے حسد کرنے لگیں گے۔

جرنیل نے کہا: یہ تو عام لوگوں کی عادت ہے، بادشاہوں کا معاملہ تو اس کے برخلاف ہے۔ اور میں تمہیں ایک بات بتا دوں کہ اگر تم ان پر غالب آگئے تو بادشاہ کی نظر میں تم باعزت ہو جاؤ گے اور تم بادشاہ کے منظور نظر بن جاؤ گے۔ اور اس کے نزدیک ایسے مرتبہ کو پہنچ جاؤ گے کہ وہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ اور اگر وہ لوگ تم پر غالب آگئے تو اسے اپنے ساتھیوں کے تم پر غلبہ سے بہت خوشی ہوگی، لیکن تب

بھی وہ تمہارے لئے کوئی نہ کوئی حق اپنے اوپر واجب کر دے گا۔ اور ضرور وہ تمہاری کوئی حاجت پوری کر دے گا۔ اگر تم غالب آجاؤ یا مغلوب ہو جاؤ دونوں صورتوں میں اس سے اس کے ملک سے نکلنے اور اپنے ملک جانے کی درخواست کرنا۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔

قباث کہتے ہیں: جب میں بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور میرا اکرام کر کے مجھ سے کہا: ان جرنیلوں سے مناظرہ کرو۔

میں نے اس سے کہا: میرا دل نہیں مانتا کہ میں ان حقیر لوگوں سے مناظرہ کروں۔ میں تو صرف بڑے جرنیل سے مناظرہ کروں گا، تو بادشاہ نے اسے بلانے کا حکم دیا۔

جب وہ آیا تو میں نے اسے سلام کیا اور اسے کہا: خوش آمدید اے محترم شیخ! پھر میں نے اس سے کہا: اے شیخ! آپ کیسے ہیں؟

کہنے لگے: بخیریت ہوں۔

میں نے اس سے کہا: آپ کے بیٹے کا کیا حال ہے؟

یہ سن کر سب جرنیل ہنس کر کہنے لگے: وہ جرنیل (ان کی مراد وہ جرنیل تھا جو میرا دوست تھا) یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص ادیب ہے۔ اور یہ بہت عقل مند ہے اس کو تو اپنی جہالت کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس جرنیل کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

میں نے کہا: گویا کہ تم لوگ اس کو اس عیب سے برتر سمجھ رہے ہو کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

کہنے لگے: خدا کی قسم! ہم واقعی اس کو برتر سمجھتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ہی اسے برتر رکھا ہے۔

میں نے کہا: واہ بھئی واہ، اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو تو اس حیثیت

سے اونچا درجہ دیتے ہو کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور خود اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے، گویا کہ آپ کی نظر میں خالق کا درجہ مخلوق سے کم ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ)

یہ سن کر اس جرنیل نے اس زور سے خراٹا لیا کہ میں ڈر گیا۔ پھر اس نے کہا: اے بادشاہ! اس کو ابھی اور اسی وقت اپنے ملک سے نکال باہر کیجئے، کہیں یہ آپ کے لوگوں کو گمراہ نہ کردے۔

بادشاہ نے شہہ سواروں کو بلا کر مجھے ان کے ساتھ کر دیا اور میرے لئے گھوڑا منگوا کر مجھے اس پر سوار کرنے کو کہا اور اسلامی سرزمین میں جو بھی مسلمانوں میں سے ملے ان کے حوالے کر دینے کا حکم دیا۔ تو مجھے ان لوگوں نے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جنہوں نے مجھے سرحد پر سے لے لیا۔[1]

مہدی ایک خواب دیکھنے کے سبب ایک علوی کو اپنی قید سے رہا کر دیتا ہے

مہدی نے ایک رات خواب دیکھا تو خوفزدہ ہو کر جاگ گیا اپنے سپاہی کو بلایا اور اس سے کہا: تم اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر اس بات کی قسم کھاؤ کہ ابھی جو حکم میں تمہیں دوں گا اس کی تعمیل کرو گے۔ وہ سپاہی کہتا ہے: میں نے کہا: کہاں میرا ہاتھ اور کہاں امیر المؤمنین کا سر مبارک، لیکن میں ضرور اس کو پورا کروں گا۔ اور میں نے عہد وپیمان کیا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

انہوں نے کہا: یہ دستخط نامہ لو، قید خانے جاؤ اور فلاں علوی حسینی کو ڈھونڈو اور

---

[1] الفرج بعد الشدة للتنوخی: ۱۹۳/۲ و تهذيب التهذيب للحافظ ابن حجر: ۸/۳۴۳، ۳۴۴

جب وہ تمہیں مل جائے تو اسے قید سے نکال کر دو باتوں کا اختیار دو کہ یا تو وہ ہمارے پاس آزاد ہو کر عزت وعیش کے ساتھ رہے یا پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جائے۔

اگر وہ جانا پسند کرے تو تم اسے فلاں فلاں چیز اور اتنا اتنا سامان دے دینا۔ اور اگر وہ یہاں رہنا پسند کرے تو اسے اتنا، اتنا مال دے دینا۔

میں نے وہ دستخط نامہ اٹھایا اور جیل کی طرف چل پڑا۔

چنانچہ میں نے جیل میں داخل ہو کر اس نوجوان کو ڈھونڈا تو وہ مجھے مل گیا، وہ نکل کر میرے پاس آیا۔ وہ ایک بوسیدہ کپڑے کی طرح نظر آرہا تھا۔ میں نے اسے امیر المؤمنین کا پیغام سنایا اور اس کو دونوں صورتوں سے آگاہ کیا۔ اس نے پیغام سن کر مدینہ منورہ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کو اختیار کیا تو میں نے تحفے اور سواریاں اس کے حوالے کیے۔ جب وہ سوار ہو کر جانے کے لئے آیا تو میں نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس نے تم پر سے مشقت کو دور کیا، کیا تم جانتے ہو کہ امیر المؤمنین نے تمہیں کس وجہ سے رہا کیا؟

وہ کہنے لگا: جی ہاں، سنو خدا کی قسم! میں جب رات کو سو رہا تھا تو میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے مجھے جگایا اور فرمانے لگے:

اے میرے بیٹے! ان لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے میں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت پڑھو اور اس کے بعد یہ کہو:

"يَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا نَاشِرَ الْعِظَامِ بَعْدَ الْمَوْتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْ لِيْ مِنْ أَمْرِيْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا إِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَتَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ."

ترجمہ: ''اے پکار کو سننے والے، اے موت کے بعد ہڈیوں کو ترتیب دے کر زندہ کرنے والے! محمد ﷺ اور ان کے گھر والوں پر سلامتی اور برکت نازل کیجئے۔ اور میرے اس معاملہ میں آسانی کر دیجئے اور نکلنے کا کوئی ذریعہ بنا دیجئے۔ آپ کو پورا علم ہے اور مجھے کچھ علم نہیں۔ اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور مجھ میں اتنی قدرت نہیں۔ اور اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! آپ تو غیب کی باتوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں۔''

وہ قیدی کہتا ہے: میں اٹھا، نماز پڑھی اور ان کلمات کو مسلسل دہراتا رہا، یہاں تک کہ مہدی نے مجھے بلا لیا۔

سپاہی کہتا ہے: میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے مجھے اس نوجوان سے اس بات کی پوچھنے کی توفیق دی۔ میں مہدی کے پاس گیا اور ان کو سارا قصہ سنا دیا۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! اس نے سچ کہا۔ میرے پاس خواب میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے مجھے اسے رہا کرنے کا حکم فرمایا۔[1]

اس نے خواب میں دیکھا کہ دولت اس کی مصر میں منتظر ہے

قاضی ابو عمر محمد بن یوسف فرماتے ہیں: ہمارے پڑوس میں ایک آدمی تھا اس کے بارے میں کئی خبریں مشہور تھیں۔ اس کے پاس ایک طویل فقر و فاقے کے بعد بہت سا مال آگیا۔ میں نے اس سے اس کی مال داری کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا:

مجھے والد سے ورثہ میں بہت سارا مال ملا۔ میں نے اسے تیزی سے خرچ کرنا

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۹۷

شروع کر دیا اور اسے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے گھر کے دروازے اور اس کی چھتیں تک بیچنے کی نوبت آگئی۔ میرے پاس گھر کا کوئی ساز و سامان نہیں بچا اور نہ میرے پاس جینے کی کوئی راہ تھی۔ سوائے اس کے کہ جو والدہ کی کتائی کرنے سے حاصل ہوتا۔ میں اس حالت سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنے لگا۔

چنانچہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ جیسے کوئی مجھے کہہ رہا ہو: تمہاری مالداری مصر میں منتظر ہے تم وہاں چلے جاؤ۔

میں صبح ہی ابو عمر قاضی کے پاس گیا۔ میں نے ان کو پڑوسی ہونے اور اس احسان کا واسطہ دیا جو میرے والد نے ان کے والد پر کیا تھا۔ اور میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ مجھے ایک خط مصر کے لئے لکھ دیں، تاکہ میں اس کے ذریعہ لوگوں سے کچھ دینے کی درخواست کروں۔ تو انہوں نے لکھ کر دیا اور میں نکل پڑا۔

جب میں مصر پہنچا تو میں نے وہ خط دکھا کر لوگوں سے صدقے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تمام راستے بند کر دیئے، یہاں تک کہ مجھے نہ کوئی صدقہ ملا اور نہ کوئی ہدیہ۔

پھر میرا تمام زادِ راہ ختم ہو گیا تو میں پریشان ہو گیا اور میں نے سوچا کہ لوگوں سے بھیک مانگوں اور سڑکوں پر گھومتے ہوئے ہاتھ پھیلاؤں، لیکن میرے ضمیر نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ میں نے سوچا کہ رات کو نکل کر مانگوں گا۔ چنانچہ میں مغرب و عشاء کے درمیانی وقت میں نکلا، لیکن پھر بھی میرا دل مجھے مانگنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا، جبکہ بھوک مجھے مانگنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں چلتا رہا یہاں تک کہ رات کا پہلا حصہ گزر گیا۔

مجھے ایک چوکیدار ملا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا، کیونکہ میں اسے اجنبی لگا اور وہ میرے حالات سے ناواقف تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟

میں نے کہا: کمزور آدمی ہوں۔ اس نے میری بات کا یقین نہ کیا اور مجھے منہ

کے بل گرا کر کوڑے سے مارا۔ میں نے چلا کر کہا: میں تم کو سچ بتاتا ہوں۔ کہنے لگا: ہاں بتاؤ۔

میں نے شروع سے آخر تک اس کو اپنا تمام قصہ کہہ سنایا۔ اور اس خواب کے بارے میں بھی بتایا جو میں نے دیکھا تھا تو اس نے مجھ سے کہا: تم سے زیادہ احمق شخص میں نے کسی کو نہیں دیکھا، قسم خدا کی! میں اتنے سال سے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: ”بغداد میں فلاں سڑک پر فلاں جگہ پر مال ہے۔ (اور اس نے میری ہی سڑک اور محلہ کا نام بتایا) تو میں خاموش رہا۔ اور اس کی بات غور سے سننے لگا۔ اس چوکیدار نے اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہا: ایک گھر ہے جسے فلاں کا گھر کہا جاتا ہے (تو اس نے میرا ہی گھر اور میرا ہی نام بتایا) اور اس میں ایک باغ ہے جس میں ایک بیر کا درخت ہے۔ (اور میرے گھر کے باغ میں بھی ایک بیر کا درخت تھا) اور اس درخت کے نیچے تیس ہزار دینار دفن ہیں۔ تو تم جاؤ اور انہیں نکال لو۔“ میں نے تو کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا اور نہ کبھی اس طرف دھیان دیا۔ اور تم ایسے بے وقوف ہو کہ صرف ایک خواب کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر مصر چلے آئے۔

مجھے چوکیدار کی اس بات سے کافی تسلی ہوئی، یہ کہہ کر چوکیدار نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے ایک مسجد میں رات گزاری اور صبح سویرے ہی مصر سے نکل کھڑا ہوا، بغداد پہنچ کر سیدھا گھر گیا اور وہ بیر کا درخت کاٹ کر اس کے نیچے کھدائی کی تو مجھے ایک گھڑا ملا جس میں تیس ہزار دینار تھے۔ میں نے وہ لے لئے۔

میں نے ان دیناروں سے جائیداد اور زمین خرید لی، اور جو بچ گئے آج تک ان پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہوں۔[1]

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۹۹

خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے بارہ جنازے نکلے

علی بن قاسم فرماتے ہیں: مجھ سے ایک شخص نے کہا: میں نے ان دنوں جب طاعون پھیلا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ لوگوں نے میرے گھر سے بارہ جنازے نکالے۔ میں اور میرے اہل وعیال بارہ افراد ہی تھے۔ پھر میرے گھر والے واقعی گیارہ کے گیارہ مر گئے اور میں بارہواں بچ گیا۔ میں بہت غمگین ہوا اور میرا دل گھبرانے لگا کہ اب میری باری ہے۔

میں گھر سے نکل گیا اور جب دوسرے دن گھر لوٹا تو میں نے دیکھا ایک چور جو چوری کرنے کے ارادے سے داخل ہوا وہ گھر میں ہی طاعون میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا۔ میں نے خود اس کا جنازہ گھر سے نکالا۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا، مجھ پر طاری خوفناک کیفیت زائل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے عافیت وسلامتی کا معاملہ فرمایا۔[1]

اس نے حج کے سفر میں اپنا مال سے بھرا ہوا تھیلا کھو دیا اور پھر وہی تھیلا اسے اشد ضرورت کے وقت مل گیا

عبیداللہ بن محمد فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے یہ قصہ سنایا: کہ ایک شخص حج کے لئے نکلا اس نے اپنی کمر پر ایک کالے ریشمی کپڑے کی تھیلی باندھی تھی جس میں دینار و جواہرات تھے۔ سب کی قیمت جمع ہو کر تین ہزار دینار تک پہنچتی تھی۔

جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو قضائے حاجت کے لئے بیٹھا سو اس کی پیٹھ پر سے تھیلی کھل کر گر گئی۔ اس شخص کو اس جگہ سے کئی میل دور جا کر اس بات کا علم ہوا۔ اتفاق سے ایک دوسرا شخص اس کے بعد اس جگہ آیا اور اسی جگہ قضائے حاجت

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۱۰۱

کے لئے بیٹھا تو اس کو وہ تھیلی نظر آئی۔ وہ ایماندار شخص تھا، اس نے تھیلی کو اٹھا کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا۔ وہ آدمی (حاجی) کہتا ہے کہ میں بہت مالدار تھا اس لئے مجھے اس کے جانے کا کوئی غم نہ ہوا۔ اور میں نے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب کی امید رکھی اور غافل ہو گیا۔

میرے پاس بہت سارا تجارتی سامان تھا تو میں نے اطمینان سے اپنا حج ادا کیا اور پھر اپنے وطن لوٹ گیا۔ کچھ عرصے بعد مجھ پر پے در پے کئی آزمائشیں آئیں اور میں کنگلا ہو گیا اور میرے پاس کچھ بھی باقی نہ بچا۔ میں اپنے ملک سے بھاگ نکلا۔ میری بیوی بھی میرے ساتھ تھی۔ اور نوبت صدقہ لینے تک پہنچ گئی۔ میں نے ایک گاؤں میں رہائش اختیار کر لی۔ اس گاؤں میں ایک ویران مسافر خانہ تھا، میں اس میں ٹھہرا۔ اتنے میں میری بیوی درد ولادت میں مبتلا ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے ایک بچے کو جنم دیا، میرے پاس صرف اور صرف ایک درہم کا چھٹا حصہ اور تھوڑی سی چاندی تھی اور اس رات بہت بارش ہو رہی تھی۔

میری بیوی کہنے لگی: میں تو مر جاؤں گی۔ جائیے اور میرے لئے کھانے کا بندوبست کیجئے۔ میں اندھیرے اور بارش میں گرتا پڑتا نکل پڑا اور ایک سبزی فروش کے پاس پہنچ کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور اس سے اس بارے میں بات کی، لیکن اس نے میری بات سننے سے انکار کیا۔

وہ بہت منتوں کے بعد مجھ سے بات کرنے پر راضی ہوا تو میں نے اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اس کو مجھ پر رحم آ گیا اور ان تھوڑے پیسوں کے بدلے اپنے پاس سے سب سے قیمتی دودھ اور روغن زیتون دیا اور ایک پیالہ بھی ادھار دیا۔ میں نے وہ چیزیں تھیلیوں میں ڈال کر اس پیالہ میں ڈالیں اور اپنے مکان کی طرف چل پڑا کہ اچانک میرا پیر پھسلا تو وہ پیالہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اور دودھ اور روغن سب بہہ گیا۔

میری حالت ایسی ہو گئی کہ آج تک کبھی ایسی نہ ہوئی تھی۔ میں رونے اور چلانے لگا کہ اتنے میں ایک شخص نے ایک گھر کی کھڑکی سے اپنا سر باہر نکالا اور کہنے لگا: تمہارا ستیاناس ہو تم کیوں ایسے رو رہے ہو، ہمیں سونے بھی نہیں دے رہے۔ میں نے اسے اپنا قصہ کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا: اچھا یہ رونا دھونا صرف ایک درہم ضائع ہونے کی وجہ سے ہے؟

یہ سن کر میں پہلے سے بھی زیادہ غمگین ہو گیا، میں نے کہا: دیکھو! خدا کی قسم! جو چلا گیا اب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، لیکن میرا رونا صرف اپنی اہلیہ اور بچے کے لئے ہے۔

میری بیوی اور بچہ اس وقت بھوک سے مرنے کو ہیں، خدا کی قسم! اگر ان کو کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا۔ میں نے فلاں سال حج ادا کیا، اس سفرِ حج میں میرے پاس اتنا مال تھا کہ جب اس میں سے ایک تھیلی کھو گئی جس میں ۳ ہزار کے دینار و جواہرات تھے۔ تو میں نے اس کے جانے کی پروا بھی نہ کی۔ اور اب دیکھو میں کیسے ایک درہم کے چھٹے حصے اور تھوڑی چاندی کے لئے رو رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کے معاملے کی درخواست کرتا ہوں، تم مجھے شرمندہ مت کرو، کہیں تم پر بھی مجھ جیسی مصیبت نہ آ جائے۔

اس نے مجھ سے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ یہ بتاؤ کہ تمہاری تھیلی کیسی تھی؟

میں نے اپنا سر پیٹ کر کہا: تم مجھ سے اس طرح کی گفتگو کیوں کر رہے ہو؟ جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میری کیا حالت ہے اور میں کیچڑ اور بارش میں کھڑا ہوں۔ تم کیوں میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تھیلی کے بارے میں بتانے سے مجھے اور تمہیں کیا فائدہ ہوگا، جب کہ وہ تو کئی سال پہلے کھوئی ہے، یہ کہہ کر میں چل پڑا۔

وہ مجھے پکارتا ہوا باہر نکل آیا: کہنے لگا: ادھر آؤ یہ لے لو! میں سمجھا کہ وہ مجھے صدقہ دے رہا ہے تو میں اس کے پاس آیا۔

وہ کہنے لگا: تمہاری تھیلی کیسی تھی؟ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں اس سے اپنا ہاتھ چھڑا نہ سکا۔ اور میں نے اسے تھیلی کے بارے میں بتا دیا۔

اس نے مجھ سے کہا: اندر چلو! تو میں اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ مجھ سے پوچھنے لگا: تمہاری بیوی کہاں ہے؟

میں نے کہا: فلاں مسافر خانے میں۔

اس نے اپنے خادموں کو بھیج کر اسے بلایا اور اسے اپنی بیوی کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اس کو کھانا کھلایا۔ اور اس شخص نے مجھے بہترین لباس دے کر حمام میں بھیجا، میں نہایا اور اپنا حلیہ درست کیا۔ اور اس کے پاس صبح تک بہت آرام سے رہا۔

وہ مجھ سے کہنے لگا: تم چند دنوں میرے پاس رہو، میں تمہاری مہمان نوازی کروں گا، چنانچہ میں اس کے پاس دس دن رہا، وہ مجھے روزانہ ۲۰ دینار دیتا تھا۔ میں پہلے اس کی اتنی سخت مزاجی دیکھنے کے بعد اس کی اتنی بڑی مہربانی دیکھ کر کافی حیران ہوا۔

مجھے ایک دن کہا: تم کیا کاروبار کرتے تھے؟

میں نے کہا: میں تاجر تھا۔

وہ کہنے لگا: تم میرے پاس ٹھہر جاؤ، میں تمہیں سرمایہ دوں گا، تم میرے ساتھ کاروبار میں شریک بن جاؤ۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے میں کاروبار کروں گا۔

اس نے مجھے ۲۰۰ دینار دیئے اور کہا: اس کے ذریعہ یہاں تجارت کرو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص کے ذریعے سے مالدار کر دیا، مجھے یہی کاروبار کرنا چاہیے۔ پھر میں وہی کام کرنے لگا۔

تھوڑے ہی مہینوں بعد ہمیں کافی نفع ہوا۔ تو میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: اپنا نفع لے لو۔

وہ مجھ سے کہنے لگا: بیٹھو، تو میں بیٹھ گیا۔

اس نے میرے سامنے تھیلی نکالی اور کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟

جب میں نے وہ تھیلی دیکھی تو میرے منہ سے ایک بڑی چیخ نکلی اور اس کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو میں نے اس سے کہا: ارے بھئی سنو! تم فرشتے ہو یا کوئی نبی؟

کہنے لگا: میں نہ کوئی فرشتہ ہوں اور نہ کوئی نبی، بلکہ میں اتنے سال سے تمہاری تھیلی کی حفاظت کی وجہ سے آزمائش میں ہوں۔ میں نے جب اس رات تمہاری وہ باتیں سنیں اور تم نے مجھے جو اس کی نشانی بتائی تو میں نے سوچا کہ وہ میں تمہیں لوٹا دوں، لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تمہارا دل خوشی کے مارے پھٹ نہ جائے۔ تو میں نے تم کو بطور ہدیہ ۲۰ دینار دینے شروع کئے اور وہ سب تمہاری تھیلی میں سے ہی دیئے تھے۔ اور وہ ۲۰۰ دینار قرض ہیں، تو یہ اپنی تھیلی پکڑو مجھے اس سے بری کرو۔

میں نے وہ تھیلی لے لی، اس میں سے قرض کے دینار اسے لوٹائے اور اس کو دعا دے کر اپنے وطن لوٹ آیا۔ پھر میں نے وہ جواہرات بیچ کر اس کے پیسے دینار میں ملا دیئے اور اس کے ذریعہ تجارت کی۔ کچھ عرصہ بعد ہی میں ۱۰ ہزار دینار کا مالک بن گیا۔ بہت زیادہ بہتر حالات ہو گئے اور اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی زندگی بسر کر رہا ہوں۔[1]

قاضی ابو یوسف پستہ لگے ہوئے بادام کا حلوہ کھاتے ہیں

قاضی تنوخی نے فرمایا: میرے والد صاحب نے مجھے بتایا: مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے محتاجی اور تنگی کی حالت میں علم حاصل کرنے کے لئے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کی۔ ان کی

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۱۰۲، بحواله نور الاقتباس لابن رجب حنبلي

والدہ روزانہ ان کی خوراک کا کچھ نہ کچھ بندوبست کیا کرتی تھیں۔

ایک دن انہوں نے کھانے کے لئے کچھ مانگا تو ان کی والدہ ایک ڈھکا ہوا برتن لے آئیں۔ انہوں نے اس کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں کچھ رجسٹر رکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

والدہ نے کہا: یہ وہی ہے جس میں تم سارا دن مشغول رہتے ہو، سو اب اس میں سے کھاؤ نا۔

ان کو رونا آگیا اور اسی بھوک کی حالت میں رات بسر کی۔ دوسرے دن درس میں دیر سے گئے، تاکہ اپنے کھانے کا کچھ بندوبست کریں۔ چنانچہ جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے سب سچ سچ بتا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تم کو نہیں بتایا تھا کہ تمہیں غمگین نہ ہونا چاہئے، کیونکہ اگر تمہاری عمر دراز ہوگی تو عنقریب تم پستہ لگے ہوئے بادام کا حلوہ کھاؤ گے۔

حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب میں ہارون رشید کا خادم اور ان کا مشیر خاص بن گیا، تو ایک دن ان کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پستہ لگے ہوئے بادام کا حلوہ تھا۔ انہوں نے مجھے اس کے کھانے کے لئے بلایا۔ جب میں نے اسے کھایا تو مجھے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات یاد آگئی اور میں رونے لگا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ رشید نے مجھ سے میرے رونے کے متعلق دریافت کیا تو میں نے ان کو اپنا قصہ سنا دیا۔[1]

بوڑھا درزی اور اس کا بے وقت اذان دینا

قاضی تنوخی اپنی کتاب ''الفرج بعد الشدۃ'' میں لکھتے ہیں:

[1] نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ للقاضی التنوخی: ۱/۱۳۴

ابوالحسن محمد بن عبدالواحد نے مجھے بتایا کہ تاجروں میں سے ایک مالدار آدمی کا ایک لیڈر کے ذمہ جو کہ بغداد میں رہتا تھا بہت سا مال تھا۔ اور وہ ٹال مٹول کرتا تھا اور اس کے مال کا انکار کرتے ہوئے اس آدمی کو حقیر سمجھتا تھا۔

اس نے کہا: میں نے خلیفہ سے اس ظلم کی شکایت کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ میں وزیر عبیداللہ بن سلیمان سے شکایت کر چکا تھا، مگر مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔

مجھ سے میرے ایک دوست نے کہا: میں تمہارا مال تم کو دلوا دوں گا۔ تمہیں خلیفہ کے پاس ظلم کی شکایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم ابھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے منگل بازار میں ایک درزی کے پاس لے کر گیا جو آدھا دن لوگوں کے کپڑے سیتا تھا اور آدھا دن مسجد میں قرآن پڑھاتا تھا۔ اس نے درزی کو میرا قصہ سنایا تو وہ ہمارے ساتھ چل پڑا۔

جب ہم لوگ چلنے لگے تو میں نے اپنے دوست سے کہا: ہم کو اور اس درزی کو بہت ناگواری کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جب وہ اس آدمی کے دروازے پر جائے گا تو وہ اس کو اور اس کے ساتھ ہم کو بھی تھپڑ مارے گا۔ اس شخص نے تو فلاں اور فلاں کی سفارش پر کوئی توجہ نہ دی اور نہ اس وزیر کی سفارش پر کوئی قدم اٹھایا تو اس فقیر اور محتاج کے کہنے پر وہ کیا کرے گا؟

وہ ہنسا اور کہا: یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے تم چپ کر کے چلو۔ ہم اس لیڈر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جب اس کے خادموں نے درزی کو دیکھا تو اس کی بہت عزت کی اور اس کے ہاتھ چومنے کے لئے آگے بڑھے، مگر اس نے خادموں کو ہاتھ چومنے سے منع کر دیا۔

خادموں نے کہا: آپ کس کام سے آئے ہیں، ہمارے سردار تو گئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کام ہے جو ہم کر سکتے ہوں تو ہم کرنے کے لئے فوری طور پر تیار ہیں۔ ورنہ یہ کہ آپ اندر تشریف لے آئیے اور آقا کے آنے تک قیام فرمائیے۔ مجھے

اس حسن سلوک سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ سو ہم لوگ اندر چلے گئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لیڈر آیا۔ جب اس نے درزی کو دیکھا تو اس کی بہت تعظیم کی۔ اور کہا: میں ہر وہ حکم بجالانے کے لئے تیار ہوں جو آپ مجھے دیں۔

اس درزی نے میرے معاملہ کے بارے میں اس سے بات کی۔ اس نے کہا: میرے پاس ابھی صرف پانچ ہزار درہم ہیں، آپ اس سے کہیں کہ یہ دراہم لے لے اور باقی مال کے بدلے میں اس کو رہن رکھوا دوں گا۔ میں فوراً راضی ہو گیا۔ سو وہ دراہم لایا اور باقی مال کے بدلے میں کچھ زیورات لایا۔ میں نے وہ اس سے لے لئے اور اس لیڈر پر، درزی اور اپنے دوست کو اس بات پر گواہ بنایا کہ یہ رہن میرے پاس ایک معین مدت تک ہوگا۔ اور اگر مدت گزر گئی اور اس نے مجھے میرا مال نہ دیا تو اس نے مجھے اس رہن کو بیچنے اور اس کے پیسوں میں سے میرے مال کے بقدر پیسوں پر قبضہ کرنے کا وکیل بنا دیا ہے۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور ہم چلے آئے۔

جب ہم درزی کی مسجد پہنچے تو میں نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے میرا مال مجھے واپس دلایا ہے۔ میں اپنی خوشی سے اس مال میں سے جتنا تم چاہو تمہیں دینا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: یہ سارا کا سارا مال اللہ تعالیٰ آپ کو نصیب کرے، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں نے کہا: آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔

اس نے کہا: بولو۔

میں نے کہا: اس لیڈر کی ہمارے حکم کی اطاعت کا سبب بتاؤ، جب کہ وہ بڑے بڑے سلطنت والوں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔

اس نے کہا: تمہارا کام ہو چکا ہے، اب تم مجھ کو میرے کام سے مت روکو۔ اور دوبارہ یہ سوال نہ کرنا۔

میں اس سے اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا:

میں اس مسجد میں پچھلے چالیس برس سے لوگوں کو نمازیں پڑھاتا ہوں اور قرآن بھی پڑھاتا ہوں۔ اور یہ سلائی کرنا میرا ذریعہ معاش ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی اور ہنر نہیں آتا۔ بہت پہلے کی بات ہے کہ میں مغرب کی نماز پڑھا کر اپنے گھر جانے کے لئے نکلا۔ میرا گزر ایک ترکی آدمی پر ہوا جو اس محلے میں رہتا تھا۔ اتنے میں وہاں سے ایک خوبصورت عورت بھی گزری۔ چنانچہ نشے کی حالت میں اس ترکی نے عورت کو اپنے گھر لے جانے کے لئے پکڑ لیا۔ وہ چیختے ہوئے اپنے آپ کو اس سے چھڑا رہی تھی، مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا کہ اس کی فریاد رسی کرتا اور اس شخص کو منع کرتا۔ وہ بس یہی بات کہہ رہی تھی کہ: میرے شوہر نے کہا ہے کہ اگر میں نے پاک دامنی سے رات نہ گزاری تو مجھ پر طلاق ہے۔ اگر تم نے میرے ساتھ رات گزاری تو اس برائی کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ میرا گھر بھی اجڑ جائے گا۔

درزی نے بتایا: میں نے ترکی کو نرمی سے منع کیا۔ اور اس سے عورت کو چھوڑنے کی التجا کی تو اس نے میرے سر پر ہتھوڑا دے مارا اور میرا سر پھاڑ دیا۔ اور مزید مجھے ایک مکا مارتے ہوئے عورت کو اپنے گھر لے گیا۔ میں اپنے گھر آیا، خون دھویا، سر کے زخم پر پٹی باندھی اور آرام کیا۔ پھر عشاء کی نماز کے لئے نکلا۔

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو جو لوگ میرے ساتھ مسجد میں تھے میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ اللہ کے دشمن کے پاس چلو، یعنی اس ترکی کے پاس۔ تا کہ ہم اس عورت کو اس سے چھڑائیں۔ وہ سب میرے ساتھ روانہ ہو گئے ہم نے اس کے دروازے پر جا کر شور مچا دیا۔ وہ بہت خاموشی کے ساتھ باہر نکلا اور ہم پر ٹوٹ پڑا۔ وہ سب لوگوں کے درمیان سے میری طرف بڑھا اور مجھ کو بہت مارا۔ قریب تھا

کہ میں اس مار سے ہلاک ہو جاتا۔ میرے پڑوسی مجھ کو اس طرح اٹھا کر میرے گھر لائے جیسے کسی لاش کو لایا جاتا ہے۔ میرے اہل خانہ نے میری پٹی کی اور میں سو گیا۔ آدھی رات میں میری آنکھ کھل گئی اور پھر اس واقعہ کی سوچ نے میری نیند اڑادی۔

میں نے سوچا کہ اس نے پوری رات شراب پی ہوگی تو نشے کی وجہ سے اس کو وقت کا پتہ نہ ہوگا۔ اگر میں اذان دے دوں تو وہ سمجھے گا کہ فجر ہوگئی ہے اور عورت کو چھوڑ دے گا۔ اس طرح وہ عورت فجر سے پہلے اپنے گھر پہنچ جائے گی اور دو مصیبتوں میں سے ایک سے نجات پالے گی۔

میں بڑی مشقت کے ساتھ مسجد گیا اور مینار پر چڑھ کر اذان دے دی۔ اذان دینے کے بعد مینار پر بیٹھ کر راستہ کو دیکھنے لگا، تا کہ عورت کو نکلتا ہوا دیکھ لوں۔ اگر وہ نکل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ میں نماز کھڑی کر دوں گا، تا کہ اس کو صبح ہونے میں کوئی شک نہ رہے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی جب کہ عورت اسی کے پاس تھی کہ میں نے دیکھا کہ سڑک یکا یک گھوڑ سواروں اور مشعلوں سے بھر گئی ہے۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں اس وقت کس نے اذان دی ہے؟

میں ڈر گیا اور خاموش رہا۔

پھر میں نے سوچا کہ میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں ممکن ہے کہ میں ان کی مدد سے عورت کو نکال سکوں۔ سو میں مینار سے چلایا کہ میں نے اذان دی ہے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا: نیچے اترو اور امیر المومنین کے سامنے حاضری دو۔

میں نے خود سے کہا: اب راحت قریب ہے پریشانی ان شاء اللہ ختم ہونے والی ہے۔

میں نیچے اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں بدر اور بہت سے خادم ہیں وہ مجھے اٹھا کر امیر المومنین کے پاس لے گئے۔ میں خلیفہ کو دیکھ کر گھبرا گیا، انہوں نے مجھے تسلی دی اور کہا: کس چیز نے تمہیں اس پر مجبور کیا کہ تم بے وقت اذان دے کر

مسلمانوں کو دھوکہ دو، تا کہ مزدور شخص بے وقت اپنے کام پر نکل پڑے اور جو روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ کھانے سے ایسے وقت میں رک جائے جس وقت اللہ تعالیٰ نے کھانا جائز رکھا ہے۔ اور رات کا پہرہ بند ہو جائے۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین! جان کی امان چاہتا ہوں، تا کہ میں آپ کو سچ سچ بتا دوں۔

کہا: تم امان میں ہو۔

سو میں نے ان کو اس ترکی آدمی کا سارا قصہ سنا دیا اور اس کی نشان دہی بھی کر دی۔

امیر المومنین نے کہا: اے بدر! اسی وقت اس ترکی اور عورت کو حاضر کرو۔ میں ایک طرف کو ہٹ کر کھڑا ہو گیا، بدر گیا اور عورت اور ترکی کو لے آیا۔ امیر المومنین نے عورت سے صورتِ حال دریافت کی تو اس نے وہی بتایا جو میں نے بتایا تھا۔

امیر المومنین نے بدر سے کہا:

اس عورت کو اسی وقت اس کے شوہر کے گھر ایسے قابل بھروسہ شخص کے ساتھ لے کر جاؤ جو اس کو اس کے شوہر کے گھر لے جا کر اس کو سارا قصہ وضاحت سے بتا دے اور میری طرف سے اس کو حکم دے کہ وہ عورت کو اپنے ساتھ رکھ لے اور اس سے اچھا سلوک کرے۔ پھر مجھ کو بلایا تو میں بالکل سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس ترکی کو مخاطب کر کے پوچھا:

تمہارے پاس کتنا مال ہے؟

کہا: اتنا اتنا۔

امیر المومنین نے کہا: تمہارے پاس کتنا عطیہ ہے؟

جواب دیا: اتنا اتنا۔

کہا: تمہاری کتنی باندیاں ہیں؟

جواب دیا: اتنی اتنی، اور اس نے بہت سی باندیوں کا ذکر کیا۔

امیر المومنین نے کہا: اتنی باندیوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اتنی نعمتوں کے باوجود تم نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور حاکم کی عصبیت کو پامال کیا اور اس کا ذرا پاس نہ رکھا۔ اور جس نے تمہیں بھلائی کی راہ دکھائی تم نے اسی پر حملہ کر دیا۔

وہ ترکی بہت پشیمان ہوا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

امیر المومنین نے کہا: ایک بوری اور چونا کوٹنے کا آلہ لاؤ، اس کو بوری میں ڈالو۔

خدمت گاروں سے کہا: اس کو کوٹو تو انہوں نے اس کو کوٹا۔ میں نے اس کی چیخوں کی آوازیں اس کے مرنے تک سنیں۔ پھر اس کو پھینکنے کا حکم دیا، سو اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا، اس کے بعد بدر سے کہا: جو کچھ اس کے گھر میں ہے وہ اٹھا کر لے آئے۔ پھر مجھ سے کہا:

اے شیخ! تم کسی بھی قسم کی کوئی برائی دیکھو چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اور کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں آئے تو تم اس کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ اور اگر کوئی تمہارے خلاف قدم اٹھائے یا تمہاری بات نہ مانے تو اس کی ہم تک خبر پہنچانے کی علامت یہ ہے کہ تم اسی طرح اسی وقت اذان دے دینا جس وقت تم نے گزشتہ رات دی ہے۔ میں تمہاری اذان سن لوں گا اور تم کو بلا کر یہی سلوک اس شخص سے کروں گا۔ میں نے ان کو دعا دی اور چلا آیا۔

یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ اس کے بعد میں جس سے بھی کسی کے انصاف کے بارے میں بات کرتا ہوں یا برائی سے روکتا ہوں تو وہ امیر المومنین کے خوف سے مان لیتا ہے، جیسا کہ تم نے دیکھا۔ اور اس جیسے وقت میں مجھ کو دوبارہ اذان دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔[1]

۱؎ نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ للقاضی التنوخی: ۱۷۲/۱

اس کی گردن پر تلوار چلنے والی ہی تھی کہ مقتول کے وارث نے اسے معاف کر دیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے چرواہا "ابو مشہور" حسبِ عادت اپنی بھیڑوں کو جبلِ اثرب پر چرا رہا تھا۔ ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا اور بارش کے بعد کا پانی بھی وافر مقدار میں تھا۔ اس کے بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ تھا۔ وہ ان کو لے کر صبح جاتا تھا اور شام کو واپس لوٹتا تھا۔

ایک دن بھیڑیں بغیر چرواہے کے ہی واپس لوٹ آئیں۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ سو اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اندھیرے میں اس کو ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا۔

دوسرے دن گھر والوں کو اس کی پانی کے کنارے پہ بندھی ہوئی لاش ملی اس کے جسم پر بندوق کی گولیوں کے نشانات تھے۔ اس سے صرف اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید اس کی کسی ایک چرواہے سے پانی کے اردگرد لڑائی ہو گئی تھی۔ اور یہ چرواہوں کے درمیان ایک عام بات تھی کہ ہر ایک اپنی بھیڑوں کو پہلے پانی پلانے پر ڈٹا رہتا تھا۔ اس عادت نے ان کو قتل کی حد تک پہنچا دیا اور بات بلجرشی حکومت تک پہنچ گئی۔ چنانچہ فیصلہ کو مقتول کے بیٹے (مشہور) کے سترہ سال کے ہونے تک موقوف کر دیا گیا۔

ہم سے پوچھا گیا:

اس علاقہ میں اس کے ساتھ جو چرواہے بھیڑوں کو چراتے تھے کیا تم کو ان لوگوں میں سے کسی ایک پر شک ہے؟

ہم نے بتایا: ہم کو دو چرواہوں پر شک ہے۔ ان میں سے ایک علی بن عبدالرحمٰن بھی ہے جس نے بعد میں اعتراف کیا اور عدالت میں اس نے سچ سچ بتا دیا

کہ میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اس کے بعد اس کے لئے قصاص کا حکم صادر کیا گیا ہے۔ کیونکہ مقتول کا سب سے چھوٹا بیٹا جس کا نام ''یتیم'' تھا، وہ دودھ پیتا بچہ تھا اور اس کے بالغ ہونے سے پہلے حکم نافذ کرنا ممکن نہ تھا۔

قاتل اپنے جرم کی وجہ سے جیل چلا گیا، اس کی عمر اس وقت بیالیس سال تھی۔ ساٹھ سال کی عمر میں وہ جیل سے نکلا، تاکہ سزائے موت کا سامنا کرے جو کہ اٹھارہ برس تک کے لئے مؤخر کر دی گئی تھی۔ یہی مقتول کے سب سے چھوٹے بیٹے کی عمر ہے جو اپنے باپ کے قتل کے وقت دودھ پیتا بچہ تھا۔ اور اس بچے کی قانونی عمر یعنی اٹھارہ سال تک ہونے کا انتظار کرنا ضروری تھا، تاکہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر قاتل کو معاف کرنے یا سزائے موت کا مطالبہ کرنے کا فیصلہ کرے۔

ان اٹھارہ سالوں کے درمیان وہ قاتل جیل میں دو احتمالوں کے درمیان رہا۔ یعنی یا تو سزائے موت یا پھر رہائی۔ اور وہ دودھ پیتا بچہ جو کہ اب ایک جوان تھا اور اس کا نام ''یتیم'' تھا۔

چنانچہ مقتول کے بیٹے ''یتیم'' نے کہا: ''میں اپنے باپ کے قاتل سے قصاص کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ فرمایا اور قاتل کو سزائے موت سے رہائی مل گئی، مگر یہ کیسے ہوا؟ اور وہ ملین ریال کا کیا قصہ ہوا جن کی مقتول کے سب سے بڑے بیٹے کو پیش کش کی گئی تھی، تاکہ وہ قاتل کے بارے میں اپنے فیصلے سے دستبردار ہو جائے۔ اس نے شروع میں لینے سے کیوں انکار کر دیا؟ اور بعد میں بغیر پیسے لئے سزائے موت کے فیصلے سے کیوں دستبردار ہو گیا؟

قاتل کہتا ہے: میں بیالیس سال کی عمر میں جیل چلا گیا۔ میں ایک نوجوان تھا اور ہائے افسوس! اب میرے بال سفید ہو گئے ہیں، میں ملجرشی جیل میں آٹھ سال رہا۔ اور باقی مدت میں نے عام بڑی جیل میں گزاری۔ اور یہ عرصہ میں نے بہت

کٹھن کا گزارا۔ ہم آزادانہ زندگی سے آنے والے ہر نئے قیدی کے منتظر رہتے تھے، تاکہ وہ ہمیں باہر کے حالات بتائے۔ بعض آنے والے تو ان خبروں کو دس دس مرتبہ سناتے تھے، میں جیل میں لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرواتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ پڑھنا لکھنا بھی سکھاتا تھا۔

سزائے موت کے میدان میں لے جانے سے ایک دن پہلے جب مجھے اپنی وصیت لکھنے کے لئے جیل کے دفتر بلایا گیا تو میں نے یقین کر لیا کہ موت کا وقت قریب آچکا ہے اور آنے والے دن میں قصاص کا حکم نافذ کر دیا جائے گا۔ مجھے کوئی خوف اور گھبراہٹ نہ تھی اور نہ میں کوئی گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ شاید کہ پچھلے اٹھارہ سال کے عرصہ میں خوف کے احساسات ختم ہو گئے تھے، مگر میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا، کیونکہ میں مقتول کے بیٹوں کا موقف جانتا تھا کہ تمام عزیز واقارب ان کو دیت لینے پر ابھار رہے تھے۔ اور وہ دیت بہت زیادہ مال اور بعض زمینوں پر جن کی قیمت ملین ریال تھی مشتمل تھی۔

میں نے تمام پریشان کن خیالات کو اپنے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ میں اس حال کی کیفیت کی وجہ سے سو ہی نہ سکا تھا۔ میں نے بہت سی قرآنی سورتیں پڑھیں۔ اور اپنی زندگی کی بہت سی باتیں یاد کرنے لگا۔

میرا بچپن، میری جوانی اور وہ بھیڑیں جن کو میں چرایا کرتا تھا، اور جیل کے گزرے ہوئے سالوں کا ایک ایک دن یاد کرنے لگا۔ میں نے جیل کے دروازے کو تکنا شروع کر دیا کہ وہ کب کھولا جائے گا، تاکہ میں اس میں سے گزر کر اس میدان میں جاؤں جہاں میرا سر دھڑ سے جدا کر دیا جائے گا...... پھانسی کا وقت آپہنچا اور بالآخر سپاہی آگئے ...... انہوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور میری آنکھوں پر کالی پٹی باندھی...... میں جیل کی گاڑی میں سوار ہوا۔ لوگوں کی آوازیں اور زندگی کی چہل پہل کی آہٹیں میری سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ اس

کالی پٹی کو اپنی آنکھوں سے اتار پھینکوں، تاکہ اٹھارہ برس بعد جیل کے باہر کی زندگی کو پہلی اور آخری مرتبہ دیکھ لوں۔ انہوں نے مجھے گاڑی سے جمعرات بازار کے اس میدان میں اتارا جہاں پھانسی دی جاتی ہے۔ لوگوں کی آوازوں سے سارا میدان گونج رہا تھا...... وہ میری پھانسی کا منظر دیکھنے کے لئے آئے تھے...... اعلان پڑھا گیا...... جلاد کے قدموں کی آواز میرے قریب ہوتی جارہی تھی ...... سناٹا چھا گیا ...... اس نے اپنی تلوار نکالی میں اپنی گردن پر وار کا انتظار کر رہا تھا...... اور میں اپنی پوری قوت سے تیار تھا کہ اچانک ...... میں نے مقتول کے بیٹے کی آواز سنی اس نے کہا:

میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اسے معاف کیا۔

لوگوں نے تالیاں بجائیں اور تہلیل و تکبیر کے نعرے لگائے ...... پھر مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، اس وجہ سے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک نئی زندگی عطا فرمائی، اور میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو قید سے آزادی کی طرف جاتے ہوئے پایا۔ میرے گھر والے میری رہائی کے بارے میں لاعلم تھے۔

رہائی کے دن میں نے یموزین کے لئے ایک گاڑی کرایہ پر لی۔ اور راستہ سمجھنے کے لئے جو کہ بالکل بدل گیا تھا اپنے ذہن پر بہت زور ڈالا اور بہت مشکل سے اپنے گاؤں کی پگڈنڈی پر پہنچا۔ پھر اپنے گھر آگیا۔ میں نے اس لڑکے ''مشہور'' اور اس کے بھائیوں اور چچاؤں کا اپنے ساتھ کئے جانے والے احسانِ عظیم پر شکریہ ادا کیا۔ ان کا حق ادا کرنے کے لئے شکریہ کے یہ الفاظ ناکافی تھے اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی دے گا نہ کہ میں۔

اب سنئے ''مشہور'' کیا کہتا ہے۔

کہتا ہے: قاتل کے اہلِ خانہ نے ہر ممکن کوشش کر لی کہ میں ملین ریال کے بدلے میں اپنے فیصلے سے دستبردار ہو جاؤں ......۔

ہم اس موضوع کے بارے میں کچھ نہ سوچتے تھے۔ اور جب بھی کوئی مجھ سے اس بارے میں بات کرتا تھا تو مجھے غصہ آجاتا تھا۔ پھانسی پر چڑھانے سے ایک دن پہلے...... میں نے ان سے کہہ دیا: آپ لوگ اپنی کوششوں سے باز آجائیں میں صرف اسی بات پر ڈٹا رہوں گا اور وہ ہے قاتل کو سزائے موت۔

اس نے مزید کہا: جب میرا بھائی بالغ ہوگیا تو میں نے اس کی اور اپنی والدہ کی طرف سے جو کہ اب بھی میرے ساتھ رہتی ہیں، شرعی وکالت کی۔ اس وکالت کے بعد میں اپنے بھائیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: قاتل کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اپنے والد کو ثواب پہنچانے کے لئے اگر ہم معاف کردیں تو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

سب نے اس رائے سے آخری وقت تک اپنے والد کے قاتل کی معافی کو ظاہر نہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ جب حکم نافذ کرنے سے پہلے مجھے جیل کے افسر کے پاس بلایا گیا اور مجھ سے آخری بات قاتل کو معاف کرنے کے لئے پوچھی گئی تو میں نے کہا: میں اپنے فیصلے سے نہیں ہٹوں گا اور سزا نافذ ہونے کے وقت اپنے بھائیوں اور چچاؤں کے ساتھ آکر قاتل کو قتل ہوتے ہوئے دیکھوں گا۔

چنانچہ قاتل کو میدان میں لانے، اس کو گاڑی سے اتارنے، اعلان پڑھنے ور قاتل کے شرعی اعتراف کرنے کے بعد اور اس کی گردن کو اڑانے کے لئے گردن پر تلوار پڑنے سے ایک یا آدھا لمحہ پہلے میں نے اپنا ہاتھ بلند کرکے جلاد کو روک لیا اور قاتل کو اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کردیا۔

میں کسی کی تعریف کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہوں۔ اگر میں تعریف کا طلب گار ہوتا...... تو میں ملین ریال قبول کر لیتا، لیکن نہیں، بلکہ وہ اس مجرم کی گردن چھڑانے میں میرے والد کی طرف سے صدقہ ہے۔[1]

---

[1] اجرت عکاظ العدد: ۸۴۳۹ سن ۱۴۱۰ھ

اس نے الگ رہنے کی قسم کھائی کہ نہ کسی دعوت میں شرکت کرے گا نہ کسی جنازہ میں جائے گا

ابواحمد حسین بن موسیٰ نے فرمایا: مجھے ایک شیخ نے جو میری خدمت کرتا تھا بتایا اور ہم کبھی کبھی لوگوں کے بارے میں بات چیت کیا کرتے تھے اس نے کہا: میں نے کنارہ کشی کی قسم کھائی ہے کہ میں نہ تو کسی دعوت میں شرکت کروں گا، نہ کسی جنازے میں جاؤں گا اور نہ کبھی کوئی امانت رکھواؤں گا۔ میں نے اس سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا:

میں بغداد سے بصرہ گیا۔ عشاء کے وقت میں بصرہ کی شاہراہِ عام پر جا رہا تھا کہ وہاں مجھے ایک آدمی ملا۔ اس نے مجھے میری کنیت کے علاوہ دوسری کنیت سے مخاطب کیا۔ اور میرے سامنے بڑی بشاشت ظاہر کی، اس نے مجھ سے ایسی قوم کے بارے میں دریافت کیا جس کو میں نہ جانتا تھا۔ اور مجھے قسم دی کہ میں اس کے پاس ٹھہروں۔

میں ویسے بھی اجنبی تھا اور کوئی جگہ نہ جانتا تھا، چنانچہ میں نے سوچا کہ کل تک ایک رات اس کے ہاں گزارتا ہوں پھر کوئی مکان ڈھونڈ لوں گا۔

میں نے اسے جھوٹی جھوٹی خلاف واقعہ باتیں بتا دیں، تو وہ زبردستی مجھے اپنے گھر لے گیا۔ میرے پاس بہت سے دراہم بھی تھے۔ میں جب اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک دعوت ہو رہی ہے اور لوگ شراب پی رہے ہیں۔ سو وہ کسی کام سے باہر نکلا۔ وہ مجھے اپنا دوست سمجھ رہا تھا اور اپنے نشہ کی وجہ سے میرے بارے میں دھوکہ کھا گیا کہ میں اس کا دوست ہوں۔

جو لوگ اس گھر میں تھے ان میں ایک غلام بھی تھا۔ جب سب لوگ سونے کے لئے اپنے بستروں پر لیٹ گئے تو میں ان کے درمیان لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد،

اس جماعت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس غلام کے پاس قتل کرنے کی غرض سے گیا، لیکن جب اس کے آنے پر غلام جاگ گیا تو وہ شخص ڈر کے مارے واپس اپنی جگہ پر آگیا۔ اور اس آدمی کی جگہ غلام کے مالک سے قریب تھی، اسی وقت غلام کا آقا بھی جاگ گیا۔

غلام اپنے آقا کے پاس جا کر کہنے لگا: ابھی میرے پاس کوئی آیا تھا جو مجھے قتل کرنا چاہ رہا تھا، لیکن میرے جاگنے پر وہ بھاگ گیا اور اندھیرے کی وجہ سے میں اسے نہ پہچان سکا۔

وہ آدمی غصہ سے پھنکارنے لگا اور اپنی جیب سے ایک چاقو نکالا اور کھڑا ہو گیا اور میں لرز رہا تھا، اگر وہ آدمی میرے قریب ہوتا اور مجھ کو لرزتا ہوا دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ میں ہی مجرم ہوں اور مجھ کو قتل کر دیتا۔

مگر اللہ تعالیٰ کو میری زندگی کی بقاء منظور تھی۔ سو اس آدمی نے اپنے ساتھ اسی لیٹے ہوئے آدمی کے دل پر ہاتھ رکھا تو اس کو زور زور سے دھڑکتا ہوا محسوس کیا۔ جب کہ اس نے اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کیا ہوا تھا، تاکہ اس وجہ سے وہ بچ جائے مگر اس نے چاقو کو اس کے سینے میں گھونپ دیا اور اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ آدمی تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اس نے غلام کا ہاتھ پکڑا، دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ میں بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں تو اجنبی ہوں جو آدمی مجھے لے کر آیا تھا جب وہ نیند سے بیدار ہوگا۔ تو مجھے نہیں پہچانے گا، کیونکہ وہ نشے کی حالت میں مجھے لے کر آیا تھا پھر اس کو اس میں ذرا شک نہ رہے گا کہ میں ہی قاتل ہوں، تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

میں نے اپنا زادِ سفر چھوڑا، اپنی چادر اور جوتے اٹھائے اور دروازے کا رخ کیا، گھر سے نکل کر میں دوڑتا ہی رہا، مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ آدھی

رات کا وقت تھا اور میں تاریکی سے گھبرا رہا تھا کہ اچانک میری نظر غسل خانے کے آتش دان پر پڑی، جو کہ پوری طرح روشن نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ میں اس میں چھپ جاتا ہوں جب غسل خانہ کھل جائے گا تو میں اس میں چلا جاؤں گا۔ سو میں آتش دان کی تہہ میں بیٹھ گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے کسی جانور کے ٹاپوں کی آواز آئی، اور پھر اچانک میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے بدکردار کے بیٹے! میں نے تجھے دیکھ لیا ہے۔ چنانچہ وہ آدمی آتش دان میں گھس گیا، میں خوف کے مارے ایسا ہوگیا جیسا مردہ ہوتا ہے، میں نے کوئی حرکت نہ کی۔ جب اس نے کوئی حرکت محسوس نہ کی تو اس نے اپنا سر اور ہاتھ تلوار سمیت آتش دان میں داخل کیا اور اس تلوار کو پورے آتش دان میں گھمانے لگا۔ میں بالکل دیوار کے ساتھ چپک گیا تو تلوار کی پہنچ سے دور ہوگیا۔

جب اس نے مجھے نہ پایا تو دروازے کے باہر گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی کو لے کر آیا، اس نے لڑکی کو آتش دان میں پھینک کر ذبح کر دیا اور اس کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔

میں نے اس لڑکی کے پاؤں میں پازیبوں کی چمک دیکھی تو ان دونوں کو میں نے کھینچ کر اتار لیا اور آتش دان سے نکل گیا۔ میں راستہ پر حیران و پریشان ٹہلتا رہا، یہاں تک کہ غسل خانہ کا دروازہ کھل گیا۔ میں اس میں داخل ہوا اور میرے پاس جو کپڑے تھے وہ میں نے حمام کے پہرہ دار کے پاس رکھوا دیئے۔

جب میں غسل خانے سے نکل کر باہر آیا تو صبح ہو چکی تھی۔ میں نے وہ دونوں پائلیں دراہم کے ساتھ رکھ لیں اور چل پڑا، میں نے راستہ کی چھان بین کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میرے ایک دوست کا گھر یہاں سے قریب ہے۔ سو میں اس کی طرف چلا۔ پھر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے دروازہ کھولا۔ وہ میرے آنے سے بہت

خوش ہوا، اس نے مجھے اندر بلا لیا۔ میں نے اس کو وہ رومال چھپانے کے لئے دیا جس میں میرے دراہم اور پائلیں تھیں۔ جب اس نے ان پازیبوں کو دیکھا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

میں نے کہا: تمہیں کیا ہوگیا؟

اس نے کہا: تم کو یہ پائلیں کہاں سے ملی ہیں؟

میں نے اس کو رات والا سارا قصہ سنا دیا۔ وہ جلدی سے اپنے گھر کی تجوری کی طرف گیا اور واپس آکر مجھ سے کہنے لگا: کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو جس کو تم نے لڑکی کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

میں نے کہا: چہرے سے تو میں نہیں پہچان سکتا، کیوں کہ رات اور تاریکی ہم دونوں کے درمیان حائل تھی، لیکن اگر میں اس کی آواز سن لوں تو پہچان لوں گا۔

اس نے کچھ کھانا تیار کیا پھر گھر سے باہر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان فوجی کے ساتھ واپس آیا اور اس سے باتیں کرنے لگا اور مجھ سے اس کے متعلق آنکھوں کے اشارے سے پوچھا تو میں نے کہا: ہاں یہ وہی آدمی ہے۔

ہم نے کھانا کھایا پھر وہ شراب لایا اور اس کو شراب پلائی تو اس پر نشہ چھا گیا اور وہ وہیں سو گیا۔ سو اس نے دروازہ بند کیا اور اس فوجی کو ذبح کر دیا۔

اس کے بعد مجھ سے کہا: کہ وہ مقتولہ میری بہن تھی۔ اور اسی آدمی نے اس کو ذبح کیا ہے۔ میں نے اپنی بہن کو کسی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا تھا سو وہ اس شخص کے پاس چلی گئی۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں کے درمیان ایسی کیا بات ہوئی کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے میری بہن کو قتل کر دیا۔ اور جب میں نے آپ کے ہاتھ میں پازیبوں کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو میری بہن کے پازیب ہیں، تو میں گیا اور لوگوں سے اپنی بہن کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟۔

لوگوں نے مجھ سے کہا وہ فلاں کے پاس ہے۔

میں نے کہا: میں اپنی بہن سے راضی ہو گیا ہوں۔ تم لوگ جاؤ اور اسے میرے پاس واپس بھیج دو۔ تو وہ لوگ بات کرنے میں ذرا ہچکچائے تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس آدمی نے میری بہن کو قتل کر دیا ہے جیسا کہ تم نے بتایا۔ سو میں نے بھی اسے قتل کر دیا۔ اب تم کھڑے ہو، تاکہ ہم اسے دفنا دیں۔

پھر ہم دونوں نے رات کو اس کو دفنایا۔ اس کے بعد میں بصرہ سے بھاگتا ہوا آیا، یہاں تک کہ میں بغداد پہنچ گیا۔

میں نے قسم کھائی کہ نہ میں کسی دعوت میں شرکت کروں گا اور نہ کبھی کسی کے پاس امانت رکھواؤں گا۔

اور رہا جنازہ والا قصہ تو وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی کام سے زوال کے وقت گرمی کے موسم میں بغداد سے نکلا۔ میرے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ جس کو دو آدمی کندھا دیے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کسی اجنبی مسافر کا جنازہ ہے میں بھی اس کو کندھا دوں گا تو مجھے اجر ملے گا۔ سو میں نے ان دو کندھا دینے والوں میں سے ایک کے بدلہ میں اس کو کندھا دیا۔ جب جنازہ میرے کندھے پر رکھ دیا گیا تو میں نے اس ایک کندھا دینے والے کو ادھر ادھر تلاش کیا، مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ میں چلایا: اے کندھا دینے والے! اے کندھا دینے والے!۔

دوسرے نے کہا:

چپ کر کے چلو وہ چلا گیا ہے۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! میں ابھی اس جنازے کو رکھ دوں گا۔ اس نے کہا: اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کی قسم! میں بھی چلا جاؤں گا۔ سو میں خاموش ہو گیا اور دل میں کہا: چلو ثواب کا کام ہے۔

ہم دونوں جنازہ کو قبرستان لے گئے۔ جب ہم نے اسے قبرستان میں رکھا تو جو دوسرا کندھا دینے والا تھا وہ بھی بھاگ گیا۔ میں نے کہا: ان دونوں احمقوں کو کیا

ہو گیا؟ خدا کی قسم! یہ تو ثواب کا کام ہے۔ میں نے اپنی جیب سے دراہم نکالے اور آواز لگائی: اے گورکن! اس میت کی قبر کہاں ہے؟

اس نے کہا: مجھے نہیں پتہ۔

میں نے کہا: قبر کھودو۔

سو اس نے مجھ سے دو درہم لے کر ایک قبر کھود دی۔ جب میں نے جنازہ اٹھا کر گورکن کی طرف نیچے کیا، تاکہ وہ میت کو اٹھائے اور اسے دفن کر دے۔ تو ایک دم گورکن نے قبر سے چھلانگ لگائی اور مجھ کو تھپڑ مارا۔ اور میری پگڑی میری گردن پر لپیٹ دی اور چیخنے لگا: اے قاتل! اے قاتل! سو لوگ جمع ہو گئے، اور اس بارے میں دریافت کرنے لگے۔

گورکن نے لوگوں سے نے کہا: یہ آدمی اس میت کو دفنانے کے لئے آیا ہے جب کہ میت کا سر نہیں ہے، پھر اس نے کفن کھولا تو لوگوں نے میت کو سر کٹا ہوا پایا جیسا کہ گورکن نے کہا تھا۔ سو میں حیران ہو گیا اور ڈر گیا۔ اور تمام لوگ مجھے غصے سے دیکھنے لگے، قریب تھا کہ میں اس میت کے ساتھ ہی مر جاتا۔

پھر لوگ مجھے پولیس کے پاس لے گئے، چنانچہ پولیس افسر نے میرے لئے کوئی گواہ طلب نہ کیا اور کوڑے مارنے کے لئے میرے کپڑے اتار دیئے، میں بالکل خاموش ہکا بکا کھڑا رہا۔

اس پولیس والے کا ایک عقل مند منشی تھا، جب اس نے مجھے اس قدر حیران و پریشان دیکھا تو اس نے پولیس والے سے کہا: مجھے ذرا اجازت دیجئے میں اس آدمی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ آدمی مظلوم لگتا ہے۔ سو اس نے منشی کو اجازت دے دی۔

منشی کھڑا ہوا اور مجھے تنہائی میں لے جا کر اس بارے میں سوال کرنے لگا۔ سو میں نے بغیر کسی کمی و بیشی کے اس کو سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے میت کو جنازہ سے

الگ ایک گوشہ میں رکھ کر کھولا تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا: ’’کہ یہ فلاں مسجد سے آیا ہے جو کہ فلاں جگہ پر ہے۔‘‘

منشی نے پولیس کے کچھ آدمی ساتھ لئے اور بھیس بدل کر مسجد میں پہنچا۔ وہاں ایک درزی کو دیکھا تو اس سے اس جنازہ کے بارے میں پوچھا جو وہاں تھا۔

درزی نے کہا: ایک جنازہ مسجد میں تھا، مگر وہ کل مسجد سے اٹھا لیا گیا اور اب واپس نہ آئے گا۔

منشی نے کہا: جنازہ کن لوگوں نے اٹھایا تھا؟

درزی نے کہا: کہ اس گھر کے افراد نے اور گھر کی طرف اشارہ کیا۔

منشی نے پولیس والوں کے ذریعے اس گھر کا محاصرہ کرلیا۔ وہاں کچھ کنوارے لڑکوں کو پایا تو ان کو پکڑ کر پولیس افسر کے پاس لے آیا۔ اور اس کو ساری بات بتائی۔ پولیس افسر نے ان لوگوں سے قتل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا ہمارے ساتھ رہتا تھا، ہماری اس سے کسی بات پر ناچاقی ہوگئی تو ہم نے اس کو قتل کردیا، اور اس کا سر اس کنویں میں پھینک دیا جو ہم نے اپنے گھر میں کھودا تھا۔ اور وہ دو کندھا دینے والے بھی ہم ہی میں سے تھے جو بعد میں آپس میں متفق ہوکر بھاگے تھے۔

چنانچہ پولیس نے ان لڑکوں کی گردنیں اڑا دی اور مجھے چھوڑ دیا۔ یہی سبب ہے میری اس قسم کھانے کا کہ اب میں کسی جنازہ میں شرکت نہیں کروں گا۔[1]

اس نے اپنا تھیلا کھو دیا اور ایک سال بعد اس کو واپس مل گیا

ہشام بن خالد نے فرمایا: میں ایک مسجد میں چلا گیا اس حال میں کہ میرے پاس ایک تھیلا تھا جس میں ہزار درہم تھے۔ ان کے علاوہ میرے پاس کچھ نہ تھا، وہ

[1] الفرج بعد الشدة للتنوخي: ٣/٦١، ٦٦ ونشوار المحاضرة: ٥/٩٥

دراہم میری کل جمع پونجی تھے۔ سو میں نے وہ تھیلا ایک ستون کے ساتھ رکھ دیا اور نماز پڑھنے لگا، نماز کے بعد اس تھیلے کو وہیں بھول کر واپس چلا آیا۔

اس تھیلے کو کھونے کی وجہ سے میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا اور میرے برے حالات کے بوجھ نے مجھے کچل ڈالا، مگر میں نے ایک سال تک کسی کو بھی اپنے حال سے آگاہ نہ کیا۔

فرمایا: اس کے بعد میں نے اس ستون کے پاس نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے وہ تھیلا واپس دلوا دے۔ جب کہ ایک بڑھیا میرے برابر میں بیٹھی ہوئی میری دعا سن رہی تھی۔

اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! وہ کیا چیز ہے جس کی دعا مانگتے ہوئے میں نے تمہیں سنا ہے؟

میں نے کہا: ایک تھیلا ہے جس کو پچھلے سال میں اسی ستون کے پاس بھول گیا تھا۔

کہنے لگی: وہ تو میرے پاس ہے اور پچھلے ایک سال سے میں تمہاری منتظر ہوں، پھر بڑھیا وہی تھیلا مجھے دے کر چلی گئی۔[1]

اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے! تو میری فریاد سن لے

ایک آدمی سردی کے موسم میں تجارت کی غرض سے نکلا۔ اس کے پاس چار سو درہم تھے جو اس کی کل جمع پونجی تھی۔ اس نے چار سو درہم کے زریاب (پرندہ) کے بچے خریدے۔

بغداد میں جب وہ اپنی دوکان پر آیا تو بہت سرد ہوا چلی، چنانچہ سوائے ایک

[1] الفرج بعد الشدة للقاضي التنوخي: ٣/٩٣

بچے کے جو سب بچوں سے چھوٹا اور کمزور تھا، باقی سب بچے مر گئے۔ پس اس کو اپنے فقر و فاقہ اور ہلاکت کا یقین ہو گیا۔

اس نے پوری رات اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی، فریاد کی اور پریشانی سے نجات کی التجا کی۔

وہ بس یہی کہہ رہا تھا: "یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ"

اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے! تو میری مدد کر دے۔

چنانچہ صبح کے وقت جب سردی ختم ہوئی تو اس بچے نے اپنے پر پھیلائے اور کہنے لگا: "یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ" سو لوگ اس کی دوکان پر اس پرندے کے بچے کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے کے لئے جمع ہونے لگے۔

ام المقتدر کی باندیوں میں سے ایک باندی سواری پر وہاں سے گزری، جب اس نے بھی پرندہ کی آواز سنی اور اس کو دیکھا تو اس کی قیمت پوچھی۔ لیکن وہ آدمی خاموش رہا تو اس نے اس بچے کو دو ہزار درہم میں خرید لیا۔[1]

وہ صرف ایک کپڑے کا مالک تھا پھر عراق کی حکومت اس کے لئے اپنے ساتھ کشادگی لے کر آئی

ابو الحسن المدائنی اپنی کتاب "الفرج بعد الشدة" میں لکھتے ہیں:

خالد بن عبداللہ کو بہت تنگی اور فقر و فاقہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دن وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ہشام بن عبدالملک کا قاصد آیا کہ وہ ان کو عراق کی حکومت دینے کے لئے بلا رہے ہیں۔ مگر وہ وہیں خاموش بیٹھے رہے، قاصد نے ان سے بہت اصرار کیا۔

خالد نے اس سے کہا: تھوڑی دیر ٹھہرو، تاکہ میری قمیص خشک ہو جائے۔ کیونکہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص۱۲۷

انہوں نے وہ قمیص قاصد کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے دھوئی تھی اور ان کے پاس اس قمیص کے علاوہ اور کوئی قمیص نہ تھی۔

قاصد نے ان سے کہا: آپ جلدی سے چل کر حاضری دیجئے کہ آپ کو تو بہت ساری قمیصوں کی طرف بلایا گیا ہے۔

چنانچہ وہ ہشام کے پاس چلے گئے تو اس نے ان کو عراق کا والی بنا دیا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا ہے

ابوقلابہ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ فرماتے ہیں: مجھے بہت تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک دن صبح کو ایسی بارش ہوئی گویا کہ مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ اور میرے پاس ایک دانہ غلہ تک نہ تھا۔ میں بہت پریشان تھا۔ سو میں باہر نکل کر اپنی دہلیز پر بیٹھ گیا اور دروازہ کھلا ہوا چھوڑ دیا۔ اور اپنے فقر و فاقہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں جس مشکل سے گزر رہا تھا ممکن تھا کہ اس کی وجہ سے میرا دل پھٹ جاتا، کہ اچانک مجھے ایک عورت ایک عمدہ گدھے پر نظر آئی، خادم نے اس کے گدھے کی لگام کو پکڑا ہوا تھا۔ جو پانی میں بھیگ رہا تھا۔ جب وہ بالکل میرے گھر کے سامنے آیا تو سلام کیا اور کہا: ابوقلابہ کا گھر کہاں ہے؟

میں نے ان سے کہا: یہ ان کا گھر ہے اور میں ہی ابوقلابہ ہوں۔

اس عورت نے مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو میں نے اس کو بتا دیا۔ اتفاق سے وہ فتویٰ اس کی مرضی کے مطابق تھا۔ سو اس نے اپنے موزے سے کپڑے کا تھیلا نکالا اور اس میں سے مجھے تیس دینار دیئے۔

پھر کہا: "اے ابوقلابہ! تمام تعریف تمہارے پیدا کرنے والے کے لئے ہے جس نے تمہارے چہرے کی بدصورتی میں بہت نفاست پیدا کی ہے" اور یہ کہہ کر چلی

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص۱۲۸

گئی۔[1]

بھوکا نکلا اور لیڈر بن کر واپس لوٹا

قاضی تنوخی فرماتے ہیں: ایک مصنف بہت فقیر ہو گیا اور بے کار رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ بچا اور قریب تھا کہ وہ مانگنے لگتا۔ اسی حال میں وہ گھر سے نکلا اور کچھ دنوں بعد اپنے سفر سے واپس لوٹا، تو میں اس کے پاس گیا۔

میں نے کہا: اب تمہارا کیا حال ہے؟

تو اس نے یہ شعر پڑھے:

جیسا کہ آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں ہم بالکل صحیح سالم ہیں۔ ہم سلامتی سے ہیں جیسا کہ آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری سلامتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ آپ کسی چیز کو یا تو پسند کرتے ہیں یا پھر ناپسند کرتے ہیں، مگر یہ نہیں جانتے کہ کس چیز میں خیر ہے۔[2]

میں نے اس کی دلجوئی کی اور اس کو تسلی دی اور کچھ دن وہیں رہا۔

چنانچہ اس کی کچھ آمدنی ہونے لگی تو وہ خراسان چلا گیا، اور بہت سالوں تک ہمیں اس کی کوئی اطلاع نہ ملی۔

ایک دن اچانک وہ ہمارے شہر ایک بڑا لیڈر بن کے آیا کہ اس کے پاس بہت سے جانور، گھوڑے، گدھے، اونٹ، خادم، گھر کا سامان، بہت سا نقد مال اور کپڑے تھے۔

میں اس کے پاس گیا اور اس کو مبارک باد دی تو اس نے کہا:

---

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۱۲۹

[2]
فَاِنَّنَا سَالِمِيْنَ كَمَا تَرَانَا وَمَا خَابَتْ غَنِيْمَةُ سَالِمِيْنَا
وَمَا تَدْرِيْنَ اَىُّ الْاَمْرِ خَيْرٌ اَمَّا تَهْوِيْنَ اَمْ تَكْرَهِيْنَا

میری پریشانی راحت میں بدل گئی۔ آج کے بعد تم مجھے کوئی کام تلاش کرتے نہیں دیکھو گے۔ پھر اس نے وہ چیزیں بیچ دیں جو وہ لے کر آیا تھا۔ ان میں صرف وہ چیزیں چھوڑیں جو ایک صاحبِ مروت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اور مال میں سے بیس ہزار درہم کی زمینیں خریدیں۔ اور اپنے گھر اور جائداد میں مصروف ہو گیا۔[1]

میری مشکل ہی میری آسانی ہے

ایک عورت خوشحالی میں اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہے:

میرا شوہر محنت مزدوری کی غرض سے ایک شہر کی طرف گیا۔ کچھ دن اس نے کام کیا، پھر اس نے کام کرنا چھوڑ دیا اور بے روزگار ہو کر وہیں مقیم ہو گیا۔

اس کے بعد ہم پر شدید تنگی آئی، ہم نے اپنی ایک زمین بیچنی چاہی، مگر وہ ہم سے نہیں بکی۔ اور میرے شوہر کی خط و کتابت بھی آنی بند ہو گئی، چنانچہ اس کی خیر خیریت کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔ یہاں تک ہمیں یہ گمان ہوا کہ شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے۔

چنانچہ میں نے گھر کے سامان کو بیچ بیچ کر اپنے بچوں پر خرچ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ گھر میں کوئی چیز نہیں بچی۔

اتنے میں زمین کو کاشت کرنے کا وقت بھی آ گیا اور ہمیں بیجوں کی شدید ضرورت پڑی، لیکن ہمارے پاس بیج کا ایک دانہ بھی نہیں تھا کہ کاشت کرتے، قریب تھا کہ زمین بے کار ہو جاتی اور زراعت کا وقت گزر جاتا۔

میں ایک صبح اٹھی۔ میرے اوپر یہ تمام حالات جمع ہو جانے کی وجہ سے بڑا غم تھا۔ تو میں نے ایک مالدار شخص کی طرف اپنا ایک آدمی بھیجا جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ اگر میں اس سے کچھ رقم طلب کروں گی تو وہ ضرور ہماری مدد کرے گا

---

[1] الفرج بعد الشدة للتنوخي: ۲۷۳/۳

تا کہ میں اس سے اپنی اولاد کے لئے سودا سلف خرید لوں۔

اس نے میرے آدمی سے کہا: میں کیسے ان کو ان کی مطلوبہ رقم دے دوں حالانکہ ان کی زمین کاشت نہیں کی گئی اور ان کو کوئی غلہ بھی نہیں ملا اور اس کے شوہر کی بھی کوئی خیر خبر نہیں ہے تو وہ مجھے کہاں سے لوٹائیں گی۔

جب وہ آدمی یہ خبر لے کر آیا تو میں غم سے مرنے لگی۔ اور میں نے اور میرے بچوں نے ایک دن رات کا کھانا نہ کھایا اور اسی حالت میں ہم نے صبح کر دی۔ سو ابھی دوپہر بھی نہ ہوئی تھی کہ میرے شوہر کا خط اس کی خیر خبر کے ساتھ پہنچ گیا۔ خط میں تاخیر کا سبب بھی ذکر کیا تھا۔ اس نے اپنے خط کے ساتھ سو دینار اور کچھ کپڑے جو کہ اس نے ایک مصری تاجر سے حاصل کیے تھے بھیجے۔ جس کی قیمت پچاس دینار تھی۔ میں نے وہ لے لئے اور زمین کو کاشت کیا اور ہماری حالت بہتر ہوئی۔[1]

ضرورت نے اس کو اپنی ماں کی چادر بیچنے پر مجبور کیا پھر وہ مصر کا بادشاہ بن گیا

محمد بن یوسف فرماتے ہیں: مجھ کو میرے ایک ساتھی نے بتایا:

میں مصر میں عبید اللہ کے پاس کھانا کھانے جاتا تھا۔ سو وہ جب دستر خوان بچھا کر اس پر روٹی رکھتا تھا تو ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا تناول کرتا تھا۔ پھر جب فارغ ہو جاتا تو بچا ہوا کھانا صدقہ کر دیا کرتا تھا۔

ایک دن میں نے اس کو کھانے کے شروع میں ایک موٹی سری پیش کی۔ اس نے اس کے کنارے پر انگلی ماری تو وہ پھٹ گئی۔ جس نے دستر خوان کو گھی سے بھر دیا۔ تو اس نے اپنا ہاتھ روک دیا اور کہنے لگا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، مجھ کو اس سے ایک بات یاد آگئی میں تم کو وہ بتاتا ہوں۔

[1] الفرج بعد الشدة للقاضي التنوخي: ۳/۲۸۱، ۲۸۲

کہنے لگا: میں بغداد میں "سُوْقُ الْهَيْثَم" میں رہا کرتا تھا۔ ایک دن مجھ کو پیسوں کی سخت ضرورت پیش آئی، مگر میرے پاس ایک ٹکا بھی نہ تھا۔ مجھے بہت تھوڑے سے پیسوں کی ضرورت تھی، لیکن میرے پاس نہ کوئی کھانا تھا اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسی چیز تھی کہ اس کو بیچ کر اس سے اپنے اس دن کا کھانا ہی لے لیتا۔ سوائے یہ کہ میرے پاس ایک نبیذ تھی (کھجور کا عرق) جو کہ تیار ہو چکی تھی۔ اور میں اپنے گھر کے دروازے پر تنگ دل بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس کو کس میں لگاؤں۔

اتنے میں میرے پاس سے میرا ایک دوست گزرا تو وہ آکر میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔ سو ہم نے گپ شپ کی۔ جب وہ جانے لگا تو میں نے بہ دلِ نخواستہ اس کو کھانے کا بولا، جو عام طور پر رسماً بولا جاتا ہے تو اس نے قبول کر لیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے تمنا کی کہ کاش! میں گونگا ہی ہو جاتا تو اچھا تھا، چنانچہ اب میرے پاس اس کو اپنے گھر بلانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ سو میں نے اس کو اندر بلایا اور اپنی والدہ کے پاس جا کر ان کو یہ بات بتائی۔ تو انہوں نے اپنی چادر دی اور کہا: اس کو بیچ دو اور آج اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ میں نے اس کو تین دراہم میں بیچ کر اس سے ایک روٹی، مچھلی، کچھ سبزی اور خوشبو خریدی اور ان کو لے کر گھر آگیا۔

ابھی میں گھر بیٹھا ہی تھا کہ ہمارے گھر میں کسی پڑوسی کی مرغی آگئی۔ تو میں نے اس کو پکڑ کر ذبح کیا، چھیلا اور اپنی والدہ کو دے کر کہا: اس کو بھون دو۔ انہوں نے بھون دیا۔ اور جو کچھ میں نے خریدا تھا اس کے ساتھ اس کو بھی اپنے دوست کے سامنے پیش کیا۔ پھر ہم نے سب مل کر کھایا۔

جب میرا ہاتھ اس سری پر پڑا تو مجھے اپنا وہ حال یاد آیا کہ ایک تو وہ تنگ دستی والا حال تھا اور ایک یہ خوش حالی، نعمتوں اور بادشاہت والا حال ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا اس کی نعمتوں پر شکر ہے۔

پھر اس نے بہت سا مال منگایا اور حکم دیا کہ اس میں سے آدھے کا مصر میں

صدقہ کردیا جائے اور اس کا آدھا مکہ اور مدینہ میں بھجوایا اور وہاں اس کا صدقہ کیا۔

اور دستر خوان اور جو کچھ اس پر تھا ان کے بارے میں حکم دیا کہ وہ مسکینوں کو کھلا دیا جائے۔ اور ایک دوسرا دستر خوان لانے کا حکم دیا۔[1]

پہلے وہ ایک دینار نہیں دے رہا تھا پھر اس نے دو ہزار دینار دے دیئے

کاتب حسن بن محمد کہتے ہیں: میں ارجان میں رہا کرتا تھا، ان دنوں میرا ایک تاجر پڑوسی تھا جو کہ جعفر بن محمد کے نام سے جانا جاتا تھا۔ میں اس سے گھلا ملا رہا کرتا تھا اور میرا اس سے گہرا تعلق تھا۔ اس نے ایک دن مجھ کو بتایا:

میں ہر سال حج کیا کرتا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک غریب اور گمنام آدمی کے پاس آیا کرتا تھا۔ میں اس کے ساتھ لطف کا معاملہ کیا کرتا تھا اور اس کو ڈھونڈا کرتا تھا۔

ایک سال میں حج پر نہ جا سکا۔ اور جب میں اگلے سال آیا تو میں نے اس کو بہت مالدار پایا، میں بڑا خوش ہوا اور اس سے اس کے مالدار ہونے کا سبب معلوم کیا۔

اس نے کہا: وقت کے ساتھ میرے پاس کچھ درہم جمع ہو گئے۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ میں شادی کر لوں، کیوں کہ میں کنوارہ ہوں جیسا کہ تم جانتے ہو۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے حج پر جانا چاہئے، تا کہ وہاں پر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ اس کے بعد میرے لئے شادی کے اسباب آسان کر دے تو میرا حج بھی ہو جائے گا اور شادی بھی ہو جائے گی، چنانچہ میں چلا گیا۔

حرم شریف پہنچ کر میں نے اپنے زادِ سفر کو حفاظت سے رکھ دیا۔ میرے پاس

[1] الفرج بعد الشدة للقاضي التنوخي: ۳/ ۲۸۳، ۲۸۴

گھر میں کوئی صندوق وغیرہ نہ تھا تو میں نے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور منیٰ کی طرف نکل پڑا۔

جب میں منیٰ سے لوٹ کر گھر آیا تو میں نے گھر میں زادِ سفر کو نہ پایا، میں حیران رہ گیا۔ اور مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی تکلیف نہ ہوئی تھی۔

پھر میں نے کہا: یہ تو ثواب کو بڑھانے والا حادثہ ہے، اس میں غم کرنے کی کیا بات ہے اور اللہ عزوجل کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔ میں گھر میں آرام سے بیٹھ گیا اور میرے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ میرا دل کچھ مانگنے کی اجازت بھی نہ دیتا تھا، سو میں اپنی جگہ تین روز تک ایسی حالت میں رہا کہ میں نے کوئی کھانے کی چیز چکھی تک نہیں۔ پھر جب چوتھے دن بھی کمزوری کی حالت میں صبح ہوئی تو مجھے اپنے مرنے کا اندیشہ ہوا۔ اور مجھے اپنے دادا رسول اللہ ﷺ کا قول یاد آیا کہ زم زم کا پانی جس مراد سے پیا جائے وہی مراد اللہ تعالیٰ پوری کر دیتے ہیں۔ سو میں اس کے پینے کے لئے نکلا۔ چنانچہ میں نے اس سے پیا اور باب ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف لوٹا کہ اس پر آرام کروں۔

میں چل ہی رہا تھا کہ اچانک میرا پاؤں راستے میں کسی چیز سے ٹکرایا جس کی وجہ سے میری انگلی میں تکلیف ہوئی۔ میں نے اپنا ہاتھ پیر کی طرف بڑھایا تا کہ میں اس کو دیکھوں کہ زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔ تو میرا ہاتھ ایک لال رنگ کے چمڑے کی تھیلی پر پڑا تو میں نے اس کو اٹھا لیا۔

اٹھانے کے بعد میں نے سوچا کہ گری ہوئی چیز استعمال کرنا جب تک کہ اس کی پہچان نہ کرائی جائے حرام ہے۔

لیکن پھر میں نے کہا: اگر اب میں اس کو چھوڑ دوں گا تو میں اس کو ضائع کرنے والا ہوں گا۔ اور اب مجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ میں اس کا اعلان کروں۔ شاید اس کا مالک مل جائے تو وہ مجھے اس میں سے کچھ ہبہ کر دے کہ میں اس کو حلال سمجھوں۔

میں اپنے گھر آیا اور اس تھیلی کو کھولا تو اس میں دو ہزار سے زائد پیتل کے دینار تھے۔

میں نے اس کو دوبارہ بند کر دیا اور مسجد کی طرف لوٹا اور حجرِ اسود کے پاس بیٹھ کر آواز لگائی: جس کی کوئی چیز کھو گئی ہو تو میرے پاس اس کی نشانی لے کر آئے اور اس کو لے لے۔ پھر میرا وہ دن آوازیں لگاتے لگاتے گزر گیا اور میرے پاس کوئی نہ آیا۔ مجھے شدید بھوک تھی اور میں نے رات اپنے گھر میں ایسی ہی حالت میں گزاری۔ پھر میں صفا اور مروہ کی طرف آیا اور اس کے پاس پورا دن اعلان کیا یہاں تک کہ وہ دن بھی گزرنے لگا اور میرے پاس کوئی نہ آیا۔

جب مجھے شدید کمزوری ہوئی اور مجھے اپنے مرنے کا یقین ہوا تو میں بوجھل بوجھل واپس لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ باب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ گیا۔ میں نے لوٹتے وقت لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ اب میں آواز نہیں لگا سکتا اور مجھ میں چیخنے کی سکت نہیں ہے۔ سو اگر تم لوگ کسی کو دیکھو کہ وہ اپنی کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈ رہا ہے تو اس کو میرے پاس بھیج دینا۔ پھر جب مغرب کا وقت ہونے لگا تو میں اسی جگہ پر بیٹھا تھا کہ اچانک ایک خراسانی کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈتا ہوا آیا۔ میں نے اس کو آواز دی اور اس سے کہا: جو چیز تم سے کھوئی ہے اس کی نشانی اور علامت بتاؤ۔ تو اس نے مجھے اس تھیلی کی بالکل وہی نشانی اور علامت بتائی اور دنانیر کا وزن اور اس کی گنتی بھی صحیح بتائی۔

میں نے کہا: اگر میں تم کو اس آدمی کا پتہ بتاؤں جو تم کو وہ واپس کر دے تو تم مجھ کو اس میں سے سو دینار دو گے؟

اس نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا: پچاس دینار دو گے؟

کہنے لگا: نہیں۔

میں نے کہا: چلو دس دینار دو گے؟

اس نے کہا: نہیں۔

میں اس سے کم کرتا رہا کم کرتا رہا، یہاں تک کہ میں ایک دینار پر پہنچ گیا۔

تو اس نے کہا: نہیں ایک بھی نہیں دوں گا۔ وہ جس کے پاس ہے اگر وہ ثواب کی نیت سے واپس کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ خود بہتر سمجھنے والا ہے۔ یہ کہہ کر وہ واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔ مجھے شیطان نے وسوسہ دیا اور میں نے چپ رہنے کا سوچا۔ پھر مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف ہوا۔

مجھے یہ گراں گزرا کہ میرے پاس سے وہ خراسانی بغیر اپنی تھیلی لئے چلا جائے۔

میں نے اس کو آواز لگائی: واپس آؤ۔ تھیلی نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی تو اس نے آکر تھیلی لے لی اور چلا گیا۔ میں وہیں بیٹھا رہا، میرے اندر اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ میں اپنے گھر ہی کی طرف چلا جاتا۔

ابھی وہ آدمی مجھ سے تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ وہ واپس آگیا اور مجھ سے کہنے لگا: تم کس شہر سے ہو اور کن لوگوں میں سے ہو؟

مجھے اس پر شدید غصہ آیا تو میں نے کہا: تمہیں کیا، کیا تمہاری کوئی چیز میرے پاس بچی ہے؟

اس نے کہا: نہیں، لیکن میں تم سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کن لوگوں میں سے ہو اور کس شخص سے تمہارا تعلق ہے؟ سو مجھے بتاؤ اور برا مت مناؤ۔

میں نے کہا: میں عرب ہوں اور کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

اس نے کہا: کوفہ میں کس کی اولاد میں سے ہو، مختصر بتانا؟

میں نے کہا: حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہوں۔

اس نے کہا: تمہارا مال کتنا ہے؟

میں نے کہا: میں اس عارضی دنیا میں اتنے ہی مال کا مالک ہوں جتنا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ میں نے اس کو اپنی غربت اور کمزوری کا پورا حال سنایا۔ اور جس کی میں نے تمنا کی تھی کہ وہ مجھ کو تھیلی میں سے کچھ دے دے اور جو میں بھوک کی وجہ سے کمزوری تک پہنچا اس کو بتایا۔

اس نے کہا: مجھے ایسا آدمی چاہیے جو کہ تمہارا نسب اور حالات صحیح صحیح بتائے تاکہ میں تمہاری پوری پوری ذمہ داری سنبھالوں۔

میں نے کہا: میں کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا، مگر تم مطاف کی طرف جاؤ اور کوفیوں کو آواز لگا کر کہو کہ باب ابراہیم علیہ السلام پر تمہارے شہر کا ایک علوی حسینی آدمی یہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا آدمی آئے جو کہ اس کا موجودہ حال بتائے، سو جو تمہارے ساتھ آئے اس کو لے آؤ۔

وہ چلا گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آیا اور اس کے ساتھ کوفیین کی ایک جماعت تھی جو میرے پوشیدہ حال سے باخبر تھی۔

ان کوفیین نے مجھ سے کہا: اے شریف تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: یہ آدمی ایک معاملے کی وجہ سے جو میرے اور اس کے درمیان ہے میرا حال اور میرا نسب جاننا چاہتا ہے۔ سو جو کچھ تم میرے بارے میں جانتے ہو وہ اس کو بتاؤ۔

ان لوگوں نے میرے نسب کے بارے میں بتا دیا اور اس سے کہا: یہ غربت اور فقر و فاقہ کا مارا ہوا آدمی ہے۔

چنانچہ یہ سن کر وہ چلا گیا، پھر تھوڑی دیر بعد آیا اور وہی تھیلی نکالی جیسی میں نے اس کو دی تھی۔ اور کہنے لگا: یہ پوری تم لے لو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت دے۔

میں نے کہا سنو! جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا: کیا وہ کافی نہیں ہے کہ اب تم

میرے ساتھ مذاق بھی کرنے لگے۔ جب کہ میں موت کی حالت میں ہوں۔ کہنے لگا: معاذ اللہ، اللہ کی قسم! یہ تمہارے لئے ہی ہے۔

میں نے کہا: پہلے تو تم اس میں سے ایک دینار دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھے اور اب مجھ کو پوری تھیلی دے رہے ہو۔

اس نے کہا: دراصل یہ تھیلی میری نہیں تھی اور نہ ہی میرے لئے یہ جائز تھا کہ میں تمہیں اس میں سے کچھ دوں، چاہے ایک دینار ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تو مجھے میرے شہر کے ایک آدمی نے دی تھی اور مجھ سے گزارش کی تھی کہ میں عراق یا حجاز میں سے کسی علوی، حسینی فقیر اور گم نام آدمی کو تلاش کروں پھر جب وہ مجھے مل جائے تو اس کو مال دار کر دوں اس مال کے ذریعے سے۔ سو تم سے پہلے یہ صفات کسی آدمی میں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ جب میں نے تمہاری امانت، فقر، عفت اور تمہارے صبر کو دیکھا اور تمہارا نسب صحیح معلوم ہو گیا تو وہ میں نے تم کو دے دی۔

میں نے اس کو کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اگر تم پورا ثواب لینا چاہتے ہو تو اس میں سے ایک دینار لے کر میرے لئے کوئی کھانے کی چیز خرید لو، تاکہ میں کھا لوں۔

اس نے کہا: میری تم سے ایک درخواست ہے، میں نے کہا: کہو۔

کہنے لگا: میں ایک امیر آدمی ہوں اور جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس میں سے میرا کچھ بھی نہیں ہے، جیسا کہ میں نے تم کو بتایا۔ سو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ میری سواری تک چلو، تاکہ تم کوفہ تک میری مہمان داری میں رہو اور تمہارے دینار خرچ ہونے سے بچ جائیں۔

میں نے کہا: میں تو ہل بھی نہیں سکتا سو جس طرح سے چاہو مجھ کو سوار کراؤ، وہ تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس سے چلا گیا اور کچھ سواریاں لے کر آیا اور ایک سواری پر مجھ کو سوار کیا۔ اور اس وقت جو کچھ اس کے پاس تھا مجھے کھلایا۔ دوسرے دن اس نے میرے لئے کپڑے بنوائے۔ وہ میری خود ہی خدمت کیا کرتا تھا، اور مجھے

میرے آدمیوں نے اس کو لے لیا۔ پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور قریب تھا کہ وہ مر جاتا۔

جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے اس سے کہا: اے بوڑھے! تمہارا کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا: یہ ایک بڑا طویل قصہ ہے۔

میں نے اس کو مطمئن کیا، اس پر ایک قمیص اور رومال ڈال دیا اور اس کے واسطے دراہم اور کھانے کا حکم دیا تو اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔

میں نے کہا: تم مجھ کو اپنا قصہ ضرور سنانا۔

چنانچہ وہ اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگا: میں ایک ایسا آدمی ہوں جس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں تھیں، میں خزانچی تھا سو میں نے پانچ سو دینار کی ایک باندی خریدی۔ مجھے اس سے زبردست عشق ہوگیا۔ میں اس سے ایک لمحہ بھی دور نہ رہ سکتا تھا۔ جب میں دکان جاتا تو مجھے جنون سا ہو جاتا۔ تو میں فوراً لوٹ آتا اور پورا دن اس کے ساتھ بیٹھا رہتا۔

ایسا ہوتا رہا، یہاں تک کہ مجھے دکان میں نقصان ہوا اور میرا روزگار بند ہوگیا اور میں نے اپنا سرمایہ خرچ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ میرا پورا سرمایہ ختم ہوگیا اور میرے پاس اس میں سے کم و زیادہ کچھ نہ بچا۔ میں اس کے باوجود اس باندی سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔

پھر باندی کو حمل ہوگیا تو خرچہ نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اپنا گھر توڑنا شروع کر دیا اور اس کا ملبہ بیچتا رہا، یہاں تک کہ اس کا ملبہ بھی ختم ہوگیا۔ اور میرے پاس کچھ بھی نہ بچا، پھر اس باندی کو دردِ زہ نے آلیا تو اس نے کہا: ارے سنتے ہو! میں ادھر مر رہی ہوں، تم اتنے پیسے کہیں سے لاؤ جس سے تم کچھ شہد، آٹا اور گوشت خرید لو، ورنہ تو میں مر جاؤں گی۔

تو مجھے رونا آگیا، میں اداس ہوگیا اور اپنے آپ کو ختم کرنے کا سوچ کر کسی دریا

میں ڈبونے چل پڑا۔ مگر جب مجھے زندگی کی محبت اور آخرت کا عذاب یاد آیا تو میں رک گیا۔

پھر میں حیران و پریشان نہروان کی طرف نکل پڑا اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک چلتا رہا، یہاں تک کہ خراسان پہنچ گیا۔ مجھے وہاں ایک جاننے والا ملا تو میں نے اس کے مال میں تجارت شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہت سا مال دیا، سو میں مالدار ہوگیا اور میری حالت بہتر ہوگئی، میں کئی سال سے اس حال میں رہا کہ مجھ کو گھر کی کوئی خبر نہ تھی۔ مجھ کو اس بات میں بھی شک نہ تھا کہ وہ باندی ابھی تک زندہ ہوگی۔

چنانچہ اس میں بہت سال گزر گئے، یہاں تک کہ میرے پاس اتنا مال ہوگیا جس کی قیمت بیس ہزار دینار تھی۔ میں نے ایک دن سوچا کہ میرے پاس مال جمع ہو چکا ہے۔ اگر میں ابھی اپنے وطن واپس چلا جاؤں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں نے تمام مال سے خراسان میں سامان خریدا اور فارس اور اہواز کے راستے سے عراق جانے کی غرض سے نکلا۔

جب میں فارس اور اہواز کے درمیان پہنچا تو ہمارے قافلے پر کچھ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور جو کچھ سامان تھا وہ سب لے لیا، چنانچہ میں نے صرف اپنے پہنے ہوئے کپڑے ہی بچا لئے اور میں دوبارہ سے غریب ہوگیا۔

پھر میں اہواز آیا اور وہاں حیران و پریشان رہنے لگا۔ ایک دن میں نے وہاں کے رہنے والوں میں سے ایک جاننے والے کو اپنا حال بیان کیا تو اس نے مجھے کچھ خرچہ دے دیا جس کے ذریعے سے میں واسط تک پہنچ گیا۔

اس کے بعد اس آدمی نے جتنا خرچہ دیا تھا وہ بھی ختم ہوگیا تو میں چلتا ہوا اس جگہ تک آگیا جہاں سے آپ گزر رہے تھے۔ اور میں ہلاک ہونے والا تھا کہ میں نے تم سے مدد مانگی اور مجھ کو بغداد چھوڑے ہوئے اٹھائیس سال ہو چکے ہیں۔

عمرو بن مسعدہ کہتے ہیں: مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا، میں نے اس سے کہا کہ چلو تم پہلے اپنے گھر والوں کی خیر خیریت معلوم کرو اور اس کے بعد میرے پاس آؤ تو میں تمہیں وہ کچھ دوں گا جو تم جیسے آدمی کے لئے مناسب ہوگا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور دعا دے کر چلا گیا، اور ہم بغداد میں داخل ہوئے، اس بات کو لمبا عرصہ گزرنے کی بناء پر میں اس کو بھول گیا۔ سو ایک دن میں مامون کے گھر جانے کے لئے سواری پر سوار ہوا تو میں نے اسی بوڑھے کو ایک خچر پر سوار خوش باش دیکھا۔

اس کے ساتھ ایک سیاہ فام لڑکا تھا اور وہ دونوں قیمتی کپڑوں میں ملبوس تھے۔

جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کا استقبال کیا اور کہا بتاؤ کیا قصہ ہے کہ اتنے عرصے سے غائب تھے؟

اس نے کہا: لمبا قصہ ہے، میں تمہارے پاس کل آکر تمہیں سناؤں گا۔

جب کل ہوئی تو وہ میرے پاس آیا، میں نے اس سے کہا: اپنا قصہ سناؤ! مجھے تمہیں سلامت دیکھ کر اور تمہاری ظاہری حالت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔

اس نے کہا: جب میں تمہارے ٹپ میں سے اتر کر چلا اور اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے اپنے گھر پہنچ کر اس کی دیوار کو جو سڑک سے ملتی ہے اسی طریقے سے پایا جس طریقے سے میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ بجز اس کے کہ گھر کا دروازہ چمکدار اور صاف ستھرا تھا اور اس پر کچھ دکانیں تھیں، چوکیدار تھے، ان دکانوں میں سے ایک سبزی کی دکان بھی تھی۔ میں نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" شاید میری باندی مر گئی ہوگی اور کوئی پڑوسی میرے گھر کا مالک بن گیا ہوگا اور اس نے اس گھر کو کسی سرکاری آدمی کے ہاتھوں بیچ دیا ہوگا۔

پھر میں سبزی کی دکان کی طرف بڑھا، اس کو میں محلے میں جانتا تھا، اس وقت اس کی دکان پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اس سے کہا: تم فلاں سبزی والے کے کیا لگتے ہو؟

تو اس نے کہا: میں اس کا بیٹا ہوں۔

میں نے کہا وہ کب مرا؟

اس نے کہا بیس سال پہلے۔

میں نے کہا: یہ گھر کس کا ہے؟

اس نے کہا: امیر المؤمنین کی دایہ کے بیٹے کا ہے اور وہ اس وقت وزیر خزانہ ہے۔

میں نے کہا: وہ کس نام سے جانا جاتا ہے؟

اس نے کہا: فلاں خزانچی کے بیٹے سے پھر اس نے میرا نام لیا۔

میں نے کہا: یہ گھر اس کو کس نے بیچا؟

اس نے کہا: یہ گھر اس کے والد کا ہے۔

میں نے کہا: کیا اس کا باپ زندہ ہے۔

کہنے لگا: نہیں۔

میں نے کہا: کیا تم ان کے قصے کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟

کہنے لگا: ہاں مجھ کو میرے والد نے بتایا تھا کہ اس شخص کا باپ خزانچی تھا پھر وہ غریب ہو گیا اور اس شخص کی ماں کو دردِ زہ ہونا شروع ہو گیا تو اس کا والد اس کے لئے کچھ لینے نکلا سو وہ لاپتہ ہو کر ہلاک ہو گیا۔

میرے والد نے کہا: میرے پاس اس آدمی کی ماں کی طرف سے ایک پیغام رساں اس کے لئے کچھ مانگنے آیا۔ وہ مجھ سے مدد کی طلب گار تھی تو میں نے ولادت کی ضروریات کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ اور اس کو دس درہم دیئے۔ سو اس نے ان کو خرچ بھی نہ کیا تھا کہ یہ کہا جانے لگا کہ امیر المؤمنین ہارون رشید کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس پر تمام دائیوں کو پیش کیا جا چکا ہے، مگر اس نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا۔ اس کے لئے آزاد عورتوں کو بھی طلب کر لیا گیا، مگر اس نے ان میں سے بھی کسی

کا دودھ نہ پیا اور وہ مسلسل کسی دودھ پلانے والی کی تلاش میں تھے۔

میں نے ایک آدمی کو جو دایہ کی تلاش میں تھا اس بچے کی ماں کے بارے میں بتایا۔ سو وہ ہارون رشید کے گھر پہنچائی گئی اور جب بچے کا منہ اس کی چھاتی پر رکھا گیا تو اس نے اس کو قبول کر لیا تو وہ بچے کو دودھ پلانے لگی، اور وہ بچہ مامون تھا۔ چنانچہ وہ ان کے ہاں رہنے لگی اور ان کی طرف سے اس کو بڑا فائدہ پہنچا۔

پھر مامون خراسان کی طرف چلا گیا اور یہ عورت اور اس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ چلے گئے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی جب مامون اور اس کی فوج واپس ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اس عورت کا بچہ بڑا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور میرا باپ بھی مر چکا تھا۔

لوگوں نے مجھ سے کہا: یہ فلاں خزانچی اور خلیفہ مامون کی دایہ کا بیٹا ہے۔ اس نے اس گھر کو بنوایا اور اس کو درست کیا۔

وہ شخص کہتا ہے: میں نے سبزی فروش کے بیٹے سے کہا: کیا تمہیں اس کی ماں کا پتہ ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے؟

اس نے کہا: وہ زندہ ہے۔ کچھ دن خلیفہ کے گھر گزارتی ہے اور کچھ دن یہاں رہتی ہے۔

میں نے اس حال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں آیا اور گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے صحن کو بناوٹ اور حسن میں عمدہ پایا۔ اور اس کے عظیم الشان فرش میں ایک بڑی مجلس لگی ہوئی تھی۔ اس کے بیچ میں ایک نوجوان لڑکا تھا اس کے سامنے کچھ منشی اور حساب کتاب کرنے والے تھے اور وہ ان کا حساب کتاب کر رہا تھا۔ اور گھر کے چبوترے اور بعض کمروں میں کچھ منشی تھے ان کے سامنے مال تختیاں اور ترازو تھے وہ لین دین کر رہے تھے۔

چنانچہ میں نے لڑکے کو دیکھا تو مجھے اس میں اپنی شبیہ نظر آئی، مجھے پتہ چل گیا

کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ میں لوگوں کے ہجوم میں آ کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ مجلس میں میرے اور کچھ لڑکوں کے سوا کوئی نہ بچا۔ تو وہ لڑکا میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے بابا! کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا: ہاں، لیکن وہ ایک ایسی بات ہے جو کہ تمہارے سوا کسی کو سننا جائز نہیں ہے۔ اس نے ان لڑکوں کو جو اس کے اردگرد کھڑے تھے اشارہ کیا تو وہ چلے گئے۔ پھر اس نے کہا کہو: اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے۔

میں نے کہا: میں تمہارا باپ ہوں۔

جب اس نے یہ سنا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور مجھ کو میری جگہ رہنے دیا۔ اتنے میں مجھ کو ایک خادم کی آمد محسوس ہوئی جو میرے پاس آ رہا تھا، اس نے میرے پاس رک کر کہا: میرے آقا! میرے ساتھ آیئے۔ تو میں کھڑے ہو کر اس کے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ میں ایک پرسکون کمرے میں ایک لٹکے ہوئے پردے کے پاس پہنچا، وہاں ایک کرسی اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور وہ خود دوسری کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے کہا: اے بابا! بیٹھو۔

میں کرسی پر بیٹھ گیا اور وہ خادم داخل ہوا۔ اتنے میں اچانک پردے کے پیچھے سے حرکت ہونے لگی تو میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ تم میری بات کی سچائی کو جاننا چاہتے ہو۔ تمہارے لئے فلاں کا حوالہ ہی کافی ہے اور میں نے اپنی باندی اس لڑکے کی ماں کا نام لیا۔

کہتے ہیں: اچانک پردہ ہٹ گیا اور باندی نکل کر میرے پاس آ گئی اور مجھ پر گر پڑی، میرا بوسہ لینے لگی، مجھے پیار کرنے لگی اور رونے لگی۔ پھر کہا: خدا کی قسم! یہ میرے آقا ہیں۔

اس بوڑھے نے بتایا: میں نے اس جوان کو دیکھا کہ وہ تشویش زدہ اور حیران و

پریشان ہوگیا۔

میں نے اس باندی سے کہا: تمہارا ناس ہو تمہاری کیا کہانی ہے؟

اس نے کہا: میری کہانی چھوڑیے میں آپ کو کیا کہانی بتاؤں یہ جو اللہ تعالیٰ کا فضل آپ دیکھ رہے ہیں وہ کافی ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کی کیا کہانی ہے؟

میں نے اس کو جس دن سے اس کے پاس سے نکلا تھا اپنے اس دن تک کا قصہ سنایا اور اس نے مجھ کو اپنا قصہ جس طریقے سبزی والے کے بیٹے نے سنایا تھا اسی طریقے سے سنایا، بلکہ اس سے زیادہ عجیب اور تفصیلی اور یہ سب نوجوان کی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنتی کہانی تھی۔ سو جب بات پوری ہوئی تو وہ نکل پڑا اور مجھ کو میری جگہ رہنے دیا۔

بوڑھے نے کہا: پھر میرے پاس ایک خادم آیا اس نے کہا:

اے میرے آقا! آپ کا بیٹا آپ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اس کے پاس چلے جائیں۔

بوڑھا کہنے لگا: میں اس کے پاس چلا گیا تو جب اس نے مجھے دور سے دیکھا تو کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: جو کچھ مجھ سے آپ کے حق میں کمی ہوئی ہے اس کی میں اللہ سے اور آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ پس مجھے اچانک آپ کی طرف سے ایسا معاملہ پیش آیا جس کا میں گمان بھی نہ کرتا تھا کہ وہ ہوگا۔ اور اب یہ نعمت آپ کی ہے اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔ امیر المؤمنین ایک عرصے سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ میں یہ عہدہ (وزارت خزانہ) چھوڑ دوں اور گھر میں ان کی خدمت میں کوئی کمی نہ کروں، مگر میں اپنے کام کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہوں۔ اور اب میں ان سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ میرا کام آپ کے سپرد کر دیں اور میں ان کی اس کے علاوہ کسی اور کام میں خدمت کر لوں گا۔ سو جلدی سے آیئے اور اپنی حالت درست کر لیجیے۔

میں غسل خانے جا کر نہایا، اس کے بعد خادم میرے پاس ایک پوشاک لے کر

آئے۔ سو میں نے اس کو پہن لیا اور اس کی والدہ کے حجرے کی طرف چلا گیا اور اس میں بیٹھ گیا۔

وہ مجھ کو امیر المؤمنین کے پاس لے گیا۔ میں نے ان کو اپنا قصہ سنایا تو اس نے مجھ کو انعام میں پوشاک پہنائی اور جو ذمہ داری میرے بیٹے کے پاس تھی وہ مجھے دے دی۔ میری مہینے کی اتنی ہی تنخواہ مقرر کی۔ اور میرے بیٹے کو دوسری ذمہ داریاں دیں جو کہ ان کے اہم کاموں میں سے ہیں۔ اس کی تنخواہ کو بڑھا دیا اور اس کو جن امور کا والی بنایا ہے ان میں اس کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔

اب میں تمہارے اچھے برتاؤ کا شکریہ ادا کرنے اور نعمتوں کے دوبارہ حاصل ہو جانے کو بتانے آیا ہوں۔[1]

خدا کی قسم! میں تمہیں قتل کر دوں گا موت کے فرشتے سے بھی پہلے

محمد بن یزید کہتے ہیں:

مجھ کو عمر بن عبدالعزیز نے کچھ لوگوں کو جیل سے نکالنے کا حکم دیا۔ سو میں نے انہیں نکال دیا، لیکن حجاج کے کاتب یزید بن ابی مسلم کو چھوڑ دیا تو اس کو مجھ سے نفرت ہوگئی۔ اور اس نے مجھے قتل کرنے کی نذر مان لی۔

میں اس وقت افریقہ میں تھا جب کہا گیا کہ حجاج کا کاتب یزید بن ابی مسلم، یزید بن عبدالملک کی طرف سے انصار کے غلام محمد بن یزید کی جگہ آیا ہے۔ یہ عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد کی بات ہے تو میں اس سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کو میری جگہ کا پتہ چل گیا تو اپنے بندوں کو بھیج کر مجھے گرفتار کرا لیا۔

جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: کب سے میں اللہ تعالیٰ سے دعا

[1] الفرج بعد الشدة للقاضي التنوخي: ۳/۳۱۴

کرتا تھا کہ وہ مجھ کو تم پر قابو دے دے۔

میں نے کہا: میں بھی خدا کی قسم! کب سے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو تم سے بچائے۔

یزید نے کہا: تو اللہ تعالیٰ نے تم کو مجھ سے نہیں بچایا۔ اللہ کی قسم! میں تم کو قتل کروں گا اگر مَلَکُ الْمَوْت بھی مجھ سے تمہاری روح قبض کرنے میں سبقت کرنے لگے تو میں اس سے بھی سبقت کرلوں گا۔

اس نے تلوار اور چمڑے کا فرش منگایا تو وہ دونوں چیزیں اس کے سامنے حاضر کر دی گئیں۔ اس نے میرے بارے میں حکم دیا تو مجھ کو چمڑے کے فرش پر کھڑا کر دیا گیا، میرے ہاتھوں کو کندھوں کے پیچھے باندھ دیا گیا اور میرا سر بھی باندھ دیا گیا۔ اور میرے پیچھے ایک آدمی ننگی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا، وہ میری گردن اڑانے والا ہی تھا کہ اتنے میں نماز کھڑی ہو گئی۔

یزید نے کہا: اس کو ابھی چھوڑ دو، تاکہ میں نماز پڑھ لوں، یہ کہہ کر وہ نماز کے لیے نکل پڑا۔

جب وہ سجدہ میں گیا تو اچانک کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد میرے پاس ایک آدمی آیا جس نے میرے ہاتھ اور سر کی رسّی کو کھول دیا اور میں صحیح سلامت لوٹ آیا۔[1]

ظالم کے سر پر مصیبتیں گھومتی ہیں

ابوقاسم ابراہیم بن علی کہتے ہیں:

میں نصیبین سے ایک قیمتی تلوار لے کر دیارِ ربیعہ کے گورنر عباس بن عمرو سلمی کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا جو "رأس العین" میں تھا، تاکہ میں اس کو یہ ہدیہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص:۱۵۰

کروں اور اس سے نفع اٹھاؤں۔ وہ تلوار مجھے اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی۔

راستے میں ایک دیہاتی بوڑھا میرے ساتھ ہو لیا اور میرے جانے کا مقصد پوچھا۔ میں اس سے گھل مل گیا اور اس کو بات بتلا دی اور ہم "رأس العین" کے قریب پہنچ چکے تھے، سو ہم "رأس العین" میں داخل ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اس کے بعد وہ بوڑھا میرے پاس آنے جانے لگا، میرا خیال رکھنے لگا اور مجھ کو جتلانے لگا کہ وہ مجھ کو سلام کرنے آتا ہے، میرے ساتھ نیکی کا ارادہ رکھتا ہے اور میرا حال و احوال پوچھتا ہے۔

میں نے اس کو بتایا: گورنر نے میرا تحفہ قبول کر لیا ہے اور اس کے بدلے مجھے ایک ہزار درہم اور کچھ کپڑے دیے ہیں۔ میں فلاں دن واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

جب وہ دن آیا تو میں شہر سے ایک گدھے پر سوار ہو کر نکل پڑا اور جب میں صحرا میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بوڑھا اپنی ایک کمزور سی سواری پر تلوار ڈالے موجود ہے۔

جب میں نے اسے وہاں پر دیکھا تو مجھے اس کے بارے میں شک ہوا کہ یہ کہیں میرے قتل کی نیت سے یہاں پر کھڑا نہ ہو۔

میں نے اس سے کہا: تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

کہنے لگا: میں نے اپنا کام پورا کر لیا اور اب میں واپس جانا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ جانا میرے نزدیک کسی اور کے بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

میں نے کہا: چلو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر۔

میں مستقل اس سے چوکنا ہی رہا، حالانکہ وہ کوشش کر رہا تھا کہ میں اس کے قریب آجاؤں اور اس سے گھل مل جاؤں، مگر میں ایسا نہ کرتا۔ وہ جتنا بھی میرے قریب آنے کی کوشش کرتا میں اتنا ہی اس سے دور بھاگتا، یہاں تک کہ ہم نے بہت

سا سفر طے کر لیا اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا۔

چنانچہ وہ مجھ سے مایوس ہو گیا۔ میں نے گدھے کو تیزی سے ہانکا، تاکہ میں اس سے بھاگ جاؤں اور اس کے ہاتھ سے نکل جاؤں۔ اتنے میں میں نے اس کے قدموں کی چاپ سنی۔ سو میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ اپنی تلوار نکال چکا تھا اور مجھے مار دینا چاہتا تھا تو میں نے گدھے سے چھلانگ لگائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

جب اس کو معلوم ہوا کہ میں اس کے ہاتھ سے نکل جاؤں گا تو وہ چیخا: اے ابوالقاسم! میں تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا سو تم رک جاؤ، مگر میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا اور بھاگنا اور تیز کر دیا۔

مجھے عیسائیوں کا ایک مقبرہ نظر آیا تو میں اس کی طرف چلا۔ وہ مجھ کو پکڑنے والا ہی تھا کہ میں فوراً مقبرہ میں داخل ہو گیا اور اس کے دروازے کے پیچھے جا کے کھڑا ہو گیا۔ اس زمانے میں مقبرہ کا دروازہ ایک بڑا پتھر ہوا کرتا تھا جو کہ ہموار کیا ہوا ہوتا تھا کہ ہاتھ اس پر جمتا نہیں تھا۔ اور اس کے سامنے ایک حلقہ ہوتا تھا اور اندر سے دروازے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی جس پر ہاتھ رکھا جائے، جب اس کو باہر سے دھکا دیا جاتا تو وہ کھل جاتا اور جب اس سے کوئی باہر نکل جاتا اور حلقہ کھینچتا تو دروازہ بند ہو جاتا اور یہ سب باہر سے کرنا ممکن ہوتا، اندر سے اس کو کھولنا ممکن نہ ہوتا۔

جب میں قبرستان میں داخل ہوا اور اس کے دروازے کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا تو وہ دیہاتی آیا اور اس نے سواری کو دروازے کے حلقہ سے باندھ دیا اور مجھ کو ڈھونڈتے ہوئے تلوار سونتے اندر داخل ہو گیا۔ قبرستان میں اندھیرا تھا تو اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور چلتا ہوا قبرستان کے بیچ تک آ گیا۔ میں نے دروازے کے پیچھے سے نکل کر دروازے کو کھینچا تو جانور بھاگنے لگا سو اس نے بھی میرے ساتھ کھینچا تو دروازہ مضبوطی سے بند ہو گیا اور میں نے حلقہ کو وہاں ایک کنڈی سے باندھ دیا، جانور کو کھولا اور اس پر سوار ہو کر جانے لگا۔

وہ دیہاتی قبرستان کے دروازے تک آیا اور جب اس نے موت کو اپنے سامنے دیکھا تو کہنے لگا: اے ابوالقاسم! میرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میں تو مر جاؤں گا۔

میں نے کہا: تم مر جاؤ یہ میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے کہ میں مروں۔

کہنے لگا: مجھ کو نکال دو، میں تمہیں امان دیتا ہوں اور ایمان کے ساتھ مجھ پر یقین رکھو کہ میں کبھی تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کروں گا۔ اور ہمارے درمیان جو تعلق تھا اس کو یاد کرو۔

میں نے کہا: تم نے اس کا خیال نہیں کیا اور تمہاری قسم جھوٹی ہے۔ میں اپنی موت کے لئے اس پر یقین نہیں کروں گا۔

وہ بار بار اس بات کو دھرانے لگا۔

میں نے کہا: بکواس مت کرو، اپنی اس بات کو ختم کرو اور اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ میں تو تمہاری سواری پر سوار ہوں گا اور اپنا گدھا ساتھ لے کر چلوں گا اور کچھ دن بعد ہم یہیں ملیں گے، لہٰذا تم مجھ پر غصہ مت ہونا یہاں تک کہ میں آ جاؤں اور جب تمہیں کھانا کھانے کی ضرورت پڑے تو تم مردار گدھے کھا لینا، کیونکہ وہ تمہارے لئے بہترین کھانا ہے۔

میں اس کے ساتھ اس طرح کی باتیں کر کے اس کا مذاق اڑاتا رہا اور وہ روتا اور مدد مانگتا رہا اور آخر میں کہنے لگا: اللہ کی قسم! تم نے مجھ کو قتل کر دیا۔

میں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہو گئے اور میں اس کی سواری پر سوار ہوا اور اپنے گدھے کو ساتھ لے کر ہانکنے لگا۔

اس کا جانور بھورے رنگ کا تھا تو میں نے اس کو لال رنگ کر دیا اور اس کو بیچ دیا، تاکہ اس کے مالک کا پتہ نہ چل جائے۔ اتفاق سے اس کو پیادہ لوگوں میں سے ایک آدمی نے خریدا۔ چنانچہ اس طرح میں نے اس دیہاتی کا کام تمام کر دیا۔ اور اس

واقعہ کو چھپائے رکھا۔ سو ایک سال سے کچھ زائد عرصے کے بعد میرا "رأس العین" دوبارہ جانا ہوا۔

چنانچہ میں اسی راستے سے نکلا اور جب میں نے قبرستان دیکھا تو مجھے وہ بوڑھا یاد آیا۔

میں نے کہا: چل کر دیکھتا ہوں کہ اس بوڑھے کا کیا انجام ہوا؟

میں اس کی طرف گیا تو اس کا دروازہ بالکل ویسے ہی بند تھا جیسا کہ میں چھوڑ کر گیا تھا۔

میں نے اس کو کھولا اور اندر داخل ہوگیا تو وہ بوڑھا بوسیدہ ہڈیاں ہو چکا تھا۔

پھر میں نے اس کو اپنی ٹانگ سے ہلایا اور اس کو مذاقاً کہا: اے فلاں! تمہارا کیا حال ہے؟ تو اچانک کسی چیز کی آواز آنے لگی، میں اس کو ڈھونڈنے لگا کہ وہ کیا چیز ہے؟ تو وہ ایک تھیلی تھی، چنانچہ میں نے اس کو لے لیا اور اس کی تلوار بھی لے لی۔ اور نکل آیا۔ پھر میں نے تھیلی کھولی تو اس میں پانچ سو دراہم تھے اور اس کے بعد تلوار کو بھی چند دراہم میں بیچ دیا۔[1]

جو گناہ بوتا ہے تو وہ ہلاکت کاٹتا ہے

عبیداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ مجھ کو اہل الجند میں سے ایک آدمی نے بتایا:

میں شام کے کسی شہر سے اپنی سواری پر سوار ہو کر نکلا۔ میرے پاس ایک چمڑے کا برتن تھا اس میں کچھ کپڑے تھے۔ جب میں کچھ میل چلا تو رات ہوگئی۔ مجھے وہاں ایک بڑی عبادت گاہ نظر آئی۔ اس کی ایک جھونپڑی میں ایک راہب بیٹھا ہوا تھا۔

چنانچہ وہ اترا اور میرا استقبال کیا، مجھ سے اپنے پاس رات گزارنے کی گزارش

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۱۵۱ تا ۱۵۴

کی اور میری مہمان نوازی کرنے کی فرمائش کی۔ سو میں نے قبول کر لی۔

جب میں اندر داخل ہوا تو مجھے اس کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا، پھر وہ میری سواری کو ایک طرف لے گیا، اس کو چارہ ڈال کر ایک کمرے میں باندھ لیا۔ اور میرے لئے گرم پانی لے کر آیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا تو اس نے میرے سامنے آگ جلائی اور راہبوں کے بہترین کھانوں میں سے ایک کھانا لایا تو میں نے کھایا۔

پھر گپ شپ میں رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ میں نے سونے کا ارادہ کرتے ہوئے اس سے غسل خانے کا پوچھا۔ اس نے مجھے اس کا راستہ بتایا، ہم دونوں ایک کمرے میں تھے۔ سو جب میں غسل خانے کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک چٹائی پڑی ہوئی تھی، میں جیسے ہی اس پر چلا تو گرتے ہوئے نیچے اتر گیا اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو صحرا میں پایا۔ دراصل وہ چٹائی بغیر کسی چھت کے پڑی ہوئی تھی۔

اس رات شدید برف باری ہو رہی تھی، میں نے سوچا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے وہ اس کے علم میں نہیں ہے۔ سو اس نے مجھ سے بات چیت نہیں کی۔

میں کھڑا ہو گیا اور میرا جسم زخمی ہو چکا تھا، مگر زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔ سو میں آکر عبادت خانے کے دروازے کے طاق کے نیچے برف سے بچنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ابھی مجھے کھڑے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرے سر کے اوپر کچھ پتھر گرنے لگے مگر میں بچ گیا اگر وہ میرے سر پر لگ جاتے تو اس کو کچل ڈالتے۔

میں بھاگتے ہوئے نکل پڑا اور اس کو آواز لگائی تو اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

مجھے پتہ چل گیا کہ یہ سب کچھ وہ کر رہا ہے میرا زادِ سفر حاصل کرنے کے لالچ میں۔

جب میں نکلا تو برف باری ہو رہی تھی، میں نے سوچا کہ اگر یہ برف یونہی میرے اوپر گرتی رہی تو میں مرجاؤں گا، پھر مجھے ایک ترکیب آئی وہ یہ کہ میں ایک تیس رطل کے وزن کا پتھر یا اس سے زیادہ کا اپنے کندھے پر رکھوں جس سے میں گرم ہو جاؤں

گا۔

چنانچہ ایک پتھر مجھے مل گیا، پھر کبھی میں اس کو اپنے کندھے پر رکھتا اور کبھی اپنی گدی پر رکھتا اور صحرا میں بھاگ کر چکر کاٹنے لگا۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا اور گرم ہوگیا اور میرا پسینہ بہنے لگا۔ میں نے پتھر پھینک دیا اور عبادت خانے کے پیچھے ایسی جگہ بیٹھ کر آرام کرنے لگا جہاں میرا گمان تھا کہ راہب مجھ کو نہ دیکھ سکے گا۔

جب مجھ کو دوبارہ سردی لگنی شروع ہوگئی تو میں نے پھر پتھر اٹھا لیا عبادت خانے سے باہر نکل کر، میں صبح تک ایسا ہی کرتا رہا۔

جب سورج طلوع ہونے کا وقت ہوا تو میں عبادت خانے کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا، اتنے میں اچانک میں نے دروازے کی آہٹ سنی تو میں چھپ گیا۔ پھر ایک دم سے راہب باہر نکلا اور جہاں میں گرا تھا وہاں آیا، جب اس نے مجھے نہیں دیکھا تو مجھے ڈھونڈنے کے لئے عبادت خانے کے اردگرد کا چکر لگانے لگا۔ اور وہ یہ کہتا جا رہا تھا:

میرا خیال ہے کہ اس نے سوچا ہوگا کہ اس کے قریب میں کوئی گاؤں ہے تو وہ اس کی طرف چلا گیا ہوگا۔ اب میں کیا کروں اس کا سامان تو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ چلتے چلتے میرے پیر کے نشان ڈھونڈنے لگا۔

میں اس کی مخالف سمت چلتے ہوئے عبادت خانے کے دروازے تک آگیا اور عبادت خانے کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ مجھے عبادت خانے کے اردگرد ڈھونڈتے ہوئے اس جگہ سے جا چکا تھا۔ تو خنجر نکال کر میں عبادت خانے کے دروازے کے پیچھے چلا گیا۔

راہب نے ادھر اُدھر بہت چکر لگائے اور جب اس کو میری کوئی خبر نہیں ملی تو وہ واپس آکر عبادت خانے میں داخل ہوگیا، جب وہ دروازہ بند کرنے لگا اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ وہ مجھ کو دیکھ لے گا تو میں نے اس پر خنجر سے وار کیا اور اس کو پچھاڑ کر ذبح کر

دیا۔

میں عبادت خانے کے دروازے کو بند کر کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اور جلتی ہوئی آگ سینک کر گرم ہونے لگا، پھر میں نے اپنے چمڑے کے برتن میں سے سوکھے کپڑے نکال کر پہنے۔ اور راہب کی چادر لے کر سو گیا اور عصر تک سوتا رہا۔

عصر کو میں اٹھا، میں نے عبادت خانے کا چکر لگایا تو مجھے کچھ کھانا مل گیا، میں نے اس میں سے کھایا اور میں مطمئن ہوگیا۔

اس کے بعد میرے ہاتھ قلعے کے کمروں کی چابیاں لگیں تو میں نے ایک ایک کمرے کو کھولنا شروع کیا، چنانچہ وہاں نقدی، چاندی، کپڑے، اور لوگوں سے چھینا ہوا ساز و سامان موجود تھا۔

اس سے پتہ چلا کہ وہ راہب ہر اس آدمی کے ساتھ یہی کرتا تھا کہ جو اس کے پاس سے اکیلا گزرا کرتا تھا تو وہ اس پر قابو پا لیتا تھا۔ سو مجھے سمجھ نہ آیا کہ اس مال کو اور جو کچھ مجھے ملا ہے کیسے منتقل کروں۔

کچھ دن تک میں وہاں سے گزرنے والوں کو دور سے دکھائی دیتا رہا۔ وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ میں وہ نہیں ہوں۔ سو جب وہ میرے قریب ہوتے تو میں ان کو اپنا چہرہ ظاہر نہ کیا کرتا، یہاں تک کہ میری خبر چھپی رہی۔

پھر میں نے وہ کپڑے اتار کر اپنے دوسرے کپڑے پہنے۔ اور کچھ بوریاں لے کر ان کو مال سے بھر لیا اور جانور پر ان کو لاد کر پیدل چل پڑا، اس کو ایک قریبی گاؤں تک لے جا کر اس میں ایک گھر کرائے پر لیا۔

مجھے جو بھی چیز ملتی اس کو ان بوریوں میں منتقل کرتا رہا، یہاں تک کہ میں نے کوئی بھی ایسی چیز جس کی کوئی قیمت ہو نہ چھوڑی، مگر یہ کہ میں نے اس کو گاؤں پہنچا دیا۔

پھر میں وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ مجھے ایک قافلہ مل گیا تو میں نے جو کچھ گھر

میں پہنچایا تھا اس کو جانوروں پر لادا اور قافلہ میں شریک ہو کر چل پڑا۔

یہاں تک کہ میں اپنے شہر پہنچ گیا اس حال میں کہ مجھ کو ہزاروں دراہم اور دنانیر مل گئے تھے اور میں موت سے بھی بچ گیا۔[1]

وہ سلاخ کے دہانے پر زندگی اور موت کی کشمکش میں رہا پھر اس کو راہ نجات ملی

احمد زہرانی ایک چرواہے تھے، ایک دن اپنی بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ مغرب کے وقت مندق کے شہر میں باحہ کے علاقے سے لوٹ رہے تھے، انہیں اس راستے کے متعلق تمام معلومات حاصل تھیں۔ وہ موسم پر چھائے ہوئے گھرے بادلوں سے بے پروا قطب نما کی سی تیزی سے چل رہے تھے، لیکن وہ خلاف معمول بھٹک گئے اور وہ اس راستے سے جس پر وہ چلا کرتے تھے ہٹ کر دوسری طرف جہاں ایک کھلا ہوا کنواں تھا چلنے لگے، جس کی گہرائی ۲۰ میٹر تھی۔

قبل اس کے کہ کوئی ان کو خبردار کرتا انہوں نے اپنے آپ کو کنویں میں نیچے گرتا ہوا محسوس کیا۔ تو ایک ہی لمحے میں ان کے حواس روشن ہو گئے۔ انہوں نے اس اچانک غیر محسوس حملے اور زندگی کی بقاء کے بارے میں سوچنے سے پہلے ہی کنویں کے اطراف میں لگی ہوئی نرم ٹہنیوں کو پکڑ لیا، لیکن وہ ان کے بھاری جسم کو سہارا نہ دے سکیں اور وہ دوبارہ نیچے گر گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ کنویں کی گہرائی میں پہنچ جاتے، لیکن انہیں لوہے کی سلاخیں مل گئیں جن پر وہ پورے تین دن تک سہارا لئے رہے۔ اسی دوران بکریوں کا ریوڑ جب ان کے بغیر گھر پہنچ گیا تو ان کے گھر والے اور پڑوسی ان کی تلاش کرنے میں ہر طرف نکل گئے، یہاں تک کہ ان کی تلاش کرنے میں ان لوگوں سے امید کا دامن چھوٹ گیا۔

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۱۵۵

احمد زہرانی کہتے ہیں: جب میرے پاؤں پھسلے اور میں گرا تو میں نے شروع میں سوچا کہ وہ ایک چھوٹا کنواں ہوگا جس میں جانے کا میں عادی ہوں۔ اور چونکہ گھرے بادل مجھے کچھ دیکھنے کا موقع نہیں دے رہے تھے تو میں نے اپنے پاؤں ڈھیلے کئے، تاکہ اور زیادہ نیچے ہو جائیں تو میں کنویں میں گر گیا۔ میرا گرنا درجہ بدرجہ تھا میرے گرنے کے دوران میرا سر کنویں کے اطراف سے ٹکرایا، لیکن میرے ہاتھ لگاتار کسی ایسی چیز کو تلاش کر رہے تھے جس سے میں سہارا لے سکوں، یہاں تک کہ میں نے کچھ چھوٹی ٹہنیاں پائیں تو میں نے ان سے ایسے سہارا لے لیا جیسا کہ ڈوبنے والا کسی تختے سے سہارا لیتا ہے۔ پھر دوسری مرتبہ گرنے کے دوران مجھے بہت سی چوٹیں لگیں...... یہاں تک کہ میں نے لوہے کی سلاخ کو پکڑ لیا۔

میں پورے تین دن کنویں میں بغیر سوئے لٹکا رہا، کیونکہ تھوڑی سی اونگھ بھی میری زندگی کو ختم کر سکتی تھی، چنانچہ میں مایوس نہ ہوا۔ میں نے اپنا دایاں پاؤں مٹی کی دیوار کے ایک طرف رکھا اور بایاں پاؤں دوسری طرف اور نکلنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن فاصلہ بہت زیادہ تھا تو میں جس چیز پر تھا اسی پر ٹھہرنے کو ترجیح دی۔ میں نے سورج طلوع ہونے کے وقت ہی اس امید پر اپنی آواز نکالی کہ شاید کوئی اسے سن لے، تو میں مسلسل چیختا اور روتا رہا، لیکن میری چیخیں مجھ تک واپس ناکام لوٹتی رہیں۔ اس علاقے میں جس میں کنواں تھا چلنے والوں سے زیادہ گاڑیاں گزر رہی تھیں۔

چوتھے دن کے آغاز کے ساتھ ہی گھبراہٹ، تھکن اور مایوسی آخری مرحلے تک پہنچ گئی تھی کہ میں نے اچانک بچوں کے دوڑنے اور ان کے آپس میں چیخنے کی آوازیں سنیں، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ مدرسے جا رہے ہوں۔

میرے اندر جتنی سکت باقی تھی اس کے مطابق میں نے آواز نکالی تو میں نے بھاگتے ہوئے ان کے قدموں کی آواز سنی، وہ بچے بار بار کہہ رہے تھے کہ "کنویں میں جن ہے، کنویں میں جن ہے" ان بچوں میں جو سب سے بڑا تھا وہ بہت بہادر

تھا، وہ کنوئیں کے قریب آیا اور اس میں جھانکا تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تیزی سے گیا، تاکہ اس کو جو کوئی بھی راستے میں ملے اسے حالات سے آگاہ کرے۔ چنانچہ شہر کی مدد کرنے والی جماعت کو اطلاع پورے طور پر پہنچ گئی تو ان لوگوں نے رسی ڈال کر آخری لمحات میں مجھے نکالا۔ شدید تھکن، غیر معمولی چوٹوں اور ہاتھوں کے چھل جانے کی وجہ سے ان لوگوں نے مجھے کلینک میں ابتدائی طبی امداد کے لئے داخل کرایا، طبی امداد سے فارغ کرنے کے بعد میں اپنے گھر لوٹ کر سو گیا اور پورے دو دن میں صحت یاب ہوا۔[1]

قریب تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو عار کے خوف سے قتل کر دیتا

قاضی ابو یحییٰ بن مکرم بغدادی کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے بتایا کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی رہتا تھا جو ابوعبیدہ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ وہ بہت بڑا صحافی تھا۔ پہلے وہ اسحاق بن ابراہیم مصعبی کا پڑوسی تھا، تو میرے والد کہتے ہیں: ابوعبیدہ نے مجھے بتایا کہ اسحاق نے مجھے ایک دن آدھی رات کو بلوایا۔ چونکہ مجھے اس کی بدمزاجی اور قتل میں جلدی کرنے کے بارے میں معلوم تھا۔ اس لئے میں گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا ہو گیا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر دوستی ہی دوستی میں کوئی چال نہ چلائے۔ یا اس کو میری طرف سے کوئی غلط بات نہ پہنچی ہو جس کے سبب وہ بغیر کسی تفتیش کے پہلے ہی مجھے قتل کرنے میں جلدی نہ کر دے۔

میں عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہوا نکلا، یہاں تک کہ میں اس کے گھر پہنچ گیا اور جب وہاں سے مجھے اس کے دوسرے گھر لے جایا گیا جہاں پر وہ موجود تھا تو میری گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔ میں اپنا اصل کام بھول گیا۔ مجھے اس کے پاس پہنچایا گیا، وہ

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص۱۰۹

ایک بارونق کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کمرے کی ڈیوڑھی پر ایک عورت رو رہی تھی، پس میں اندر داخل ہوا تو وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار تھی تو مجھے اپنے قتل کیے جانے میں پورا یقین ہو گیا۔ میں نے سلام کیا تو اس نے اپنا سر اٹھا کر کہا: بیٹھو ابوعبیدہ! یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا اور میں بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف ایک تحریر پھینکی اور کہا: اسے پڑھو۔

میں نے اسے پورا پڑھا تو وہ سپاہیوں کی تحریر تھی جس میں ان میں سے ہر ایک نے اپنے دن بھر کی کاروائی اور مصروفیت ذکر کی تھی۔ اس پوری تحریر میں ایسے بڑے کاروبار کا ذکر کیا گیا تھا جو کہ وزراء، امراء اور بڑے مراتب والوں کی بیٹیوں کے متعلق پایا گیا تھا جن کے آباء واجداد یا تو اس دنیا سے جا چکے ہیں یا اپنے عہدوں سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں، کیونکہ وہ اپنی بیٹیوں کو ان کے معاملات میں اجازت دیتے تھے۔

میں نے کہا: میں اس تحریر کو پڑھ چکا ہوں اب امیر مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عزت عطا فرمائے تو انہوں نے کہا: اے ابوعبیدہ تمہارا ناس ہو۔ یہ لوگ جن کی بیٹیوں کے حالات کا ذکر ابھی ہوا ہے وہ سب یا تو مجھ سے اعلیٰ تھے یا میری ہی طرح تھے، زمانہ ان کو ان کی عورتوں کی وجہ سے اس حالت تک لے گیا جو تم سن چکے ہو۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میرے بعد میری بیٹیاں بھی اسی حال کو نہ پہنچ جائیں۔ اس لئے میں نے ان سب کو جمع کیا اور وہ پانچوں اس کمرے میں ہیں۔ میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ ان کو ابھی فوراً قتل کر دوں گا اور سکون کا سانس لوں گا، لیکن پھر مجھے انسانی ہمدردی اور اللہ تعالیٰ کے خوف نے آلیا تو میں نے سوچا کہ میں اپنی رائے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تم سے مشورہ کروں یا تم مجھے ان کے بارے میں کوئی اور رائے دو۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر کی رہنمائی کرے۔ ان عورتوں

کے آباء و اجداد ان کے لئے بہت سی آسائشیں چھوڑ گئے تھے۔ اور شوہروں کے ذریعے ان کو پابند نہ کروایا تھا۔ سو وہ ان آسائشوں میں مگن ہو گئیں۔ غرض یہ کہ وہ بگڑ گئیں، اگر وہ ان کو کسی لائق انسانوں کے پلے باندھ دیتے تو کبھی ان سے یہ باتیں صادر نہ ہوتیں۔

لہٰذا میری یہ رائے ہے کہ آپ فلاں سپہ سالار کو بلواؤ، اس کے پانچ بیٹے ہیں وہ سب خوبصورت بھی ہیں اور خوب سیرت بھی، اور اپنی بیٹیوں کی شادی ان سے کرا دو، اس طرح آپ عار اور دوزخ دونوں سے بچ جاؤ گے اور آپ اللہ تعالیٰ کے امر کو اور دور اندیشی کو اپنانے والے بن جاؤ گے، اگر آپ نے اس طرح ان کی حفاظت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا خیال رکھا تو اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ان کے بارے میں حفاظت کرے گا۔

اس نے کہا: ابھی ابھی اس شخص کے پاس جاؤ (جس کے پانچ بیٹے ہیں) اور اس کے ساتھ نکاح کی تاریخ طے کرو اور اس کام میں میرا پورا ساتھ دو۔

میں اس آدمی کے پاس گیا اور اس کے ساتھ نکاح کی تاریخ طے کی، پھر طے شدہ تاریخ کو ان کے والدین کو بیٹوں سمیت لے کر اسحاق بن ابراہیم کے گھر آگیا۔ ان لڑکوں کا اسحاق کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرا دیا گیا۔ اسحاق نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایسے گھوڑے پر سوار کرایا جس کا کجاوہ سونے کا تھا۔ اور ہر لڑکے نے اس مال میں سے جو ان کو دیا گیا تھا کچھ مجھے بھی دے دیا۔ اور اسحاق نے میرے لئے پانچ سو دینار، جوڑے اور خوشبو دینے کا حکم دیا۔

اور اسی طرح لڑکیوں کی ماؤں نے بھی مجھے تحائف اور بہت سے مال سے نوازا، اور انہوں نے اپنی بیٹیوں کے قتل سے بچ جانے پر میرا شکریہ ادا کیا۔ اور وہ وقت خوشی کے ساتھ گزر گیا۔

جب میں اپنے گھر لوٹا تو میرے پاس تین ہزار سے کچھ زیادہ دینار تھے۔[1]

بعض اوقات لوگ ایسی بات سے پریشان ہو جاتے ہیں جس میں رسّی کے کھلنے کی طرح نجات ہوتی ہے

ابوعمرو بن علاء کہتے ہیں: میں حجاج سے بھاگ کر مکہ گیا۔ کیونکہ میرے چچا حجاج کے ہاں ملازم تھے۔ پس میرے چچا فرار ہو کر نکلے تو میں بھی بھاگ گیا۔ انہوں نے میرا پیچھا کیا۔ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک دیہاتی یہ نظم پڑھ رہا تھا۔

اے بُرے احوال میں بہت کم صبر کرنے والے اور غم و فکر میں بہت زیادہ کُھلنے اور گھبرا جانے والے! تم مصیبتوں میں تنگ دل نہ ہو کہ کبھی کبھار مصیبتوں کے بادل بغیر کسی حیلے کے چھٹ جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہر مصیبت پر صبر کا عادی بناؤ کہ بے شک صبر کرنے میں تدبیر اختیار کرنے والے کے لئے راحت ہی راحت ہے۔ بعض اوقات لوگ ایسی بات سے پریشان ہو جاتے ہیں جس میں ایسی نجات ہوتی ہے جیسے رسیاں کھل جاتی ہیں۔[2]

میں نے اس دیہاتی سے کہا: رک جاؤ کیا بات ہے؟

وہ کہنے لگا: حجاج کو موت نے آلیا ہے۔

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص١٦٢

[2]

يَا قَلِيْلَ الْعَزَاءِ فِي الْأَحْوَالِ وَكَثِيْرَ الْهُمُوْمِ وَالْأَوْجَالِ
لَا تَضِيقَنَّ فِي الْأُمُوْرِ فَقَدْ يَكْشِفُ عِمَاؤُهَا بِغَيْرِ احْتِيَالِ
صَبِّرِ النَّفْسَ عِنْدَ كُلِّ مُلِمٍّ إِنَّ فِي الصَّبْرِ رَاحَةَ الْمُحْتَالِ
رُبَّمَا تَجْزَعُ النُّفُوْسُ مِنَ الْأَمْرِ لَهُ فَرْجَةٌ كَحَلِّ الْعِقَالِ

میں سمجھ نہ پایا کہ میں کس بات پر خوش ہو جاؤں حجاج کی موت پر یا بیت اللہ میں مصیبت سے خلاصی پانے پر۔[1]

وہ گیارہویں منزل سے گرا اور پھر بھی صحیح سلامت کھڑا ہو گیا

ایک شخص کسی عمارت میں کام کرتا تھا۔ وہ جو بھی کام کرتا تھا اخلاص کے ساتھ کرتا تھا اور اس میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا۔ سو کسی بھی ہنر کا ہاتھ میں ہونا مفلسی سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

وہ اس اونچی عمارت میں کام کرنے آیا جو کہ کئی منزلہ تھی۔ اس نے دیوار میں تختے رکھنے شروع کیے، یہاں تک کہ اسے ان تختوں پر ٹھہرنے اور کھڑے ہو کر کام کرنے کا پورا یقین ہو گیا۔ جب وہ گیارہویں منزل پر پہنچا تو اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ اس اونچائی سے ایک ہی لحہ میں زمین پر آ کر لگا، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس کو گھیر لیا۔ اس طرح کہ گرنے کے بعد وہ اپنے قدموں پر کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اور اس کو صرف ایک معمولی سی خراش آئی۔ یہ بات لوگوں کے درمیان ''لبنان'' میں بہت مشہور ہو گئی۔[2]

خیانت کی سزا

ایک آدمی شام کے وقت مدینۃ السلام (بغداد) سے ایک خطرناک علاقے کے مغربی جانب آ نکلا۔ اس کے پاس کافی دراہم تھے۔ وہ کسی ایسے شخص کو ڈھونڈنے لگا جو اس کی مہمان نوازی کر سکے۔ چنانچہ اس نے وہاں کے لوگوں میں سے ایک آدمی سے مل کر کہا: میں مسافر ہوں اور آپ کے ہاں رات گزارنا چاہتا ہوں تو وہ اس کو

[1] الغیث المسجم: ۱۷۲/۲، وفیات الاعیان: ۴۶۷/۳

[2] الفرج بعد الشدة والضیقة: ص ۱۶۷

اپنے گھر لے گیا۔ گھر لے جانے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ مہمان کے پاس مال ہے تو اس نے اپنے دل میں اس کو قتل کرنے کا اور مال لینے کا ارادہ کر لیا۔

اس میزبان کا ایک نوجوان بیٹا تھا، تو اس نے اپنے بیٹے کو مہمان کے کمرے میں جوتوں کے پاس سلا دیا۔ اس کے بیٹے کو معلوم نہ تھا کہ اس کے والد نے کیا ارادہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ آدمی ان دونوں کی جگہ کو اچھی طرح پہچانتے ہوئے چراغ کو بجھا کر چلا گیا۔

یہ بات مقدر میں لکھی ہوئی تھی کہ بیٹا اپنی جگہ سے مہمان کی جگہ پر منتقل ہو جائے اور مہمان بیٹے کی جگہ پر منتقل ہو جائے۔ ابھی رات کا ایک حصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ نوجوان کے والد مہمان کو تلاش کرتے ہوئے اپنے بیٹے کے پاس پہنچے ان کو ذرا بھی شک نہ گزرا کہ یہ اس کا اپنا بیٹا ہے تو اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ بیچارہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اتنے میں مہمان اس کے تڑپنے سے بیدار ہو گیا اور جب اس نے اپنے قتل کے منصوبے کو دیکھا تو وہ چیختا ہوا بھاگ نکلا۔ چنانچہ پڑوسیوں نے وجہ معلوم کرنے پر اس کی مدد کی اور اس آدمی کے پاس گئے۔

انہوں نے اس کو موقع پر پاتے ہی گرفتار کر لیا، اور اس سے بیٹے کے قتل کا اقرار کروا کر جیل میں ڈال دیا، پھر اس کے گھر سے مال لے کر مہمان کو لوٹا دیا۔ اور وہ صحیح سلامت واپس چلا گیا۔[1]

آسانی مشکل کے بعد آتی ہے

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں: عبیداللہ بن زیاد نے ایک قاصد کو اپنے کسی کام سے یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا۔ جب وہ پہنچا تو یزید سے ایک خارجی آدمی بات چیت

[1] نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ للقاضی التنوخی: ۸۷/۴

کر رہا تھا۔

یزید نے خارجی سے کہا: خدا کی قسم! میں تجھے ضرور قتل کروں گا، یہ سن کر خارجی اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے ہوئے کچھ بولنے لگا۔

یزید نے خارجی سے کہا: تم کیا بول رہے ہو؟

اس نے کہا: میں بول رہا ہوں:

"ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فراخی کو لے آئے، کیونکہ وہ ہر روز اپنے بندوں کے بارے میں فیصلے کرتے رہتے ہیں۔ جب مشکل بڑھتی ہے تو آسانی کو کھینچتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے پا چکا ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔[1]"

یزید نے (اپنے آدمیوں سے) کہا: اسے باہر نکالو اور اس کی گردن اڑا دو۔

پھر ہیثم بن الاسود نے آکر کہا: یہ کیا معاملہ ہے؟

تو اس کو اس بارے میں بتا دیا گیا۔

اس نے کہا: ابھی تھوڑی دیر رکو، یہاں تک کہ میں واپس آؤں، سو وہ تھوڑی دیر کے بعد آکر کہنے لگا:

اے امیر المؤمنین! تم مجرم کو اس کی قوم کے قاصدوں کے حوالے کر دو۔

یزید نے کہا: یہ تمہارے حوالے ہے۔

ہیثم بن الاسود اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گیا۔ اور خارجی کہہ رہا تھا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آنا چاہ رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہو گئے۔[2]

---

[1]

عَسٰى فَرَجٌ يَأْتِيْ بِهِ اللّٰهُ إِنَّهُ ... لَهُ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ خَلِيْقَتِهِ أَمْرٌ

إِذَا اشْتَدَّ عُسْرٌ فَارْجُ يُسْرًا فَإِنَّهُ ... قَضَى اللّٰهُ أَنَّ الْعُسْرَ يَتْبَعُهُ الْيُسْرُ

[2] الفرج بعد الشدة للتنوخی: ۱۱۹/۳

حجاج کے قتل کرنے کی عادت

مدائنی نے اپنی کتاب "الفرج بعد الشدة" میں ذکر کیا ہے کہ:

حجاج کے قیدیوں میں سے ایک قیدی نے ہمیں بتایا کہ زاویہ والے دن میں ابن الاشعث کے ساتھیوں میں سے ایک قیدی تھا۔

حجاج بن یوسف نے عام قیدیوں کو قتل کرنا شروع کیا تو ہماری تھوڑی سی جماعت باقی رہ گئی۔ چنانچہ حجاج ایک آدمی کے پاس اس کی گردن اڑانے کے لئے آیا تو اس نے کہا: اے حجاج! خدا کی قسم! اگر ہم نے برا کام کیا ہے تو تم نے سزا دینے میں کون سی رعایت برتی ہے۔ اور اگر ہم نے ذلت کا کام کیا ہے تو تم نے کون سا معاف کر دیا۔

حجاج نے کہا: اسے چھوڑ دو تو اسے چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد حجاج نے اس سے کہا: مجھے بتاؤ تم نے یہ کیسے کہا؟

تو اس نے بات دُہرا دی۔

حجاج نے کہا: اس نے مجھ سے سچ بولا ہے۔ خدا کی قسم! تف ہو ان مردہ لاشوں پر، کیا ان میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ہم کو تنبیہ کرتا جیسا کہ ہمیں اس شخص نے اپنے بارے میں اور باقی قیدیوں کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔

حجاج نے کہا: ان سب کو رہا کر دو۔[1]

میں اس کا غلام ہوں جو مصیبت زدہ انسان کی فریاد کو سنتا ہے

حافظ ابن عساکر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان

---

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص۱۷۰

کیا:

میں اپنا ایک خچر دمشق سے زبدانی کے شہر تک کرائے پر چلاتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ ایک آدمی سوار ہوگیا۔ ہمارا گزر کچھ ایسے راستے پر ہوا جس پر کسی کا گزر نہ ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس راستے پر چلو، کیونکہ یہ راستہ زیادہ قریب ہے۔

میں نے کہا: مجھے اس راستے کے بارے میں علم نہیں ہے۔

اس نے کہا: مجھے علم ہے یہی راستہ زیادہ نزدیک ہے۔ تو میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلا، وہ راستہ ایک وحشت ناک جگہ پر جاکر ختم ہوگیا۔ وہاں بہت ساری لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا: خچر کا سر پکڑلو، تاکہ میں اتر سکوں۔ پھر وہ اترا اور مجھے قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ اس نے اپنے کپڑے سمیٹتے ہوئے ایک چھری نکالی اور میری طرف رخ کیا، میں اس کے پاس سے بھاگا، مگر اس نے مجھے پکڑلیا۔ میں نے اس سے کہا: خچر پر جتنا سامان ہے سارا لے لو۔ اس نے کہا: یہ تو میرا ہی ہے، لیکن میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ تو میں نے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی سزا سے ڈرایا، لیکن وہ بڑا سنگ دل شخص تھا وہ نہ مانا تو میں نے اس سے کہا: تم مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، مگر جلدی کرو، سو میں نماز کے لئے کھڑا ہوا تو مجھے قرآن کا ایک حرف بھی یاد نہ آیا۔ میں حیران کھڑا رہا اور وہ بار بار کہہ رہا تھا جلدی ختم کر، جلدی ختم کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر اپنا یہ فرمان جاری کردیا:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾[1]

ترجمہ: ”بھلا کون پہنچتا ہے بے بس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے اور سختی دور کردیتا ہے۔“

اس آیت کو پڑھتے ہی اچانک ایک گھڑسوار وادی کے بیچ سے نمودار ہوا، اس

۱؎ سورۃ النمل آیت: ۶۲

نے نیزے سے اس آدمی پر وار کیا جو سیدھا اس کے سینے پر جا کر لگا اور وہ ہلاک ہو کر گر پڑا۔ میں اس گھڑسوار کے پاس گیا اور اس سے کہا:

خدا کے واسطے مجھے بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں اس کا غلام ہوں جو مصیبت زدہ انسان کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور برائی دور کرتا ہے۔

وہ شخص کہتا ہے: میں نے اپنا خچر اور سامان لیا اور سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔[1]

اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسے نے اسے قتل ہونے سے نجات دی اور قید سے رہائی دلائی

ایک آدمی کو جس پر سزا واجب ہوچکی تھی قید کیا گیا۔ پھر عدالت نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا۔

ایک شخص نے کہا: میں جیل میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا، تاکہ اس کا حال چال معلوم کرسکوں۔ تو میں نے اس آدمی کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھا جس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تھا۔

میں نے جیل میں اپنے دوست سے یہ بات کہی اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس شطرنج کھیلنے والے کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا ہے کہ:

یہ انسان کتنا لاپرواہ ہے قیدی ہونے کے باوجود شطرنج کھیل رہا ہے۔ میرے دوست نے کہا: یہی تو ہے جس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مجھے بہت زیادہ تعجب ہوا۔ ہم جو باتیں کررہے تھے وہ آدمی سن رہا تھا تو اس نے شطرنج کی گوٹیوں میں سے ایک گوٹ اٹھایا اور کہنے لگا: یہ زمین میں کہاں

۱؎ تفسیر ابن کثیر، سورۃ نمل: ۳۷۱/۳

گرے گی، سواس کے لئے ہزار راستے ہیں اور اپنے ہاتھ سے گوٹ کو پھینک دیا۔

میں جیل سے باہر نکلا اور اس کی بات سوچتا رہا تو اس دن شام کو فوج نے فتنہ وفساد برپا کر کے بغاوت کی، قید خانے کھول دیئے گئے اور اس آدمی سمیت سارے قیدی رہا کر دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل ہونے سے بچایا۔[1]

نوالے کے بدلے نوالہ

ایک عورت کا بیٹا لاپتہ ہوگیا، جب کافی عرصہ گزرنے کے باوجود گھر واپس نہیں آیا تو وہ عورت اس سے مایوس ہوگئی۔

وہ عورت ایک دن کھانا کھانے بیٹھ گئی اور جیسے ہی اس نے نوالہ اپنے منہ کے قریب کیا تو دروازے پر ایک فقیر نے کھانا مانگنے کے لئے آواز لگائی۔ اس عورت نے وہ نوالہ نہیں کھایا، بلکہ اس کو پوری روٹی کے ساتھ رکھ کر اسے صدقہ کر دیا۔ اور اس نے اپنا وہ دن اور رات بھوکی رہ کر گزارا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اس کا بیٹا واپس آگیا۔ اس نے اپنی ماں کو ان سختیوں کے بارے میں بتایا جو اس پر آئی تھیں۔

اس نے کہا: سب سے بڑی مشکل جو مجھ کو پیش آئی وہ یہ تھی کہ میں کچھ دنوں پہلے فلاں جگہ پر ایک گھنے درخت کے نیچے سے گزر رہا تھا کہ اچانک ہی ایک شیر میرے سامنے آنکلا۔ شیر نے اس گدھے کی پیٹھ پر جس پر میں سوار تھا اوپر کی طرف سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ گدھا بہت تیزی کے ساتھ بھاگا، لیکن پھر بھی اس کے پنجے میرے لباس اور جبے تک پہنچ گئے۔ اس کے پنجوں سے مجھے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا، لیکن میں اتنا حیرت زدہ ہوگیا کہ میرے ہوش وحواس ہی اڑ گئے۔ اس نے مجھے اٹھا کر وہاں موجود جھاڑیوں میں پھینک دیا اور مجھ پر بیٹھ گیا، تاکہ مجھے چیر

[1] الفرج بعد الشدة للتنوخي: ۱۲۶/٤

پھاڑ دے تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ بہت بااخلاق اور سفید پوش تھا۔ اس نے آکر بغیر کسی اسلحے کے شیر پر قابو پالیا، اور اس کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

اس سفید پوش نے شیر سے کہا: اے کتے! کھڑے ہو جاؤ، نوالے کے بدلے نوالہ ہے۔ تو شیر کھڑے ہو کر بھاگ گیا۔

میں نے اس آدمی کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ اور میں اپنی جگہ پر اس وقت تک بیٹھا رہا جب تک کہ میرے ہوش وحواس پورے طور پر بحال نہ ہو گئے۔ پھر میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو اس پر کوئی زخم نہیں پایا۔ پھر میں چلا اور اس قافلے سے جا ملا جس کے ساتھ میں تھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ مجھے اس آدمی کی بات "نوالے کے بدلے نوالہ ہے" سمجھ میں نہ آئی۔ چنانچہ جب میں نے گھر پہنچتے ہوئے والدہ کو پورا قصہ بتایا، انہوں نے کچھ غور کیا تو اچانک انہیں وہ وقت یاد آگیا جب انہوں نے اپنے منہ سے نوالہ نکال کر فقیر کو صدقہ کیا تھا۔[1]

بچہ پل پر سے گرا تو اس کو عقاب نے اٹھالیا پھر وہ صحیح سلامت بچ گیا

ابوسالم دیہم بن ابراہیم کہتے ہیں:

میں نے آذربائیجان کے کنارے پر ایک نہر دیکھی جس کو "رس" کہا جاتا تھا۔ اس کے پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ اور اس میں بہت سارے پتھر تھے جن میں سے کچھ پانی کے اوپر نظر آتے تھے اور کچھ پانی کے اندر تھے۔ اس میں کشتیوں کی کوئی راہ گزر نہ تھی۔ اس کے ایسے خطرناک کنارے تھے جن کی کسی پروجیکٹ کے تحت منصوبہ بندی نہ کی گئی تھی۔ اس نہر پر ایک پل تھا جس پر ہر وقت قافلے گزرتے رہتے تھے۔

[1] نشوار المحاضره واخبار المذاکره للتنوخي: ۱٦/۲

ایک دن میں اپنے لشکر کے ساتھ اس پر سے گزر رہا تھا۔ جب میں پل کے بیچ میں پہنچا تو میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے ایک چھوٹے بچے کو اٹھائے ہوئے تھی تو اس پر اچانک ایک خچر نے حملہ کیا جس کی وجہ سے وہ خود پل پر گر گئی اور بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر میں گر گیا اور اسے پل اور پانی کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہونے کی وجہ سے بہت کم وقت لگا۔ پھر بچے نے غوطہ کھایا اور لشکر میں شور گونج اٹھا۔ ہم نے اس بچے کو پانی کی سطح پر تیرتے ہوئے دیکھا اور وہ اس پتھر سے بال بال بچ گیا۔

اس جگہ کثرت سے عقاب پائے جاتے تھے اور اس نہر کے کناروں پر ان کے گھونسلے تھے۔

وہ بچہ ایک رسی میں پھنس گیا، اُدھر سے اچانک ایک عقاب اڑا اور اس کو ترنوالہ گمان کرتے ہوئے اس کے پاس آیا۔ پھر اس کو پکڑا اور اپنے پنجے اس میں گاڑتے ہوئے اڑ گیا اور صحراء کی طرف نکل گیا۔

میں بچے کے بچ جانے کی تمنا کرنے لگا۔ سو میں نے چند آدمیوں سے کہا: تم لوگ عقاب کے پیچھے دوڑو۔ پھر میں خود بھی اس کے پیچھے دوڑی۔

اتنے میں عقاب اچانک زمین پر اتر کر بچے کو چیر پھاڑنے کے لئے اس کی رسی کاٹنے لگا۔ جب ان لوگوں نے بچے کو دیکھا تو سب کے سب چیخیں مارتے ہوئے اس کی طرف لپکے اور عقاب کو خوف زدہ کر دیا۔ سو وہ بچے کو زمین پر چھوڑ کر اڑ گیا۔

ہم نے آکر جب بچے کو اٹھایا تو وہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ وہ معمولی زخمی بھی نہیں ہوا تھا، ہم نے اس کو الٹا لٹایا، یہاں تک کہ اس کے پیٹ سے پانی نکل گیا۔ اور پھر اس کو زندہ سلامت اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔[1]

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۱۷۵

ایک مفلوج شخص کو بچھو کے ڈسنے سے شفاء ہوئی

فقیہ عبدالوہاب بن محمد فرماتے ہیں: میں نے ایک مفلوج آدمی کو دیکھا جو اصبہان سے مکرم کے لشکر کے پاس علاج کے لئے لایا گیا جو ان کے پڑوس میں سرائے (مسافر خانہ) کے شرقی جانب والے دروازہ پر لٹا گیا تھا۔

اس کے لئے دوسری جگہ تلاش کی گئی تھی، لیکن اس سرائے کے علاوہ دوسری جگہ ان کو نہیں ملی۔ تو اس کے ساتھیوں نے اس کو اسی جگہ اتار دیا، جبکہ وہ جگہ بچھوؤں سے بھری ہوئی تھی۔

چنانچہ اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر رات کو چھت پر چڑھ گئے تو دوسرے دن انہوں نے اس کو بیٹھا ہوا پایا، حالانکہ اس کے ساتھی اس کو اس حال میں چھوڑ کر گئے تھے کہ وہ کروٹ بھی نہیں بدل سکتا تھا اور وہ بیماری سے چور چور تھا، اس کی بات چیت میں فصاحت آگئی تھی۔

اگلے دن کچھ حکیموں کو بلوایا گیا تو انہوں نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے اس کے الٹے پیر کے انگوٹھے میں بچھو کے ڈنک کا اثر پایا تو اس سے کہا: اسی وقت اس سرائے سے نکل جاؤ، کیونکہ اس جگہ میں بہت بچھو ہیں۔ اور ان بچھوؤں میں سے ایک نے تم کو ڈنک مارا ہے جس کے ذریعے تمہیں اللہ تعالیٰ نے شفاء دی ہے۔ تم اس چیز سے تندرست ہوئے جس سے آج تک کوئی زندہ نہ رہا، کیونکہ زہر نے اس جگہ سے تجاوز نہیں کیا جہاں پر ڈنک مارا گیا تھا۔

عنقریب اس کے بعد تم کو سخت جلن اور گرمی ہوگی، سو اس پر تم صبر کرنا یہاں تک کہ میں تھوڑی رطوبت سے تمہارا علاج کروں۔ تاکہ فالج کی ٹھنڈک تم تک واپس نہ لوٹے، اب تم یہاں سے چلے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچھو تمہیں دوبارہ ڈنک مارے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔

وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور حکیم دوسری جگہ اس کا علاج کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے عافیت اور سلامتی مقدر کر رکھی تھی۔[1]

اس نے اپنے آپ کو ایک چھری ماری پھر بھی بچ گیا

زبیر بن بکار کہتے ہیں: مجھے محمد بن ضحاک نے کہا:

ابوعزہ جمحی جو زمانہ جاہلیت میں شاعر رہ چکے ہیں، انہیں برص کا مرض لاحق ہو گیا۔ قریش کے لوگ نہ تو ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور نہ ہی ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ تنگ آکر کہا:

"اس زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے" سو وہ چھرا لے کر مکہ کی ایک گھاٹی میں گیا۔ پھر اس کو اپنے پہلو میں گھونپ لیا۔

وہ چھرا جلد اور جھلی کے درمیان میں پھنس گیا تو اس میں سے زرد رنگ کا پانی بہنے لگا۔ اور وہ اسی لمحے برص سے شفایاب ہو گیا۔ تو وہ کہنے لگا:

اے وائل اور نہد قبیلے اور لق ودق صحراء اور چٹیل پہاڑ کے رب! اور وہ رب جو نجد قبیلے کی اصلاح کرتا ہے، میں آپ کا فرماں بردار ہو گیا۔ آپ نے مجھے اس بیماری سے جو مجھے لاحق ہوئی تھی شفایاب کیا، بعد اس کے کہ جب میں نے چھرا اپنی ہلاکت کے لئے اپنے پہلو میں مارا لیکن آپ نے ذریعہ ہلاکت کو ذریعہ شفا بنا[2] دیا۔[3]

---

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ١٧٧

[2]
اَللّٰهُمَّ رَبَّ وَائِلٍ وَنَهْدِ — وَالْمَهْمَهَاتِ وَالْجِبَالِ الْجُرْدِ
وَرَبَّ مَنْ يَرْعِيْ بَيَاضَ نَجْدِ — أَصْبَحْتُ عَبْدًا لَكَ وَابْنَ عَبْدِ
أَبْرَأْتَنِيْ مِنْ وَضَحٍ فِيْ جِلْدِيْ — مِنْ بَعْدِ مَا طَعَنْتُ فِيْ مَعَدِّيْ

[3] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ١٧٩

اس نے شیر کے ساتھ ایک رات بند کمرے میں گزاری

قاضی ابوسائب کہتے ہیں! میں ہمدان سے عراق آنے کا ارادہ کرتے ہوئے تنگ دستی کی حالت میں چلا۔ میں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کی، پھر جب میں نے ابن ہبیرہ کے محل کی راہ لی تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ سرزمین درندوں سے بھری پڑی ہے، اور مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ میں اس گاؤں میں چلا جاؤں جس میں ایک قلعہ ہے اور اس کا نام بھی بتایا گیا تو شام تک اس میں پہنچ جاؤں گا۔

میں پیدل چل رہا تھا۔ تو میں نے چلنے کی رفتار تیز کر دی، تاکہ جلدی پہنچ جاؤں یہاں تک کہ میں قلعے کے دروازے پر جا پہنچا۔ تو میں نے قلعے کے دروازے کو بند پا کر اسے کھٹکھٹایا، لیکن اسے نہیں کھولا گیا، میں نے اس کے محافظوں سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا! یہاں ایک مسجد ہے تو آپ اس میں ٹھہر جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ رات کے وقت درندے آپ کو کھالیں۔

میں مسجد کی طرف چلا اور اس میں ایک کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک آدمی گدھے پر سوار ہو کر آیا اور مسجد میں داخل ہو کر اپنے گدھے کو دروازے کے کنڈے سے باندھ کر میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پاس ایک تنگ منہ کا کوزہ تھا جس میں پانی تھا۔ پھر اس نے ایک چراغ نکال کر جلایا اور اپنا کھانا نکال لیا۔ تو میں نے بھی اپنا کھانا نکال لیا اور ہم کھانے پر اکٹھے ہوئے۔ ابھی ہم کسی شیر کی موجودگی کو محسوس کر ہی رہے تھے کہ وہ مسجد میں داخل ہو گیا۔ جب گدھے نے شیر کو دیکھا تو اس کمرے میں داخل ہو گیا جس میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ شیر بھی اس کے پیچھے آکر اندر داخل ہو گیا۔ تو گدھے نے نکل کر دروازے کو اپنے پیچھے رسی سے کھینچ کر ہمیں اور شیر کو اندر بند کر دیا، ہم نے انتہائی برا حال محسوس کیا۔ ہم نے یہ اندازہ کیا کہ شیر چراغ کی وجہ سے ہمارا رخ نہیں کر رہا اور جب چراغ بجھ جائے گا تو

وہ ہمیں کھا لے گا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد چراغ میں موجود تیل ختم ہو گیا اور ہمارے پاس کوئی نکلنے کا راستہ نہ تھا۔ گدھے نے خوف کے مارے لید کر کے مسجد کو لید سے بھر دیا تھا اسی خوف کی حالت میں رات گزر گئی۔ خوف کے سبب قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ ہم نے قلعے کے اندرونی حصے سے اذان کی آواز سنی۔ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی، مؤذن قلعے سے آکر مسجد میں داخل ہوا، جب اس نے گدھے کی لید دیکھی تو لعن طعن کرنے لگا۔ پھر گدھے کا پلکہ کنڈے سے کھولا تو وہ تیزی سے صحراء میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اور مؤذن نے یہ دیکھنے کے لئے کہ کمرے میں کون ہے؟ جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا تو شیر نے چھلانگ لگا کر اس کو روند ڈالا اور اسے لے کر جھاڑی کی طرف چلا گیا اور ہم صحیح وسالم کمرے سے نکل گئے جو مقدر میں طے تھا وہ ہو کر رہا، آدھی رات شیر کے ساتھ خوف کی حالت میں گزارتے ہوئے بھی اللہ کی طرف سے ہماری حفاظت مقدر تھی، اللہ نے حفاظت فرمائی، اور موذن کی شہادت مقدر تھی اس کو شہادت ملی۔[1]

تند ہواؤں نے کشتی کو الٹ دیا تو وہ بیس گھنٹے موت کے دہانے پر رہے

اچانک ہی سرکش ہوائیں چلنے لگیں، جنہوں نے سمندر کو جو تھوڑی دیر پہلے دودھ کی طرح پرسکون تھا بھڑکا دیا، موجیں غضب ناک ہو گئیں اور ان کی بلندی میں اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ حالت اس کشتی کو غرق کرنے کا سبب بنی جو اپنی پشت پر چار افراد کو لئے ہوئے تھی اور جو ایک پر جوش تفریح سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔
لیکن وہ ہوا جس کا گمان بھی نہیں تھا ایسی تیزی کے ساتھ آئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پوری کشتی کو الٹ دیا، بغیر اس کے کہ کوئی ان کی دردناک پکار پر ان کی اس

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۱۸۳

حالت میں مدد کرتا جس میں وہ سمندر، غضب ناک موجوں، ہواؤں اور مچھلیوں کے پورے بیس گھنٹے قیدی رہے، اس حال میں کہ خوف اور اعصاب شکن اندیشے ان کو نڈھال کئے دے رہے تھے۔

یہ حادثہ فریا نامی کشتی کو اس وقت پیش آیا جب اس میں سوار چار افراد جن میں سے دو امریکی تھے اور دو سعودی، شکار کے اس منحوس سفر میں ینبع کے تفتیشی اور حفاظتی مرکز سے گھاٹی قیصر کی طرف جا رہے تھے۔ یہ ایک گہرا علاقہ ہے جس میں شکار کھیلنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ان چاروں ڈوبنے والوں نے جان لیا کہ الٹی ہوئی کشتی کو مضبوطی سے پکڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، کیونکہ اب پوری طرح سمندر میں موجیں انہیں پٹخ رہی تھیں۔

اب آیئے! ہم ان کی طرف کان لگا کر ان کے وہ جذبات سنتے ہیں جو اس تنگ گھڑی میں ان کے تھے۔

چالیس سالہ امریکی ساتھی رچرڈ ڈیلکون جو کہ بارامکو میں ایک تدریسی منصب پر فائز تھا اس نے اس تلخ تجربے پر پہلی گواہی دی جوان چاروں کی موت کے درپے تھا، تاکہ سمندری تخت انکا زور وشور سے استقبال کرے۔

وہ کہتے ہیں: ۱۱ر شعبان ۱۴۱۰ھ کو جمعرات کی صبح میں نے اور میرے دوست مارٹی برمان امریکی نے جو بارامکو میں حفاظتی شعبے سے منسلک تھا، ہم دونوں نے شکار پر جانا طے کیا جس میں میں نے ایسے دو سعودی دوستوں زکی عبدالرحمٰن اور اس کے بھائی عماد کی میزبانی کی جو ایک شادی کی محفل میں شرکت کرنے کے لئے ینبع پہنچے تھے۔ ہم نے مچھلی کے شکار اور سیر وتفریح کے لئے آٹھ گھنٹے سمندر میں گزارنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

رچرڈ بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: گھاٹی قیصر پہنچنے کے بعد جس کو ہم نے شکار کے لئے منتخب کیا تھا اور جو چار پانچ میل دور تھی، دوپہر ایک بجے یعنی

ہمارے سفر کے پانچ گھنٹے گزرنے کے بعد تند و تیز ہوائیں غضب ناک انداز میں نمودار ہوئیں، لیکن پھر بھی ہم نے سفر کو برقرار رکھا اور جس چیز نے اس سفر کو برقرار رکھا وہ جنون کی ایک قسم تھی، اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے واپس لوٹنے کی تجویز پیش کی، جب کہ ہم مچھلیوں کی ایک بڑی تعداد شکار کر چکے تھے، لیکن دوستوں نے میری تجویز منظور کرنے سے انکار کر دیا جو کہ اس دردناک معاملے سے نکلنے کے لئے گویا پہلی صدا تھی۔ ساتھیوں کی دلیل یہ تھی کہ وقت ابھی تک تفریح کے لئے سازگار ہے اور لوٹنے کے لئے مقررہ وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔

موت کے سفر کی تفصیل:

مارٹی بومان نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا:

دوپہر تین بجے ہوا میں تیزی آگئی، تاکہ موجیں بپھر جائیں اور ہمارے دل خوف سے بند کر دے۔ اچانک ہی ایک سرکش لہر کشتی کی فائبر گلاس والی سطح پر گری اور اسی وقت وہ الٹ گئی، جو کچھ اس میں تھا وہ سب نیلے پانی میں گر گیا، گرنے والی چیزوں میں وہ مچھلیاں جو ہم نے شکار کی تھیں، حفاظتی اور شکار میں استعمال ہونے والے آلات، چپو اور بعض برتن تھے یہاں تک کہ گاڑیوں کی چابیاں بھی سمندر کی گہرائی میں اپنے انجام کو جا پہنچیں۔ مارٹی اپنے سانس قابو میں کرنے لگا، تاکہ موت کے سفر کی داستان جاری رکھے، اس کے بعد کہنے لگا:

ہم گہرے پانی میں غوطے لگانے لگے، تاکہ اپنی لائف جیکٹس پہن لیں کہ وہ ہمیں ڈوبنے سے بچالیں۔ تو ہر ایک نے اپنی جیکٹ پہن لی اور اس وقت سب کے لئے الٹی ہوئی کشتی کو مضبوطی سے تھامنا ممکن ہو گیا۔ جس وقت ہوائیں کشتی کو ایک محفوظ مقام سے قریب کر رہی تھیں جس میں ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جگہ ایک گھونگے نما گھاٹی کی طرح تھی اور اس وقت گھڑی نے رات کے

دس بجنے کا سگنل دیا۔ مارٹی نے اپنی روداد جاری رکھتے ہوئے کہا:

ہمیں یہ امید تھی کہ یہ کشتی ہمیں کنارے تک لے جائے گی، لیکن ہواؤں نے چلنا بند کر دیا اور طویل تھکن ہمیں اس حد میں روکنے کا ذریعہ بنی، چنانچہ میں اکیلا غوطہ خوری کرنے لگا، تاکہ جان لوں کہ یہ علاقہ گہرا ہے یا نہیں۔ میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً سو میٹر تیرا ہوں گا، لیکن اس تکلیف کے بعد مجھے یہ پتہ چلا کہ یہ علاقہ بہت گہرا ہے اور ہم تیرنا جاری رکھ کر کنارے تک نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ یہ علاقہ بڑی شکاری مچھلیوں سے اٹا پڑا ہے، خاص طور پر شارک مچھلیاں جو کہ بکثرت اس علاقے میں گھومتی رہتی ہیں اور باعث خوف و دہشت ہیں۔ چونکہ ہم ہر ہفتے شکار کے لئے سفر کرتے تھے اس لئے ہمیں اس پرخطر علاقے کے بارے میں خوب معلومات تھیں۔ مارٹی نے اپنی کہانی جاری رکھتے ہوئے کہا:

ہمارے دوست عماد رحیمی نے طے کیا کہ وہ پورا علاقہ تیر کر طے کرے گا، تاکہ قریبی حفاظتی مرکز تک پہنچ کر ہماری مدد کرے، لیکن ہم نے اس کی یہ تجویز اور جان جوکھم میں ڈالنا نامنظور کر دیا۔ موسم بہت سرد تھا اور سمندر کا پانی بھی بہت ٹھنڈا تھا، چنانچہ یہ سردی ہم نے صبح آٹھ بجے سے رات دس بجے تک برداشت کی، اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے تقریباً چودہ گھنٹے ہواؤں اور لہروں اور سرد موسم کا مقابلہ کیا۔ لیکن عماد نے باوجود ہماری التجا کے جنون میں اپنی جان جوکھم میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا وہ ہم سے دور ہوتا گیا، تاکہ ہمیں بچالے۔ جب کہ اس کا بھائی زور سے اس کو آوازیں دے رہا تھا، تاکہ وہ اسی راستے سے لوٹ آئے جس پر گیا تھا، کیونکہ کوسٹ گارڈوں کی حدود تک کا راستہ کافی طویل تھا۔ راستہ تقریباً دو کلومیٹر تھا اور یہ جگہ اندھیری اور پرخطر تھی۔ لیکن عماد نے ان خطرات کی بالکل پروانہ کی اور خطروں سے کھیلنے کو ترجیح دی اور ہمیں حیران چھوڑ کر چلا گیا۔ ہم صرف اس کے سلامت واپس لوٹنے کے لئے دعا ہی کر سکتے تھے، کیونکہ اجتماعیت سفر کی بنیادی چیزوں میں سے

ہے۔ اس کے لوٹنے کے انتظار میں گھڑیاں گزرتی رہیں۔ جب کہ ہم قطعاً مایوس نہیں ہوئے تھے باوجودیکہ اس نے غوطہ خوری کا لباس نہیں پہن رکھا تھا۔

اور ہماری آوازیں سمندر میں ڈوب گئیں:

موت کے اس سفر میں عماد دور ہوتا جا رہا تھا۔ مسٹر ریچرڈ نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا: میں نے تو کبھی اپنی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میں ایسی دہلا دینے والی بہادری کا مظاہرہ دیکھوں گا جو عماد نے کیا، حالانکہ اس کی عمر پچیس سال تھی، لیکن اس نے اپنے آپ کو ان تکالیف کے درپے کر دیا جو بلند پہاڑ کو بھی ریزہ ریزہ کر دے، اس موت کے کھیل میں اگر کوئی مزیدار بات ہے تو وہ یہ کہ حفاظتی کشتیاں جب ہمیں ڈھونڈ رہی تھیں تو اس وقت وہ ہمارے سامنے سے گزر رہی تھیں، لیکن وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باعث جو اس جگہ کو گھیرے ہوئے تھا ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھیں اور نہ ہی ان کے کانوں تک ہماری تھکن کی وجہ سے کمزور آوازیں پہنچتی تھیں، جب کہ لہریں اپنے ہیبت ناک شور سے ہر اس آواز کو جو ہمارے حلق سے نکلتی تھیں ڈھانپ لیتی تھیں تو وہ نہ ہونے کے برابر ہو جاتی۔

ایک اور مزیدار بات یہ بھی ہے کہ جب ہم کشتیوں کو اپنے سے قریب آتے ہوئے دیکھتے تو خوشی سے اچھلنے لگتے، لیکن یہ خوشی اس وقت مر جاتی جب ہم کشتیوں کو پلٹتے ہوئے دیکھتے۔ اس وقت ہم الٹی ہوئی کشتی پر چڑھ کر چیختے، لیکن ہماری آوازیں سمندر کے پانی میں ڈوب جاتیں بغیر اس کے کہ اس کو بچانے والوں کے کانوں تک پہنچ سکنے کی آزادی میسر ہوتی، یہاں تک کہ قریب تھا کہ امید کا دامن چھوڑ دیتے اور شکست کھا بیٹھتے۔ گھڑی اس وقت ساڑھے گیارہ بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔

ریچرڈ نے بات جوڑتے ہوئے کہا: پھر ہمارے سامنے سے ایک بڑی لانچ

گزری، لیکن اس نے تو ہمیں بالکل دیکھا ہی نہیں جیسا کہا جاتا ہے کہ اس نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ اس نے ہمیں مزید کئی گنا نفسیاتی تکلیف بخشی اور پانی متلاطم ہوتا رہا اور ہمارے چہروں کو جھانکتا رہا۔ عماد کے روانہ ہونے کے چار گھنٹے بعد دوسرے دن جمعے کی صبح ہم نے کشتیوں کو رہنمائی مرکز کی طرف رخ کرتے دیکھا۔ اس وقت ہمیں انتہائی خوشی اور مسرت ہوئی اور ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ وہاں ریسرچ سنٹر ہے جو ان کو عملی تجربات کے بعد حاصل ہوا ہے۔

ان فوائد نے ہماری زندگی کو بچا لیا، وہ کشتیاں ان جگہوں پر تھیں جن کے بارے میں عماد سوال کر رہا تھا، وہ عماد جس نے خطروں کا سامنا کیا اور خوفناک شارک مچھلیوں کو چیرتا ہوا نکل گیا بغیر کسی چیز کی پروا کیے ہوئے۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد کشتیوں نے ہمارا رخ کر لیا، لیکن ہماری آس کے دیئے دوبارہ بجھ گئے جب انہوں نے دوسری طرف رخ کر لیا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا: اس وقت ہمارا دیکھا جانا ناممکن کاموں میں سے ہے، کیونکہ ہم اندھیرے میں ہیں، چنانچہ ہم نے سات بجے صبح تک اس حالت میں رہنے کو ترجیح دی، تاکہ سورج کی روشنی حفاظتی کشتی کو ہمارے دیکھنے میں مدد دے۔ اس کے باوجود کہ جلانے والی ڈوری ہمارے پاس تھی کہ ہم کوسٹ گارڈوں کے لئے اپنی جگہ کی نشاندہی کر دیں، لیکن ہم اس کو جلا نہیں سکتے تھے، کیونکہ وہ گیلی ہو چکی تھی اور دوبارہ جل نہیں سکتی تھی اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہمارے نصیب خراب تھے۔

میں عماد کے چلے جانے کے بارے میں اور اپنی لڑکیوں اور ان کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان پر کوئی مصیبت آئی تو وہ کیا کریں گی؟ اور رہا مارٹی تو وہ تو صرف اپنے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس پریشانی کی حالت میں اپنی بیوی اور پانچ بچوں کو یاد کر رہا تھا کہ ان کی اس وقت کیا حالت ہوگی؟ کیونکہ وہ اس سے پہلے گھر پہنچنے کے مقررہ وقت سے کبھی لیٹ نہیں ہوا تھا تو ان کا کیا حال ہوگا

جب وہ ان کے پاس پہنچے گا نہیں۔

راحت کی علامت:

سمندر کی سطح پر بیس گھنٹے گزارنے کے بعد جمعہ کے دن ساڑھے تین بجے ہم نے کوسٹ گارڈوں کی ماتحت کشتیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ لوگ لاؤڈ سپیکر پر اعلان کر رہے تھے کہ وہ ہماری طرف آرہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوگیا کہ عماد ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ان کو ہماری جگہ دکھا رہا ہے۔ زندگی کی طرف دوبارہ لوٹتے ہوئے ہماری خوشی ناقابل توصیف تھی۔ ان کی اس جگہ پہنچنے کے بعد کشتیاں ہمارے قریب نہیں ہوسکتی تھیں، کیونکہ گھونگے نما گھائی ریسکیو ٹیم/ حفاظتی عملے کو روک رہی تھی اس لئے کہ کشتی بڑی تھی اس جگہ نہیں پہنچ سکتی تھی تو حفاظتی عملے نے چھوٹی کشتیاں منگوائیں اور آدھے گھنٹے بعد وہ کشتیاں ہم تک پہنچ گئیں۔ ہم ایک کشتی میں بیٹھ گئے، کوسٹ گارڈوں کے آدمیوں نے ہمارے سامنے کھانے پینے اور بچاؤ کے آلات پیش کئے۔ ہم اس کشتی پر موجود اپنے گھر والوں سے ملے، تاکہ ان کو یہ احساس دلا سکیں کہ ہم زندہ ہیں۔ میں نے عماد کو گود میں لے لیا اور اس کو چوما۔ اور اس کی اس عظیم جرأت پر سرزنش کی، کیونکہ اس کا یہ جان سے کھیلنا ناقابل توصیف ہے۔ یہ ایک ایسے نوجوان کی قربانی تھی جو ابھی اپنی عمر کے تیسویں حصے میں تھا۔ وہ اس کے لئے نفسانی اور جسمانی طور پر تیار نہیں تھا اور اس کے پاس غوطہ خوری کے آلات بھی نہیں تھے، چنانچہ سب عماد کو گلے لگانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ رہا زکی تو وہ اپنے بھائی کو گود میں لے کر رو پڑا اور اس کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔[1]

ایسی جگہ سے روزی کا آنا جہاں سے گمان بھی نہ ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۱؎ الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۱۸۷ تا ۱۹۳

ایک آدمی اپنے گھر والوں کے پاس آیا۔ جب اس نے تنگی کی وجہ سے اپنے گھر والوں کی حالت دیکھی تو صحراء کی طرف نکل گیا اور اس کی بیوی چکی کی طرف گئی اور اس کو تنور کے پاس رکھ دیا۔ پھر تنور کو گرم کر کے کہا: اے اللہ! ہمیں اس میں سے رزق دیجئے جو ہم پیسے، گوندھتے اور پکاتے ہیں، یہ کہنا تھا کہ اچانک پیالہ روٹیوں سے بھر گیا جب کہ چکی پیس رہی تھی اور تنور بھی بھنی ہوئی چانپوں سے بھر گیا۔ اس کے شوہر نے آکر پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟

بیوی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق دے دیا، چنانچہ شوہر نے چکی کی پاٹ اٹھا کر اس کے گرد جھاڑو لگا دی جس سے چکی بند ہوگئی (بعد میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کو نہ اٹھاتے تو قیامت تک یہ چلتی رہتی۔[1]

انہوں نے درختوں کے پتے کھائے پھر ان پر وسعت ہوگئی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قریش کے قافلے کا سامنا کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارا امیر بنایا اور توشے کے طور پر ہمیں ایک تھیلا کھجوروں کا دیا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے، ہم اس کو چوس کر اوپر سے پانی پی لیا کرتے تھے تو وہ ہمارے لئے ایک دن رات کے لئے کافی ہو جاتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنی لاٹھیوں کے ذریعے درختوں سے پتے گراتے پھر ان کو پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔

چنانچہ ہم نے اسی حالت میں اپنا سفر جاری رکھا اور آگے بڑھتے رہے کہ

۱؎ مجمع الزوائد: ۱۰/۲۵۶، ۲۵۷

اچانک ہماری نظر سمندر کے کنارے ایک پڑی ہوئی مچھلی پر پڑی جس کو عنبر کہا جاتا ہے جو اتنی بڑی تھی کہ ہم اس میں سے اٹھارہ دن کھاتے رہے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں سے تین آدمیوں کو لے کر اس کی آنکھ میں بٹھا دیا۔ پھر اس کے کانٹوں میں سے ایک کانٹے کو کھڑا کیا اور اس کے نیچے سے سب سے بڑے اونٹ پر سب سے اونچے قد والے کو بٹھا کر گزارا تو اس کا سر تک نہیں جھکا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام سفینہ اور شیر

امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "المستدرک" میں حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ (ایک مرتبہ) شیر نے میرے اوپر حملہ کرنا چاہا تو میں نے اس سے کہا:

اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں تو اس نے اپنا سر نیچے کیا اور آگے بڑھ کر مجھے اپنے کندھے سے دھکیلا، یہاں تک کہ مجھے جھاڑی سے نکال کر راستے پر لے آیا اور پھر دھاڑا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ مجھے الوداع کر رہا ہے۔[2]

دعاؤں کے تیر بموں کی آگ بجھا دیتے ہیں

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "آیات الرحمٰن فی جہاد الافغان" میں لکھتے ہیں کہ مجھے ارسلان نے بتایا: ایک مرتبہ جہادِ افغانستان میں ہمیں روسی ٹینکوں نے گھیر لیا جن کی تعداد ایک سو بیس تھی اور ان کے پاس بہت سی گاڑیاں بھی تھیں۔ ہم نے ان کے ساتھ کافی مقابلہ کیا، لیکن جب ہمارے پاس ہتھیار کا رکھا ہوا ذخیرہ ختم ہو گیا اور ہمیں گرفتاری کا یقین ہو گیا تو ہم نے دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اچانک روسیوں پر ہر طرف سے بم اور

[1] رواه البخاری ومسلم: رقم ۳۰۱۴
[2] اخرجه الحاكم فی مستدركه: ۶۰۶/۳ ومجمع الزوائد: ۳۶۷/۹

میزائل پھینکے جانے لگے یہاں تک کہ روسی سارے بھاگ گئے، حالانکہ اس وقت اس علاقے میں ہمارے علاوہ کوئی اور نہ تھا، شاید وہ فرشتے تھے۔[1]

نیند رحمت اور نجات کا سبب ہے

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ تعالیٰ جہادِ افغانستان کا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن نے معرکہ ریجی (ریگی) کے بارے میں بتایا: ہم کو روسی ٹینکوں نے گھیر لیا اور ٹینکوں اور توپوں کی تعداد ایک سو پچاس سے لے کر دو سو تک ہوگی، چنانچہ انہوں نے ہمارے اوپر اتنی شدید بمباری کی کہ جس کی وجہ سے دو تین دن تک ہم کوئی بات نہیں سن سکتے تھے۔ پھر معرکے کے درمیان ہی ہمیں نیند آگئی اور ہم بے فکر ہو گئے، اتنے میں ایک مجاہد نے ایک ٹینک پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی، اس ٹینک کا ایک جلتا ہوا ٹکڑا ایک پرانی گاڑی پر جب گرا تو اس کے نتیجے میں سات گاڑیاں دھماکے سے اڑ گئیں اور ہمیں پانچ گاڑیاں بطور غنیمت حاصل ہوئیں۔[2]

ان کے پاس ہتھیار کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ تعالیٰ ایک تیسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یوردل نے بتایا: ہمارے اور روسیوں کے درمیان ایک معرکہ ہوا جو سات دن تک چلا جس میں ہمارے پاس ہتھیار کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو اسی رات روسیوں پر تین طرف سے حملہ ہوا، جب کہ ہمیں حملے کی اطراف معلوم نہیں تھیں، چنانچہ روسی ہتھیاروں کی اس قسم سے حیران ہو گئے جو ان پر پھینکا جا رہا تھا، کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے ایسا

[1] آیات الرحمٰن فی جہاد الافغان: ص ۱۰۶
[2] آیات الرحمٰن فی جہاد الافغان: ص ۱۱۸

اسلحہ نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت پانچ سو روسی مارے گئے جن میں سے تیئس (۲۳) افسر تھے اور جو بچ گئے تو وہ اپنے ساتھ کچھ مسلمان قیدی لے کر بھاگ کھڑے ہوئے، وہ بھاگتے ہوئے ان سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارے پاس یہ اسلحہ کہاں سے آیا، ہم نے ایسا اسلحہ تو کبھی نہیں دیکھا۔[1]

وہ قلعہ کی بلندی سے دوبارہ پھینکا گیا مگر پھر بھی بچ گیا

ابوالحسن شریف محمد بن عمر کہتے ہیں: جب مجھے نیساپور میں خست کے قلعے میں عضدالدولہ نے قید کیا تو قلعے کا مالک جس کے میں حوالے کیا گیا تھا مجھے بات چیت کے ذریعے مانوس کرتا تھا یعنی میرا دل بہلاتا تھا۔

ایک دن کہنے لگا: اس سے پہلے یہ قلعہ ایک ایسے شخص کے قبضے میں تھا جو ان شہروں میں مقبول تھا۔ پھر وہ لیڈر بن گیا اور چوراچکے اس کے پاس جمع ہونے لگے، وہ ان کے ساتھ مل کر گردونواح میں ڈاکے ڈالنے اور فتنہ انگیزی کرنے لگے، راستے اور بستیاں لوٹنے لگے اور فساد مچانے لگے۔ ان کے خلاف کوئی تدبیر کام نہ آئی۔

ایک دفعہ ابوالفضل بن عمید نے اس قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اور اس ڈاکو لیڈر کو عضدالدولہ کے حوالے کر دیا۔ اور اس کے ساتھ اس کے پچاس ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ تو اس نے ان کو اس طریقے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا جس سے سارے قلعے والے ڈر جائیں۔ وہ قلعہ ایک بڑے پہاڑ پر تھا جس کے قریب میں ایک اور بڑا پہاڑ تھا اور اسی پہاڑ پر ابوالفضل نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینکا جائے، چنانچہ جوان میں سے پھینکا جاتا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے پہنچتا۔ کیونکہ پہاڑ سے باہر نکلی ہوئی نوکیں ان کو کاٹ ڈالتی تھیں۔ ان سب کے ساتھ یہی کیا گیا۔ ان میں ایک لڑکا تھا

[1] آیات الرحمن فی جہاد الافغان: ص ۱۲۹

جس کی ابھی داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ جب اس کو پھینکا گیا تو وہ صحیح سالم نیچے پہنچ گیا اور اس کو خراش تک نہیں آئی اور اس کی رسیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ لڑکا آزادی کی جستجو میں اپنی بیڑیوں سمیت کھڑا ہو کر چلنے لگا۔ ابوالفضل کے لشکر اور قلعے والے اس عجیب صورت حال کو دیکھ کر بے اختیار اللہ اکبر کہہ اٹھے۔ ابوالفضل کو غصہ آگیا اور اس نے لڑکے کو دوبارہ جکڑ کر پھینکنے کا حکم دیا۔ حاضرین مجلس نے اس سے گزارش کی کہ وہ لڑکے کو معاف کر دے، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے قسم کھائی کہ اس کو ضرور پھینکنا ہے تو وہ خاموش ہو گئے، چنانچہ لڑکا دوبارہ پھینکا گیا جب وہ نیچے پہنچا تو دوبارہ کھڑا ہو کر چلنے لگا۔ اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ تکبیر بلند ہوئی۔

حاضرین مجلس نے اس لڑکے کے لئے دوبارہ معافی کی گزارش کی اور بعض ان میں سے رو پڑے۔ ابوالفضل شرمندہ ہو گیا اور تعجب میں پڑ گیا اور کہا: اس کو امن کے ساتھ دوبارہ حاضر کرو، وہ حاضر کیا گیا ابوالفضل نے لڑکے کی رسیاں کھولنے اور بہترین کپڑے پہنانے کا حکم دیا۔ اور اس سے کہا: مجھے اپنے اللہ تعالیٰ سے اس خفیہ تعلق کے بارے میں سچ سچ بتاؤ جس کی وجہ سے اس نے تمہیں بچا لیا۔

لڑکے نے کہا: میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں جو اس کا سبب بنے، ہاں ایک بات ہے کہ میں بچپن میں اپنے فلاں استاد کے ساتھ گھوما کرتا تھا جو تم نے ابھی پہاڑ سے گرا کر مار دیا، وہ مجھے ساتھ لے کر نکلتا تھا تو ہم ڈاکے ڈالتے تھے اور مسافروں کو خوف زدہ کرتے تھے اور جو ملتا تھا اس کو لے لیتے تھے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔

ابوالفضل نے کہا: کیا تم نماز اور روزے کی پابندی کرتے تھے؟

لڑکے نے کہا: میں تو نماز سے واقف بھی نہیں اور نہ کبھی میں نے روزہ رکھا اور نہ ہی ہم میں کوئی روزہ رکھتا تھا۔

ابوالفضل نے اس سے کہا: تمہارا ناس ہو پھر وہ کیا معاملہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا کیا تم صدقہ کیا کرتے تھے؟

لڑکے نے کہا: ہمارے پاس آتا ہی کون تھا جس پر ہم صدقہ کرتے۔

ابوالفضل نے کہا: سوچو اور غور کرو تم نے اللہ تعالیٰ کے لئے ضرور کوئی عمل کیا ہوگا اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

لڑکے نے ایک گھڑی سوچ کر بولا: ہاں! کچھ سال پہلے میرے استاد نے ایک آدمی میرے حوالے کیا تھا جس کو اس نے کسی راستے میں پکڑ کر قید کیا تھا، تو وہ اس کا سارا ساز و سامان لے کر قلعہ میں آگیا اور اس سے کہا: کہ مجھ سے اپنی زندگی کا سودا اس مال کے بدلے میں کرلو جو تم اپنے شہر اور گھر والوں سے منگواؤ گے ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔

اس آدمی نے کہا: جو کچھ تم نے مجھ سے لے لیا اس کے علاوہ دنیا میں میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میرا استاد اس کو کئی دنوں تک مارتا رہا، لیکن اس آدمی نے کچھ مان کر نہ دیا۔ ایک روز اس کو بہت مارا۔ تو اس نے قسم کھائی اور طلاق اٹھائی کہ میرے پاس سوائے اس مال کے جو تم نے لے لیا ہے اور کچھ نہیں۔ اور میرے شہر میں سوائے میرے گھر والوں کے نفقے کے جس کی مقدار ایک ماہ کے نفقے کے برابر ہے اور کچھ نہیں اور اب تو میرے اور میرے گھر والوں کے لئے زکوۃ لینا بھی جائز ہوگئی ہے۔

جب میرے استاد کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ شخص سچا ہے تو اس نے مجھ سے کہا: اس کو لے جا کر فلاں مقام پر قتل کردو اور میرے پاس اس کا سر لے کر آؤ۔ میں اس آدمی کو لے کر قلعے سے نیچے اترا۔ اس نے مجھ سے کہا: مجھے لے کر کہاں جا رہے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

میں نے اسے اپنے استاد کا حکم سنادیا۔ تو اس نے رونا اور گڑگڑانا شروع کردیا اور مجھ سے التجا کرنے لگا کہ تم ایسا نہ کرو، اور خدا کے واسطے دینے لگا۔ اور مجھ کو بتایا

کہ اس کی چھوٹی چھوٹی بیٹیاں ہیں جن کے لئے کوئی کمانے والا نہیں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرانے لگا اور گزارش کی کہ تم مجھے آزاد کردو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کے لئے رحم پیدا کردیا۔ میں نے اس سے کہا: اگر میں اس کے پاس تمہارا سر لے کر نہ پہنچا تو وہ مجھے قتل کردے گا۔ اور پھر تمہیں بھی پکڑ کے قتل کردے گا۔

اس آدمی نے کہا: اے لڑکے! تم مجھے چھوڑ دو اور استاد کے پاس تھوڑی دیر سے جاؤ۔ میں بھاگ کھڑا ہوں گا تو وہ مجھے نہیں پاسکے گا۔ اور اگر مجھے پا بھی لیا تو تم میرے خون سے بری ہو جاؤ گے اور تمہارا استاد تمہاری محبت میں تم کو قتل نہیں کرے گا اور تمہیں میرے بارے میں اجر ملے گا۔ میرے دل میں اس کے لئے رحم کا جذبہ بڑھ گیا۔

میں نے اس سے کہا: اچھا پھر ایسا کرو کہ ایک پتھر لے کر اسے میرے سر پر مارو، تاکہ میرا سر پھٹ جائے تو میں یہاں بیٹھ جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم کچھ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے ہو، پھر میں قلعے کی طرف لوٹ جاؤں گا۔

اس نے کہا: مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی نجات کا تمہیں یہ صلہ دوں کہ تمہارے سر کو زخمی کردوں۔ میں نے کہا: تمہاری اور میری نجات کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں۔

اس نے ایسا ہی کیا، یعنی میرا سر پھوڑا اور مجھے چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کوسوں میل دور جا چکا ہوگا، چنانچہ میں اپنے استاد کے پاس خون میں لت پت پہنچا تو اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا اور مقتول کا سر کہاں ہے؟

میں نے اس سے کہا: آپ نے تو میرے حوالے انسان نہیں بلکہ جن کیا تھا۔ ابھی ہم صحراء میں تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ اس نے مجھے زمین پر پچھاڑ دیا اور

پتھروں سے مجھے مار کر خون میں لت پت کر دیا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا تو میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب میں ہوش میں آیا اور مجھے آنے کی ہمت پیدا ہوئی تو میں آپ کے پاس آگیا۔

چنانچہ یہ سن کر میرے استاد نے کچھ لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا، ان لوگوں نے اس کو پورا ایک دن تلاش کیا لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی عمل کے سبب بچایا ہے تو وہ یہی عمل ہے۔ چنانچہ ابوالفضل نے اس کو اپنی فوج میں شامل کر لیا اور اس کی اچھی خاصی تنخواہ مقرر کر دی۔[1]

اس کے گدھے کو اللہ نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا

حسن بن ابوعروہ کہتے ہیں: یمن سے ایک آدمی سفر پر نکلا تو راستے میں اس کا گدھا مر گیا۔ اس نے رک کر وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ جِئْتُ مِنَ الدَّفِيْنَةِ مُجَاهِدًا فِيْ سَبِيْلِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَتَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ لَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَيَّ الْيَوْمَ مِنَّةً اَطْلُبُ اِلَيْكَ اَنْ تَبْعَثَ حِمَارِيْ."

ترجمہ: "اے اللہ! دفینہ سے میں آپ کے راستے میں جہاد کر کے آیا ہوں، اور آپ کی رضا مندی کا طلب گار ہوں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اور جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں اٹھاتے ہیں، آج آپ کسی کا کوئی احسان میرے ذمے نہ کیجیے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میرا گدھا زندہ کر دیجیے۔"

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۲۰۰ تا ۲۰٤

تو اس کا گدھا کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

امام بیہقی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں یہ سند درست ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ گدھا زندہ ہونے کے بعد اس نے اس پر زین کسی اور لگام ڈال کر سوار ہوا اور اس کو دوڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جا ملا، اس کے ساتھیوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے میرا گدھا زندہ کر دیا۔

حضرت امام شعبی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں: میں نے اس گدھے کو کوفہ میں بکتے ہوئے دیکھا۔

اور اسی بارے میں شاعر کہتا ہے۔

اور ہم میں سے وہ بھی ہے جس کا گدھا اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا، حالانکہ موت اس کے ہر عضو اور ہر جوڑ میں سما چکی[1] تھی[2]۔"

اس نے تدبیر کے ذریعے قتل سے نجات حاصل کی

امام اصمعی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں: عبدالملک بن مروان کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جو باغیوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

عبدالملک نے کہا: اس کی گردن اڑا دو۔

اس آدمی نے کہا: اے مسلمانوں کے امیر! مجھے آپ سے اس بدلے کی امید نہیں۔

عبدالملک نے کہا: تو اور کیا بدلہ ہونا چاہیے؟

کہنے لگا: میں تو اس باغی کے ساتھ صرف آپ کی محبت میں نکل کھڑا ہوا تھا،

[1] وَمِنَّا الَّذِيْ اَحْيَا الْاِلٰهُ حِمَارَهُ   وَقَدْ مَاتَ مِنْهُ كُلُّ عُضْوٍ وَمَفْصَلٍ

[2] "من عاش بعد الموت" لابن ابی الدنیا، البدایہ والنہایہ: ١٦١/٤

کیونکہ میں ایک منحوس آدمی ہوں، جب بھی میں کسی کا ساتھ دیتا ہوں تو وہ ہار جاتا ہے اور آپ کو میرے دعوی کی درستگی کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا۔ میں اکیلا آپ کے لئے ان ایک لاکھ سے بہتر ہوں جو آپ کے ساتھ ہیں، تو عبدالملک نے ہنس کر اسے آزاد کر دیا۔[1]

کچھ حجاج بن یوسف کے بارے میں

ابوالحسن بن ہلال کہتے ہیں: حجاج بن یوسف ایک دن اپنے لشکر سے تنہا نکل کر کھڑا ہوا۔ تو ایک باغبان کے پاس سے گزرا جو اپنی زمین کو سینچ رہا تھا۔ اس سے کہا: حجاج کے ساتھ تمہاری کیسی گزر رہی ہے؟

باغبان نے کہا: اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرے وہ ہلاک کرنے والا اور کینہ پرور ہے، اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے۔

حجاج نے اس سے کہا: کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟

اس آدمی نے کہا: نہیں۔

حجاج نے کہا: میں حجاج ہوں، تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، چنانچہ اس نے اپنے ساتھ موجود لاٹھی اٹھائی اور کہا: آپ مجھے جانتے ہیں؟

حجاج نے کہا: نہیں۔

کہنے لگا: میں ابوثور مجنون ہوں، اور اس دن مجھے جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ یہ کہہ کر غصے اور جوش سے جھاگ اڑانے لگا اور اپنے سر پر لاٹھی مارنے لگا۔ تو حجاج اسے چھوڑ کر ہنستے ہوئے چل دیا۔[2]

اس نے سمجھداری دکھائی تو قتل سے بچ گیا

ابواسحاق جہمی کہتے ہیں: جب حجاج بن یوسف خلیفہ بنا تو اس نے اپنے ایک

[1] الاذکیاء لابن الجوزی: ص ۱۳۱
[2] الاذکیاء لابن الجوزی: ص ۱۳۷

خادم سے کہا: ہم بھیس بدل کر اپنے بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم کرتے ہیں۔ تو وہ دونوں بھیس بدل کر نکلے، ان کا گزر ابولہب کے غلام مطلب پر سے ہوا۔ حجاج نے کہا: اے فلاں! بتاؤ حجاج کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اس نے کہا: حجاج پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

حجاج نے کہا: وہ کب نکلے گا؟

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کو موت دے مجھے کیا معلوم؟

حجاج نے کہا: مجھے جانتے ہو؟

مطلب نے: کہا نہیں۔

حجاج نے کہا: میں حجاج بن یوسف ہوں، یہ سننا تھا کہ مطلب کی حالت خراب ہوگئی۔

کہنے لگا: آپ مجھے جانتے ہیں؟

حجاج نے کہا: نہیں۔

مطلب نے کہا: میں ابولہب کا غلام ہوں اور مشہور بات ہے کہ مجھے ہر مہینے جنون ہوتا ہے اور آج اس کا پہلا دن ہے، تو حجاج اس کو چھوڑ کر چل دیا۔[1]

آٹھ سال مسلسل بے ہوشی کے بعد اس نے دو آدمیوں کے نام بتائے جنہوں نے اس پر تشدد کیا تھا

۲۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو کوئی ہولبروک متحدہ ریاست میں لینوود کی شاہراہوں سے گزر رہا تھا کہ اس کے رشتہ داروں نے اچانک اس پر ایک موٹی چھڑی سے حملہ کر دیا۔

چنانچہ ہولبروک اس تاریخ سے ۲۶ فروری ۱۹۹۰ء تک بے ہوشی کی حالت میں

[1] الاذکیاء لابن الجوزی: ص ۱۳۷

رہا۔ افاقہ ہوتے ہی وہ نوجوان اپنی ماں کو پہچان گیا۔ پھر اس نے ان دو آدمیوں کے نام بتائے جنہوں نے اس کے سر پر چھڑی سے تشدد کیا تھا۔

یہاں تک کہ اپنی بے ہوشی کے آخری ہفتے میں بھی ہولبروک آسانی سے بات چیت کرنے پر قدرت نہ رکھتا تھا۔

اکثر اوقات بس وہ اپنی آنکھیں کھولتا اور مسکرا دیتا، لیکن وہ اپنے آس پاس کی صورت حال کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسے بھرپور توجہ کی ضرورت تھی۔

اس کی والدہ کہتی ہے: میں نے اس کے شفایاب ہونے کے دوران ایک دن بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور بالآخر ایک دن وہ بولنے لگا یہ ایک معجزہ ہے۔ اب میں بہت خوش ہوں۔ [1]

اور اسے اس کا مال واپس مل گیا

علامہ ابن جوزی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص حج کی غرض سے بغداد آیا۔ اس کے پاس ایک ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اس نے اسے فروخت کرنے کی بڑی کوشش کی، پر وہ نہ بک سکا۔ سو وہ ایک عطر فروش کے پاس آیا جو بہت اچھی شہرت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس ہار کو امانۃً اس کے پاس رکھوا دیا۔ پھر حج کا فریضہ ادا کیا اور لوٹ آیا، وہ تحفہ لے کر عطر فروش سے اپنا ہار لینے گیا جس پر عطر فروش نے اس سے کہا: تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟

اس نے کہا: میں اس ہار کا مالک ہوں جسے میں نے تمہارے پاس امانۃً رکھوایا تھا۔

عطر فروش نے اس سے بات نہیں کی اور دھکے دے کر اسے گھر سے نکال دیا، اور کہا: تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔ لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور حاجی سے کہا:

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة: ص ۲۰۹

تمہارا ناس ہو یہ بہت نیک آدمی ہے۔ تمہیں الزام لگانے کے لئے کوئی اور نہیں ملا؟

حاجی حیرت زدہ رہ گیا، وہ دوبارہ عطر فروش کے پاس گیا۔ مگر سوائے گالی گلوچ اور مار پٹائی کے اور کچھ نہ ملا۔

اس سے کہا گیا: تم امیر مملکت کے پاس کیوں نہیں جاتے وہ ان امور میں بہت دور اندیش ہے؟

چنانچہ اس نے اپنا واقعہ لکھا اور اس کو امیر مملکت عضد الدولہ تک پہنچا دیا۔

امیر مملکت تشریف لائے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے پورا قصہ سنا دیا جس پر عضد الدولہ نے کہا: تم کل اس عطر فروش کے پاس جانا اور اس کی دکان کے سامنے بیٹھ جانا، اگر وہ تمہیں منع کرے تو اس کے سامنے والی دکان پر صبح سے مغرب تک بیٹھے رہنا۔ اور اس سے بات نہ کرنا، تین دن تک مسلسل یونہی کرتے رہنا، چوتھے دن میں تمہارے سامنے سے گزرتے ہوئے تھوڑا سا رک کر تمہیں سلام کروں گا تو تم نہ میرے احترام میں کھڑے ہونا اور نہ میرے سلام کا جواب دینا۔ جب میں چلا جاؤں تو دوبارہ اسے اس ہار کی یاددہانی کروانا۔ پھر وہ تمہیں جو کچھ کہے مجھے بتانا اور اگر وہ تمہیں وہ ہار دے دے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔

وہ شخص اس عطر فروش کی دکان پر بیٹھنے کے لئے آیا، لیکن اس نے منع کر دیا۔ سو وہ اس کے سامنے والی دکان پر برابر تین دن بیٹھتا رہا۔ چوتھے دن امیر مملکت اپنی شاہانہ سواری پر گزرا۔ جیسے ہی اس نے خراسانی کو دیکھا تو اس کے پاس رک کر سلام کیا۔ حاجی نہ کھڑا ہوا اور نہ اس نے سلام کا جواب دیا۔

امیر مملکت نے کہا: بھائی صاحب! آپ یہاں ہوتے ہوئے بھی ہماری طرف تشریف نہ لائے اور نہ ہی ہمیں کسی خدمت کا موقع دیا۔ حاجی نے وہی کیا جو ان کے درمیان معاہدے میں طے ہوا تھا، اور امیر مملکت کے ساتھ ڈھنگ سے بات بھی

نہ کی، حالانکہ پوری فوج رکی ہوئی تھی اور امیر مملکت کھڑے اس سے پوچھ رہے تھے اور سرگوشیاں کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر عطر فروش خوف کے مارے بے ہوش ہونے والا تھا۔ سو جب امیر مملکت چلے گئے تو عطر فروش فوراً اس آدمی کی طرف بڑھا اور کہا: تیرا ناس ہو وہ ہار تم نے میرے پاس کب رکھوایا تھا اور کس چیز میں لپٹا ہوا تھا؟ مجھے یاد دلاؤ شاید مجھے یاد آجائے۔

ہار کے مالک نے کہا: یہ یہ اس کی نشانیاں ہیں۔ سو وہ کھڑا ہو گیا اور ڈھونڈنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہی ہار ایک تھیلی سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

اور کہا: میں تو بالکل بھول ہی گیا تھا اور اگر تم مجھے ابھی یاد نہ دلاتے تو مجھے کبھی یاد نہ آتا۔ اس آدمی نے وہ ہار اس سے لے لیا اور اپنے دل میں کہا: اب مجھے امیر مملکت کو بتانے میں کیا فائدہ ہے۔ پھر سوچا، ہوسکتا ہے وہ اسے خریدنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور ساری بات انہیں بتائی۔

امیر مملکت نے اپنے کوچوان کو وہ ہار دے کر عطر فروش کی دکان پر بھیجتے ہوئے اس سے کہا: یہ ہار عطر فروش کی گردن میں لٹکا کر اسے دکان کے دروازے پر ہی پھانسی دے دو اور یہ اعلان کر دو کہ ”جس نے امانت میں خیانت کی اس کی یہ سزا ہے۔“

دوپہر ڈھلنے کے بعد کوچوان نے ہار کے مالک کو اس کا ہار واپس کر دیا اور کہا: اب تم جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے مال کے واپس مل جانے پر خوش اور مطمئن لوٹ آیا۔[1]

قاتل کو قتل کا مژدہ سنا دو اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگے

ایک آدمی سڑک پر جا رہا تھا، اس کی کمر پر ایک تھیلی بندھی ہوئی تھی جس میں خاصی بھاری رقم موجود تھی۔ وہ گدھوں کے اصطبل میں داخل ہو کر وہاں بیٹھ گیا۔ وہ

[1] الاذکیاء لابن الجوزی: ص ۶۰، ۶۱

نہیں جانتا تھا کہ ایک آدمی اس کی تاک میں لگا ہوا ہے۔ اس نے تھیلی کھولی اور اس میں سے دینار نکالے۔ جو آدمی اس کی گھات لگائے بیٹھا تھا اس نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسے باندھ دیا، منہ پر پٹی لگا دی اور دینار لے لئے۔ پھر اس آدمی کو کندھوں پر اٹھایا اور اسے ایک گڑھے میں زندہ درگور کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی ہڈیاں نکالیں اور انہیں دریا میں ڈال دیا۔ اس نے سوچا کہ کام پورا ہو چکا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ قاتل تو مارا ہی جاتا ہے چاہے اس میں کچھ عرصہ لگ جائے۔

ایک دن خلیفہ معتضد باللہ اپنے ایک زیر تعمیر گھر میں بیٹھے مزدوروں کا کام ملاحظہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے ان کے درمیان ایک حبشی غلام کو دیکھا جو کافی بدصورت ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا چڑھ رہا تھا اور اوروں کے مقابلے میں دگنا بوجھ اٹھا رہا تھا۔ خلیفہ کو وہ کچھ مشکوک دکھائی دیا۔ انہوں نے اسے بلایا اور اس کی وجہ پوچھی۔ وہ ہکلانے لگا۔

خلیفہ نے ابن حمدون سے جو اس وقت وہاں موجود تھے کہا: تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا: آپ کیوں اپنے ذہن کو اس کے لئے الجھا رہے ہیں۔ شاید یہ کوئی بے اہل وعیال آدمی ہو، اس لئے بالکل بے فکر ہو کر دل جمعی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔

خلیفہ نے کہا: تیرا ناس ہو تم نے اس کے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے میں اسے لغو خیال کرتا ہوں۔ مگر میرے خیال میں یا تو اس کے پاس کچھ رقم ہے جو اس نے یکبارگی ناجائز طریقے سے حاصل کی ہے یا پھر یہ کوئی چور ہے جو یہ تعمیراتی کام کر کے خود کو چھپا رہا ہے۔

ابن حمدون نے بھی اسی نظر سے دیکھا اور کہا: میں اس سیاہ فام کے متعلق معلوم کر کے ہی رہوں گا، اسے میرے سامنے حاضر کرو۔

اسے ابن حمدون کے سامنے حاضر کیا گیا تو انہوں نے اسے سو کوڑے لگوائے اور قسم کھائی کہ اگر تو نے سچ نہ بتایا تو تیری گردن اڑا دی جائے گی اور تلوار اور تختہ دار منگوا لیا۔ اس سیاہ فام نے کہا: "میں امان چاہتا ہوں"

خلیفہ نے فرمایا: اگر تجھ پر کوئی سزا نہیں بنتی تو تجھے امان ہے۔ جسے سیاہ فام سمجھ نہ سکا اور سمجھا کہ خلیفہ نے اسے امان دے دی ہے۔

کہنے لگا: میں کافی عرصے تک گدھوں پر بوجھ لاد کر مزدوری کرتا رہا۔ چند ماہ پہلے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کی کمر پر تھیلی بندھی ہوئی تھی اور پورا قصہ کہہ سنایا۔

خلیفہ (معتضد) نے حکم دیا کہ اس کے گھر سے رقم لائی جائے تو وہی تھیلی لائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا کہ فلاں بن فلاں۔ لہٰذا شہر میں مقتول کے نام سے اعلان کرایا گیا تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یہ نام میرے شوہر کا ہے، وہ فلاں وقت کو گھر سے نکلا تھا اور اس کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک لاپتہ ہے۔

خلیفہ نے رقم اس عورت کو دے دی اور اسے عدت گزارنے کا حکم دیا۔ اور سیاہ فام کو قتل کروا دیا۔[1]

لہروں کی تہہ میں مانگی گئی دعا

ایک نوجوان تھا جسے سمندر سے عشق اور اس کی ہوا سے محبت تھی۔ اسی بناء پر اس نے ایک کشتی خریدی، تاکہ جتنا وقت ممکن ہو سمندر میں گزارے، اور اسے یہ محبت کیوں نہ ہوتی جب کہ موجیں ایسا دلسوز نغمہ تھیں، سماعتیں جنہیں سننے کی ہمیشہ خواہش کرتی ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس

[1] الاذکیاء، لابن الجوزی: ص ۵۲، ۵۳

کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا، کیونکہ اس پر ایک مصیبت آپڑی تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے:

ایک دن میں اپنی کشتی کے ساتھ سمندر میں لہروں کا سفر تنہا طے کر رہا تھا۔ سورج غروب ہونے والا تھا، اس گھڑی سمندر میں تنہا رہنا مجھے بہت پسند تھا کہ میں ہوں اور میرے خواب اور بس، اور میں اپنا خوبصورت ترین وقت کشتیوں کے ہمراہ گزاروں، چنانچہ میں نیلے پانی پر اکیلا تھا کہ اچانک وہ کچھ ہوا جو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، میں نے دیکھا کہ کشتی اچانک میرے قابو سے باہر ہوگئی اور دوسرے ہی لمحے میں پانی کے درمیان لہروں اور موت دونوں سے بیک وقت جھگڑ رہا تھا۔

ایسے حالات میں میرے لئے نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات دہندہ تھا اور نہ ہی میں کسی حفاظتی گھیرے کی مدد لے سکتا تھا۔ میں اپنی پوری قوت سے چلایا: اے میرے رب! مجھے بچا لے، یہ آواز میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور پھر میرا ہوش جاتا رہا۔

جب میں ہوش میں آیا اور میں نے نظریں دائیں بائیں گھمائیں تو میں نے اپنے اردگرد کافی سارے لوگوں کو جمع دیکھا جو کہہ رہے تھے:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ زندہ ہے مرا نہیں۔ ان میں سے دو نے تیراکی کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: شکر ہے خدا کا جس نے تمہیں ڈوبنے سے بچایا۔ تم تو بالکل ہلاک ہی ہونے والے تھے، مگر خدا کا ارادہ تمہارے حق میں رحمت اور فضل کا ثابت ہوا۔

اس حادثے میں جو کچھ ہوا مجھے کچھ بھی یاد نہ تھا، کیونکہ میں خوف اور دہشت کی وجہ سے بے ہوشی میں تھا، بجز اس آواز کہ جو میں نے اپنے رب کو دی تھی۔ میری نگاہوں میں ایک بار پھر دنیا گھوم گئی اور میں اپنے آپ سے کہنے لگا:

کیوں تو نے اپنے خدا کو چھوڑ رکھا ہے؟ کیوں اس کی نافرمانی کرتا ہے؟

چنانچہ، یہ سب کچھ میرے ساتھ شیطان ونفس کے ماننے اور دنیا سے محبت کی

وجہ سے ہوا جنہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ اور آخرت سے بے خبر رکھا تھا۔

سر چکرانے سے جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے حاضرین سے کہا: کیا عشاء کا وقت شروع ہو گیا ہے؟

انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔

میں حیرت زدہ سا کھڑا ہو گیا، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ میں نے کہا: حیرت ہے کیا واقعی میں نماز پڑھ رہا ہوں؟، کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں بجز چند نمازوں کے کبھی نماز نہ پڑھی تھی۔ اس کے باوجود میرے رب نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے موت اور اس ہلاکت سے بچا لیا جو میرے سر پر منڈلا رہی تھی۔ کیا وہی رب میری شکر گزاری کا مستحق نہیں ہے؟

میں نے اپنے رب سے عہد کیا کہ میں اب کبھی اس کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اور اگر شیطان نے میرے قدم ڈگمگا بھی دیے تو میں اپنے رب سے معافی مانگ لوں گا۔ بے شک وہ بڑا مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

میں نے سچی توبہ کر لی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے، چاہے اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں تک چلے جائیں۔

اس نوجوان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے اپنے ارد گرد موجود لوگوں کو بھی رلا دیا، یہاں تک کہ روتے روتے اسے صبح ہو گئی۔[1]

وہ سولہ سال بعد جیل سے باعزت بری ہوا

بہت سے لوگ ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر گپ شپ میں مشغول تھے کہ اچانک انہوں نے ایک دل دہلانے والے دھماکے کی آواز سنی جس نے اس جگہ کے علاوہ آس پاس کے علاقوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ۲۱۴

یہ واقعہ سن ۱۹۷۴ء میں آئر لینڈ کی فوج کی جانب سے لندن کے دارالحکومت میں پیش آیا۔ اس دھماکے کا ہدف شہری تھے۔ چنانچہ سینکڑوں افراد مارے گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔ اور الزام چھ آئر لینڈیوں پر لگا، کیونکہ یہ چھ اشخاص اس دھماکے کے آس پاس پائے گئے تھے اور دھماکہ کرنے کے اثرات ان کے ہاتھوں پر موجود تھے، تب ہی پولیس والوں نے انہیں گرفتار کر کے شدید پٹائی کی اور بالآخر ان بے چاروں نے اس گناہ کا اعتراف کر لیا جو انہوں نے کیا ہی نہیں تھا۔

چنانچہ وہ اپنے اس اعتراف کی بناء پر جیل بھیج دیے گئے۔ وکیل صفائی بھی ان سے الزام کو رد نہ کر سکا، کیوں کہ حاکم نے شاہدوں اور وکیل کو سوچنے سمجھنے کا کوئی موقع ہی نہ دیا۔

سن ۱۹۷۵ء میں انہیں عمر قید کی سزا سنا دی گئی۔ وہ جیل میں حسرت وندامت کے ساتھ جی رہے تھے، اور سختیوں کی آگ میں تپ رہے تھے، کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا، بلکہ وہ اس طرح بری تھے جیسے بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا۔

وہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۱ء بمطابق (۱۳۹۳ھ سے ۱۴۱۱ھ) سولہ سال تک جیل میں رہے، اور جمعرات کے روز ۲۸۔۸۔۱۴۱۱ھ بمطابق (۱۹۹۱ء) میں یہ چھ افراد باعزت طور پر جیل سے بری ہو گئے، وہ بے انتہا خوش تھے۔

لیکن یہ کیسے بری ہوئے؟

وہ اس طرح ہوا کہ عدالت نے ازسرنو مقدمے کی جانچ پڑتال کا حکم دیا۔ اور وکیل صفائی نے ان پر عائد کردہ تمام الزامات جھوٹے ثابت کر دیے، چنانچہ عدالت کا مقدمے کی ازسرِنو جانچ پڑتال کا یہ حکم بالکل صحیح تھا، کیوں کہ بعد میں معلوم چلا کہ وہ کوئی اور لوگ ہیں جو اس گھناؤنے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں اور پھر ان کو حراست

میں بھی لے لیا گیا۔[1]

کویت پر عراق کے حملے نے عمر قیدیوں کو رہائی دلائی

۲؍اگست ۱۹۹۰ء میں وہ واقعہ ہوا جو وہم وگمان میں بھی نہ تھا اور جس کی توقع پڑوسی مسلمان تو کیا کوئی بھی مسلمان نہیں کر سکتا تھا۔ عراقی فوجیں اپنے صدر کے حکم سے کویت میں اتر گئیں جو کہ اس کا پڑوسی ملک ہے۔

عراقی فوجوں نے لوٹ مار، چوری ڈکیتی قتل وغارت گری اور زور زبردستی کے وہ گھناؤنے انداز اختیار کیے جو زمانہ جاہلیت کی حالت سے میل کھاتے تھے، بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے تھے۔

انہوں نے جیلوں کے دروازے کھول دیے جن سے تمام مجرم اور فاسق وفاجر نکل پڑے۔

جو لوگ رہا ہوئے ان میں اکثریت ان افراد کی تھی جنہیں عمر قید کی سزا سنا دی گئی تھی، کیونکہ وہ کویت کے صدر پر کیے گئے قاتلانہ حملے میں ملوث تھے، مگر شاہی سواری کے تباہ و برباد ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا عراقی فوج کے ذریعے سے۔

جب عراقی فوجیں کویت میں داخل ہوئیں تو انہوں نے جیلوں کے دروازے کھولتے ہوئے سب قیدیوں کو رہا کر دیا جن میں سے ایک شخص کا بیان یہ تھا کہ وہ بالکل بے قصور تھا اور صدر کے قتل کی سازش میں اس کا کوئی ہاتھ نہ تھا، وہ رہا تو ہو گیا تھا، لیکن اسے یقین نہ آتا تھا...... وہ اکثر کہا کرتا تھا: ”پریشانی کے بعد راحت ضرور ملتی ہے۔[2]“

---

[1] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ٢١٦
[2] الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص ٢١٨

۲۲۵ دنوں کے بعد اس کی سلطنت اسے واپس مل گئی

صباح کے مثالی خاندان کے امیر شیخ جابر احمد الصباح اور ولی عہد شیخ سعد عبداللہ الصباح سے کویت کی سلطنت چھین لی گئی اور ۲۲۵ دنوں کے بعد واپس مل گئی۔

یہ واقعہ اگست کی دوسری تاریخ ۱۹۹۰ء کو بروز جمعرات پیش آیا تھا جو اہل کویت کے لئے ایک منحوس ونامبارک دن تھا۔

شیخ جابر احمد الصباح خوف زدہ حالت میں اپنے شہر کو چھوڑ کر فرار ہو گیا، وہ عزت وجاہ کے چھن جانے کے بعد کی اپنی اس موجودہ حالت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

وہ جلا وطنی کی حالت میں سعودیہ کے شہر طائف میں تقریباً سات مہینے تک رہا، یہاں تک کہ کویت ملکی معاہدے کے تحت مکمل طور پر آزاد ہو گیا۔ اور ساری دنیا کے لوگ اس بات پر انتہائی خوش ہوئے کہ کویت اس کے باشندوں کو واپس مل گیا، کیونکہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور وطن سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔

پہلے کویت کے ولی عہد شیخ سعد عبداللہ الصباح لوٹے، پھر ائر پورٹ پہنچ کر انہوں نے اپنے آباء واجداد کے وطن واپس لوٹ آنے پر شکرانے کے دو رکعت نفل ادا کیں۔ کویت کے باشندے بھی اس سے بہت خوش تھے۔

اس کے بعد کویت کے امیر مملکت شیخ جابر احمد الصباح بھی لوٹ آئے اور اپنی سلطنت بحال ہو جانے اور وطن سے دوری اور رنج ومشقت برداشت کرنے کے بعد اپنے وطن واپسی پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ اور ان کی حالت یہ کہہ رہی تھی۔

صبر کرو! کیونکہ صبر کا صلہ بہت بہتر ہے اور کسی بھی آنے والی پریشانی پر دلبرداشتہ مت ہو۔ بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور تنگی کے بعد غم کے بادل

چھٹ جاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو مشکلات پر فوراً آہ وفغاں شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ان سے بالکل ملی ہوئی فراخی چلی آ رہی ہوتی[1] ہے۔"

وہ بہترین قصیدے جو پریشانی کے بعد راحت کے موضوع پر کہے گئے ہیں

پریشانی کے بعد راحت کے بارے میں بہت سارے اشعار ہیں۔ کون ایسا شخص ہے جس کو کبھی غموں سے واسطہ ہی نہ پڑا ہو، کون ہے جس کو زمانے کی مصیبتوں نے چھوا ہی نہ ہو؟

حضرت جعفر صادق رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ یا بعض کے نزدیک حضرت حسین بن علی رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا نے فرمایا:

اگر ایک[2] دن کی پریشانی آجائے تو جزع فزع نہ کرو، کیونکہ تم نے ایک عرصے تک خوشحالی بھی تو دیکھی ہے۔ اور اپنے رب پر برا گمان مت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ

---

[1]

تَصْبِرْ إِنَّ عُقْبَى الصَّبْرِ خَيْرٌ ‌ ‌ وَلَا تَجْزَعْ لِنَائِبَةٍ تَنُوْبُ
فَإِنَّ الْيُسْرَ بَعْدَ الْعُسْرِ يَأْتِيْ ‌ ‌ وَعِنْدَ الضِّيْقِ تَنْكَشِفُ الْكُرُوْبُ
وَكَمْ جَزِعَتْ نُفُوْسٌ مِنْ أُمُوْرٍ ‌ ‌ أَتَى مِنْ دُوْنِهَا فَرَجٌ قَرِيْبُ

الفرج بعد الشدة والضيقة لابراهيم الحازمي: ص۲۱۹

[2]

فَلَا تَجْزَعْ وَإِنْ أَعْسَرْتَ يَوْمًا ‌ ‌ فَقَدْ أَيْسَرْتَ فِي الزَّمَنِ الطَّوِيْلِ
وَلَا تَظُنَّنْ بِرَبِّكَ ظَنَّ سُوْءٍ ‌ ‌ فَإِنَّ اللّٰهَ أَوْلَى بِالْجَمِيْلِ
وَلَا تَيْأَسْ فَإِنَّ الْيَأْسَ كُفْرٌ ‌ ‌ لَعَلَّ اللّٰهَ يُغْنِيْ عَنْ قَلِيْلِ
فَإِنَّ الْعُسْرَ قَدْ يَتْبَعُهُ يُسْرٌ ‌ ‌ وَقِيْلَ اللّٰهُ أَصْدَقُ كُلِّ قِيْلِ
وَلَوْ أَنَّ الْعُقُوْلَ تَسُوْقُ رِزْقًا ‌ ‌ لَكَانَ الْمَالُ عِنْدَ ذَوِي الْعُقُوْلِ

خوبصورتی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ اور دل چھوٹا مت کرو کیونکہ مایوسی کفر ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ تھوڑے میں کفایت کر دیں۔ بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات ہر بات سے سچی ہے۔ اور اگر عقلیں رزق کو کھینچنے والی ہوتیں تو مال صرف عقل مندوں کے پاس ہوتا۔

ایک زاہد عابد کہتے ہیں:

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فراخی لے آئیں، کیونکہ وہ ہر روز اپنے بندوں کے بارے میں فیصلے کرتے رہتے ہیں۔ جب مشکل بڑھتی ہے تو آسانی کو کھینچتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے پا چکا ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔[1]

احمد بن عبدالرحمن فرماتے ہیں:

ناپسندیدہ امور کا انجام عموماً خوش آئند ہوتا ہے اور مصائب کے دن ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور دن اور رات کتنے ہی پلٹ پلٹ کر کیوں نہ آئے، لیکن ان ایام کی راحتیں اور کدورتیں باقی نہیں رہتیں۔[2]

اور لقیط بن زرارہ تمیمی فرماتے ہیں:

میں مختلف قسم کے لوگوں میں رہا اور نرمی اور سختی دونوں کو برداشت کیا۔ میں نے ہر طرح کے حالات دیکھے، مگر کسی آسودگی نے مجھے ناشکرا نہیں بنایا۔ میں کسی بھی پریشانی پر قبل از وقت واویلا نہیں کرتا اور اگر پریشانی آ بھی جائے تو اس سے دل نہیں

---

[1]

عَسَى فَرَجٌ يَأْتِيْ بِهِ اللّٰهُ إِنَّهُ ‌ ‌ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ خَلِيْقَتِهِ أَمْرٌ
إِذَا اشْتَدَّ عُسْرٌ فَارْجُ يُسْرًا فَإِنَّهُ ‌ ‌ قَضَى اللّٰهُ أَنَّ الْعُسْرَ يَتْبَعُهُ يُسْرٌ

[2]

عَوَاقِبُ مَكْرُوْهِ الْأُمُوْرِ خِيَارٌ ‌ ‌ وَأَيَّامُ سُوْءٍ لَا تَدُوْمُ قِصَارٌ
وَلَيْسَ بِبَاقٍ بُؤْسُهَا وَنَعِيْمُهَا ‌ ‌ إِذَا كَرَّ لَيْلٌ ثُمَّ كَرَّ نَهَارٌ

چھوڑ بیٹھتا۔ میرے لئے کسی کامیابی کی راہیں بند نہیں کی گئیں جس کے راستے پر پیچ ہوں، مگر یہ کہ میں نے اپنے لئے اس تنگی کے پیچھے بھی کھلی راہیں پائیں۔[1]

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب مجھ پر تنگی آتی ہے تو اپنے آپ سے کہتا ہوں اس حال میں کہ زمانہ حیرت انگیز طور پر مجھ پر حاوی ہو چکا ہوتا ہے کہ روز و شب کی سختیوں پر صبر کرو، کیونکہ نیک انجامی اسی میں ہے اور صبر خاندانی لوگوں کا ہی شیوہ ہے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ نفع کی کوئی ایسی صورت نکالیں گے جس میں تمہارے لئے مشقتوں سے نجات ہوگی۔[2]

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میرے دوست! کوئی بھی پریشانی خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کسی انسان پر ہمیشہ نہیں رہتی۔ سو اگر تم پر کوئی پریشانی آئے تو اس کے سامنے گھٹنے مت ٹیکو اور کتنے ہی قدم کیوں نہ لڑکھڑائیں، شکوہ شکایت مت کرو۔ کتنے ہی باعزت لوگ ایسے ہیں کہ مصائب نے جن کو تھکا ڈالا، مگر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ وہ مسائل خود بخود ختم ہو گئے اور ماند پڑ گئے۔ میں نے ہمیشہ اپنے نفس کو روز و شب کی تکالیف پر آمادہ

---

[1]

قَدْ عِشْتُ فِي النَّاسِ أَطْوَارًا عَلَى خُلُقٍ   شَتَّى وَقَاسَيْتُ فِيهَا اللِّينَ وَالْقَطَعَا
كُلًّا لَبِسْتُ فَلَا النَّعْمَاءُ تُبْطِرُنِي   وَلَا تَخَشَّعْتُ مِنْ لَأْوَائِهَا جَزَعَا
لَا يَمْلَأُ الْهَوْلُ صَدْرِي قَبْلَ وَقْعَتِهِ   وَلَا أَضِيقُ بِهِ ذَرْعًا إِذَا وَقَعَا
مَا سُدَّ لِي مَطْلَعٌ ضَاقَتْ ثَنِيَّتُهُ   إِلَّا وَجَدْتُ وَرَاءَ الضِّيقِ مُتَّسَعَا

[2]

إِنِّي أَقُولُ لِنَفْسِي وَهِيَ ضَيِّقَةٌ   وَقَدْ أَنَاخَ عَلَيْهَا الدَّهْرُ بِالْعَجَبِ
صَبْرًا عَلَى شِدَّةِ الْأَيَّامِ إِنَّ لَهَا   عُقْبَى وَمَا الصَّبْرُ إِلَّا عِنْدَ ذِي الْحَسَبِ
سَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَنْ قُرْبٍ بِنَافِعَةٍ   فِيهَا لِمِثْلِكَ رَاحَاتٌ مِنَ التَّعَبِ

کیا سو جب ان مصائب نے میری ثابت قدمی کو دیکھا تو وہ خود ڈگمگا گئے۔[1]

سعد اسدی فرماتے ہیں:

کسی بھی حال کے اثرات باقی نہیں رہتے، نہ فقر و فاقہ باقی رہتا ہے اور نہ خوشحالی۔ جیسے خوشیاں وافر مقدار میں ہونے کے باوجود ختم ہو جاتی ہیں اسی طرح وہ حالات بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے جو تمہیں غمگین کرتے ہیں۔ سو جو کچھ تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس کے پیچھے خود کو تباہ مت کرو اور نہ ہی غموں کے سبب افسوس و ملامت کے ساتھ بیٹھو۔[2]

ایک شاعر کہتا ہے۔

مشکلات پڑنے پر میرا دل غم کے مارے تنگ ہونے لگتا ہے، لیکن کبھی کبھی میرے لئے غموں میں ہی خیر ہوتی ہے اور بہت سے دن ایسے ہیں جن کی شروعات تو غموں سے ہوتی ہے، لیکن ان کی انتہا خوشگواری اور بہتری پر ہوتی ہے۔ میں جب بھی کسی پریشانی پر تنگ دل ہوا تو فراوانی اس کے پیچھے یا تو آ چکی ہوتی ہے یا آنے والی ہوتی ہے۔[3]

---

[1]

خَلِيلَيَّ لَا وَاللّٰهِ مَا مِنْ مُلِمَّةٍ   تَدُومُ عَلَى حَيٍّ وَإِنْ هِيَ جَلَّتِ
فَإِنْ نَزَلَتْ يَوْمًا فَلَا تَخْضَعَنْ لَهَا   وَلَا تُكْثِرِ الشَّكْوَى إِذَا النَّعْلُ زَلَّتِ
فَكَمْ مِنْ كَرِيمٍ قَدْ بُلِيَ بِنَوَائِبٍ   فَصَابَرَهَا حَتَّى مَضَتْ وَاضْمَحَلَّتِ
وَكَانَتْ عَلَى الْأَيَّامِ نَفْسِي عَزِيزَةً   فَلَمَّا رَأَتْ صَبْرِي عَلَى الذُّلِّ ذَلَّتِ

[2]

فَمَا نُوَبُ الْحَوَادِثِ بَاقِيَاتٌ   وَلَا الْبُؤْسَى تَدُومُ وَلَا النَّعِيمُ
كَمَا يَمْضِي سُرُورُكَ وَهُوَ جَمٌّ   كَذٰلِكَ مَا يَسُوءُكَ لَا يَدُومُ
فَلَا تَهْلِكْ عَلَى مَا فَاتَ وَجْدًا   وَلَا تُفْرِدْكَ بِالْأَسَفِ الْهُمُومُ

[3]

يَضِيقُ صَدْرِي بِغَمٍّ عِنْدَ حَادِثَةٍ   وَرُبَّمَا خِيرَ لِي فِي الْغَمِّ أَحْيَانَا =

دوسرا شاعر کہتا ہے:

میرا جب بھی کسی پریشانی سے سابقہ پڑا تو مجھے ہمیشہ یقین رہا کہ اس سے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت ہے۔[1]

ایک اور شاعر کہتا ہے:

اکثر اوقات انسان ایسی چیزوں کو بھی مصیبت میں شمار کرتا ہے جن کا حل کرنا اس قدر آسان ہوتا ہے جیسے بندھی ہوئی رسی کا کھولنا۔[2]

ابراہیم صولی کہتے ہیں:

بہت سی پریشانیاں ایسی ہوتی ہیں جن سے آدمی دلبرداشتہ ہو جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے چھٹکارے کی صورت رکھی ہوتی ہے۔ پریشانی اس پر اپنا گھیرا تنگ کر کے بالآخر ٹل جاتی ہے، حالانکہ اسے اس کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا ہوتا۔[3]

دوسرا شاعر کہتا ہے:

انسان بالکل مایوس اور شکستہ حال ہوتا ہے کہ اچانک اللہ تعالیٰ خوشی کو لے آتے ہیں جس سے وہ مسرور ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے کاموں کو تم ناممکنات میں سے شمار

= وَرُبَّ يَوْمٍ يَكُوْنُ الْغَمُّ أَوَّلَهُ   وَعِنْدَ آخِرِهِ رَوْحًا وَرَيْحَانَا
مَا ضِقْتُ ذَرْعًا بِغَمٍّ عِنْدَ نَائِبَةٍ   إِلَّا وَلِيَ فَرَجٌ قَدْ حَلَّ أَوْ حَانَا

[1]
وَمَا لَقِيْتُ مِنَ الْمَكْرُوْهِ نَازِلَةً   إِلَّا وَثِقْتُ بِأَنْ أَلْقَى لَهَا فَرَجًا

[2]
رُبَّمَا تَكْرَهُ النُّفُوْسُ مِنَ الْأَمْرِ   لَهُ فَرْجَةٌ كَحَلِّ الْعِقَالِ

[3]
وَلَرُبَّ نَازِلَةٍ يَضِيْقُ بِهَا الْفَتَى   ذَرْعًا وَعِنْدَ اللهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
ضَاقَتْ فَلَمَّا اسْتَحْكَمَتْ حَلَقَاتُهَا   فُرِجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تُفْرَجُ

کرتے ہو، مگر اللہ تعالیٰ ان سے بھی چھٹکارے کی صورت نکال دیتے ہیں۔[1]

ابوتمام الطائی فرماتے ہیں:

ہر تنگی اپنی انتہا پر پہنچنے کے بعد آسانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔[2]

ابن معتز کہتے ہیں:

ہر غم سے بالآخر نجات مل ہی جاتی ہے اور کوئی بھی حال مستقل رہنے والا نہیں ہے۔[3]

قبیلہ قریش کا ایک آدمی کہتا ہے:

غموں کو اپنے اوپر سوار مت کرو، کیونکہ جب کسی بھی چیز کو دوام نہیں تو تمہارے غم بھی باقی نہیں رہیں گے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد تمہاری طرف نظر رحمت فرما دیں۔[4]

ابن الاعرابی کہتے ہیں:

ہمت باندھ رکھو اور مصائب کو حتی الامکان سہل جانو، امید ہے کہ تم اس سے سرور حاصل کرو گے، کیونکہ کاموں کا مدار جس کے ہاتھ میں ہے وہ عنقریب مصائب

---

[1]
بَيْنَمَا الْمَرْءُ كَئِيْبٌ مُوْجَعٌ   جَاءَهُ اللهُ بِرَوْحٍ فَابْتَهَجْ
رُبَّ أَمْرٍ قَدْ تَضَايَقَتْ لَهُ   فَأَتَاكَ اللهُ مِنْهُ بِالْفَرَجْ

[2]
وَمَا مِنْ شِدَّةٍ إِلَّا سَيَأْتِيْ   لَهَا مِنْ بَعْدِ شِدَّتِهَا رَخَاءُ

[3]
وَلَا هَمٌّ إِلَّا سَوْفَ يُفْتَحُ قُفْلُهُ   وَلَا حَالَ إِلَّا بَعْدَهَا لِلْفَتَى حَالٌ

[4]
تُسَلَّ عَنِ الْهُمُوْمِ فَلَيْسَ شَيْءٌ   يُقِيْمُ وَلَا هُمُوْمُكَ بِالْمُقِيْمَةِ
لَعَلَّ اللهَ يَنْظُرُ بَعْدَ هٰذَا   إِلَيْكَ بِنَظْرَةٍ مِنْهُ رَحِيْمَةٍ

و پریشانی میں بھی بھلائی کی بہت سی صورتیں پیدا کریں گے۔[1]

ہدبۃ بن خشرم کہتے ہیں:

ہوسکتا ہے جس غم میں تم مبتلا ہو خوشی اس کے پیچھے ہی تمہاری منتظر ہو، جس سے خوفزدہ شخص مطمئن ہو جائے گا، قیدی آزاد ہو جائے گا اور گھر بار سے دور اجنبی اپنے گھر والوں سے آملے گا۔[2]

ایک اور شاعر کہتا ہے:

راحت دروازہ ہے اور اس کی چابی صبر کرنا ہے اور ہر تنگی کے بعد آسانی ہے۔ زمانے کی گردش کبھی ایک سی نہیں رہتی، بلکہ پے درپے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اور مصیبت کی مشقتیں اور برائی کی کلفت کا داغ پرسکون راتیں دھو دیتی ہیں۔ اس کی حالت ایک سی کیسے رہ سکتی ہے جس کی طبیعت ہی سیمابی ہو کہ اس کو نفع و نقصان جیسی متضاد کیفیتیں پیش آتی رہتی ہوں۔[3]

---

[1]

تُعِزُّ وَهَوِّنْ عَلَيْكَ الْأُمُوْرَ	عَسَاكَ تَرٰى بَعْدَ هٰذَا سُرُوْرًا
فَإِنَّ الَّذِيْ بِيَدَيْهِ الْأُمُوْرُ	سَيَجْعَلُ فِى الْكُرْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

[2]

عَسَى الْكَرْبُ الَّذِيْ أَمْسَيْتَ فِيْهِ	يَكُوْنُ وَرَاءَهُ فَرَجٌ قَرِيْبٌ
فَيَأْمَنُ خَائِفٌ وَيُفَكُّ عَانٍ	وَيَأْتِيْ أَهْلَهُ النَّائِيْ الْغَرِيْبُ

[3]

مِفْتَاحُ بَابِ الْفَرَجِ الصَّبْرُ	وَكُلُّ عُسْرٍ بَعْدَهُ يُسْرُ
وَالدَّهْرُ لَا يَبْقٰى عَلٰى حَالِهِ	وَكُلُّ أَمْرٍ بَعْدَهُ أَمْرُ
وَالْكَرْبُ تَفْنِيْهِ اللَّيَالِيْ الَّتِيْ	أَتٰى عَلَيْهَا الْخَيْرُ وَالشَّرُّ
وَكَيْفَ تَبْقِيْ حَالٌ مِّنْ حَالِهِ	يَسْرَعُ فِيْهَا النَّفْعُ وَالضَّرُّ

تکلیف، دکھ، غم اور مشکلات کا علاج

۱ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یہ کلمات پڑھتے:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ."[1]

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بڑا عالی شان اور بڑا بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو مالک ہے عرش کا اور بڑا بزرگی والا ہے۔"

۲ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت زدہ کی دعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ، فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ."[2]

ترجمہ: "اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں، مجھے پلک جھپکنے جتنا بھی اپنے نفس کے حوالے نہ کر، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

۳ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ بتاؤں جن کو تم مصیبت میں پڑھا کرو، وہ کلمات یہ ہیں:

"اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا."[3]

---

[1] رواہ البخاری فی الدعوات: ۱۱/۱۲۲

[2] رواہ ابوداؤد باب ما یقول اذا اصبح رقم ۵۰۹۰

[3] رواہ ابوداؤد رقم ۱۵۲۵ والنسائی فی عمل الیوم واللیلۃ: ص ۱۴۳

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی۔“

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ ان کلمات کو سات مرتبہ پڑھا جائے۔

❹ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کو کوئی غم تکلیف اور پریشانی پیش آئے پھر وہ کہے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَداً مِّنْ خَلْقِكَ، أَوِاسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ، وَذَهَابَ هَمِّيْ۔“[1]

ترجمہ: ”یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور بیٹا ہوں تیرے بندے کا اور بیٹا ہوں تیری بندی کا، ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں، نافذ ہے میرے بارے میں تیرا حکم، عین عدل ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ، میں تجھ سے ہر اسم کے واسطہ سے جس سے تو نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اپنے پاس غیب ہی میں رہنے دیا ہے، درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار بنا دے میرے سینے کا نور اور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ۔“

ان کلمات کے پڑھنے سے اللہ اس کا غم اور پریشانی دور فرمائیں گے اور اس کی جگہ خوشی عنایت فرمائیں گے۔

[1] رواہ احمد: ۱/۳۹۴

❺ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت یونس عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اپنے پروردگار کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا:

”لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝“[1]

ترجمہ: ”تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو پاک ہے بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کسی بھی مسلمان شخص کی ان کلمات کے ساتھ مانگی ہوئی دعا کو رد نہیں فرماتے، بلکہ اس کو ضرور قبول فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ (بے شک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر کوئی مصیبت زدہ اسے پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت دور کریں گے اور وہ میرے بھائی یونس عَلَیْہِ السَّلَامُ کی دعا ہے۔

❻ صبح وشام رات اور دن کی دعاؤں کو کثرت سے پڑھنا۔

❼ استغفار کی کثرت کرنا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا ۝﴾[2]

ترجمہ: ”تم اپنے گناہ پروردگار سے بخشوانا، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال واولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔“

[1] اخرجہ الترمذی باب دعوۃ ذی النون رقم ۳۵۰۰ و اخرجہ احمد: ۱/۱۷۰

[2] سورۃ نوح، آیت: ۱۰ تا ۱۲

چنانچہ یہ ساری نعمتیں استغفار ہی کا نتیجہ ہیں اور جس کسی نے بھی استغفار کو لازم پکڑا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے نکلنے کا سامان مہیا کر دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

٨ نماز اور صبر کے ذریعے سے مدد طلب کرنا۔

٩ کثرت سے صدقہ کرنا۔

١٠ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ انسان پر سے غم اور تکلیف کو دور کرتے ہیں۔

١١ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کا کثرت سے ورد کرنا، بلا شبہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے عام آزمائش کو بھی دور فرماتے ہیں۔

١٢ سچی توبہ کرنا، اگرچہ یہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور یہ سچی توبہ اس طرح ہوگی کہ دوبارہ وہ گناہ اور غلطی کو نہ دہرائے، اپنی لغزش پر پشیمان ہو اور اس گناہ کو مکمل طور پر چھوڑ دے، لیکن اگر یہ بندے اور لوگوں کے درمیان ہو تو اسے چاہیے کہ جس کو بھی کوئی تکلیف دی ہے یا ظلم کیا ہے اس سے معافی مانگ لے۔

١٣ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کرنا، ان بڑے اسباب میں سے ہے جن کے ذریعے ضرورتوں کو طلب کیا جاتا ہے۔ توکل سے مراد یہ ہے کہ مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین ہو، یعنی اپنے تمام کاموں کو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اللہ کے سپرد کر دینا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے، جب ان کو نمرود کی آگ میں ڈالے جانے کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام دکھائی دیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: کیا آپ کو میری کوئی ضرورت ہے، کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: جہاں تک آپ کی

مدد کا تعلق ہے تو مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔

١٤ اللہ کا خوف اور ڈر اور اس کی عبادت اور اس کے بندوں پر احسان کرنا یہ بھی غم سے نجات حاصل کرنے کا ایک اہم طریقہ ہے۔

١٥ سات مرتبہ اس آیت کا پڑھنا:

﴿اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿٨٣﴾﴾[1]

ترجمہ: "(اے میرے رب!) مجھ کو تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے (سب سے بڑا) رحم کرنے والا ہے۔"

١٦ ایک اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا۔

١٧ بندہ اس بات کا اعتراف کرلے کہ وہ بذاتِ خود ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔

١٨ گناہوں اور برے کاموں سے بچنا۔

١٩ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنا اور اس کی معانی میں غور وفکر کرنا۔

٢٠ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی سے دلی تعلق رکھنا۔

٢١ ہر جائز کام کرنے سے پہلے یہ کہنا:

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ."

ترجمہ: "اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! تیری رحمت سے میں مدد چاہتا ہوں۔"

ان سب باتوں کے جاننے کے بعد سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ عن قریب اپنی اسی مہربانی سے تم پر رحم کرے گا جو کہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی کشائش قریب ہے اور بہت ہی قریب ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟۔

میرے مسلمان بھائیو! یاد رکھو: اللہ تعالیٰ جب بندے سے محبت کرتا ہے تو

[1] سورۃ الانبیاء، آیت: ٨٣

اسے آزماتا ہے، تاکہ اس کی پکار سنے۔

مصیبت جتنی بھی سخت ہوتی ہے (کبھی نہ کبھی) دور ہو ہی جاتی ہے۔

اے مصیبت! اگر تم سخت ترین بھی ہو جاؤ تب بھی کشادگی ضرور آئے گی۔

سب سے بہترین عبادت کشائش کا انتظار کرنا ہے اور آزمائش کی سختی کے بقدر اور امید کے دم توڑ دینے اور تدبیروں کے جواب دیئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کشائش بھیجتے ہیں۔

یاد رکھو: بندے کو جو چیز ناپسند ہے، ممکن ہے کہ وہ اس چیز سے بہتر ہو جو اسے پسند ہے۔ کیونکہ جو چیز اسے ناگوار ہوتی ہے وہ اسے دعا پر ابھارتی ہے اور جو چیز اسے پسند ہوتی ہے وہ اسے دعا سے غافل کر دیتی ہے۔

یاد رکھو: پریشانی پر صبر کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ اور بھروسہ کرنے والے کے یقین پر کبھی پانی نہیں پھرتا۔ اور جو صبر کو پاتا ہے، صبر اسے پالیتا ہے۔

اور جس نے صبر پالیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ چنانچہ صبر کشائش کی کنجی ہے اور مصیبت کی شدت کے بعد ہی آسائش آتی ہے۔

بسا اوقات ناگوار چیز میں محبوب چیز پوشیدہ ہوتی ہے اور پسندیدہ چیز میں ناگوار چیز پوشیدہ ہوتی ہے، کتنے ہی لوگ ایسی چیز پر رشک کرتے ہیں جو ان کے لئے بیماری کا سبب ہے اور ناپسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو ان کے لئے شفاء کا سبب ہے۔

یاد رکھو: تنگی کے لحہ بہ لحہ گزرنے سے آسانی آتی ہے۔

شاید کسی پریشانی پر صبر کرنے سے تمہیں کوئی نیک راہ مل جائے اور کسی ظاہری نقصان دہ چیز سے فائدہ مند چیز حاصل ہو جائے۔ کیوں کہ جھاگ کے نیچے شفاف دودھ ہی ہوتا ہے۔

یاد رکھو: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔ جس کے ذریعے سے ہلاکت سے بچالیتا ہے، سو وہ آزمائش نعمت سے بھی بڑھ کر ہو جاتی

ہے۔

یاد رکھو: جو چیز تقدیر میں لکھی جا چکی ہوتی ہے وہ ہو کر ہی رہتی ہے۔ اور جو شخص تقدیر اور قضاء پر راضی نہیں رہتا اس کو کبھی زندگی کا لطف حاصل نہیں ہوتا۔

یاد رکھو: مسلمانوں پر پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں اور آزمائش نیک لوگوں پر ہی آتی ہے جو ہمیشہ نہیں رہتی، تو خوش خبری ہے اس شخص کے لئے جو آزمائشوں پر صبر کرے۔

آزمائش گناہوں سے پاکی ہے، غفلت سے بیداری ہے صبر کے ذریعے ثواب تک رسائی ہے اور نعمتوں کی یاد دہانی ہے۔

کشائش اور راحت کا مزہ اللہ پر پختہ یقین اس کی رضا اور صبر کرنے میں پوشیدہ ہے اور دکھ، تکلیفیں اور غم بے صبری اور اللہ کی ناراضگی میں پوشیدہ ہیں۔

آزمائش بادل ہے جو آخر کار چھٹ جاتا ہے اور پھر تنگی اور پریشانی کے بعد کشادگی ہی کشادگی آتی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾[1] چند ایسی بڑی بنیادی باتوں پر مبنی ہے کہ اگر بندہ اس کو جان لے تو مصیبت کے وقت اس کی تسلی کا ذریعہ بن جائے۔

❶ ان میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ٹھکانا بنالے جو اس کا حقیقی پروردگار ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَا مِنْ أَحَدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَجَارَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَأَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا."[2]

---

[1] سورة البقرة: آیت ۱۵۶

[2] رواہ احمد: ۲۷/۴، ومسلم: ۹۱۸

ترجمہ: ''جب بھی کسی بندے کو مصیبت پہنچتی ہے، پھر وہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھے اور کہے اے اللہ! مجھے اس مصیبت کا اچھا بدلہ دیجئے اور مجھ سے جو چیز چھین لی گئی اس کے بدلے مجھے اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیجئے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مصیبت کا اچھا بدلہ دیتے ہیں اور چھینی ہوئی چیز کا بہتر بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔''

۲ تقدیر پر راضی ہو کہ جو مصیبت اور آزمائش آنی ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتی۔

۳ انسان اس بات کی طرف دھیان دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اس مصیبت کا بہتر بدلہ تیار کر رکھا ہے بشرطیکہ وہ صبر کرے اور راضی رہے۔

۴ مصیبت کی آگ کو اہل مصائب کے ساتھ بیٹھ کر تسلی کی ٹھنڈک سے بجھائے۔ جس جگہ خوشحال لوگ ہوتے ہیں تو وہیں پر پریشان حال لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ اردگرد کے حالات کا جائزہ لے تو وہ کسی نہ کسی کو ضرور اپنے آپ سے زیادہ آزمائش میں مبتلا پائے گا جس سے اس کو تسلی ہوگی۔

۵ اس کے علاج میں سے ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ جزع فزع کرنا مصیبتوں کو کم نہیں کرتا، بلکہ بڑھا دیتا ہے درحقیقت یہ مرض کے بڑھنے کی علامت ہے۔

۶ اس مصیبت پر اس کا صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنا، اسے جس خوشی اور سرور سے ہمکنار کرے گا وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو اس مصیبت کے خاتمے کی صورت میں اس کو پیش آئے گا۔

آزمائش و مصائب سے بچنے کے لئے چند دعائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾[1]

ترجمہ: ''کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا۔ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ اور ہم نے آپ کی شان کو بلند کیا۔ سو یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنا احسان، تنگی کے بعد فراخ دلی اور آپ ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کا ذکر کیا ہے، چنانچہ اس میں خود آپ کی ذات اور امت کے لئے بھی خوشخبری اور بشارت موجود ہے اور وہ یہ کہ ہر تنگی کے بعد آسانی اور کشائش ضرور آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ﴾[2]

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ﴾[3]

---

[1] سورۃ الانشراح، آیت: ۱ تا ۶

[2] سورۃ الطلاق، آیت: ۲، ۳

[3] سورۃ الزمر، آیت: ۳۶

ترجمہ: ”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔“

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے نجات دیتا ہے تم اس کو پکارتے ہو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہے کہ تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے، تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔“

سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾[2]

ترجمہ: ”بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ﴾[3]

[1] سورۃ الانعام، آیت: ٦٣، ٦٤

[2] سورۃ النمل، آیت: ٦٢

[3] سورۃ المؤمن، آیت: ٦٠

ترجمہ: ”اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔“

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہے اس مصیبت زدہ پر جو کہ قرآن مجید کے ان (مندرجہ ذیل) پانچ مقامات کے پڑھنے سے غافل رہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑھنے والے کے لئے کیا بدلہ اور اجر وثواب رکھا ہے۔

۱ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

۲ ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾[2]

[1] سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۵۵ تا ۱۵۷

[2] سورۃ المؤمن، آیت: ٤٤، ٤٥

ترجمہ: ''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھا۔''

۳ ﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [1]

ترجمہ: ''اور مچھلی والے (حضرت یونس) کو یاد کرو جب کہ وہ غصہ سے چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان کو نہ پکڑ سکیں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور آپ پاک ہیں اور بے شک میں ظالموں میں ہوگیا۔''

۴ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [2]

ترجمہ: ''سو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو غم سے نجات دے دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

۵ ﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ [3]

ترجمہ: ''اور ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو اور

[1] سورۃ الانبیاء، آیت: ۸۷
[2] سورۃ الانبیاء آیت: ۸۸
[3] سورۃ آل عمران، آیت: ۱۴۷، ۱۴۸

ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکوکاروں سے محبت ہے۔''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس نے بھی تکالیف اور مصائب کے وقت ان (مندرجہ بالا) آیات کے پڑھنے کو معمول بنایا تو اللہ تعالیٰ اس کی تکالیف کو ختم کردیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لو! کامیابی صبر کے ساتھ ہوتی ہے اور آسانی تکلیف کے ساتھ ہوتی ہے اور ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں: جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف یہ خط لکھ بھیجا: ''جب بھی کسی بندے پر کوئی سختی اور تکلیف آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بعد آسانی پیدا کردیتے ہیں اور یہ بات تو حتمی ہے کہ کبھی ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔''

تنگی کے ساتھ آسانی اور مشکل کے ساتھ خلاصی ہونے کے بہت دلچسپ رازوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب مشکل ناقابل برداشت ہوجائے اور انسان مخلوق کی طرف سے اس کی خلاصی سے مایوس ہوجائے تو اس کا دل ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور یہی اللہ پر توکل کی حقیقت ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ضروریات طلب کرتا ہے اور ان پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ [1]

ترجمہ: ”جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔“

حضرت ادریس بن خولانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا:

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝﴾ [2]

ترجمہ: ”وہ (اللہ تعالیٰ) ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں۔“

تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کام میں یہ بھی ہے کہ وہ گناہ کو معاف کرتے ہیں، غم تکلیف کو دور کرتے ہیں، نجات عنایت فرماتے ہیں، بہت سی قوموں کو بلند کرتے ہیں اور بہت سی قوموں کو ذلیل اور پست کرتے ہیں۔ [3]

[1] سورۃ طلاق، آیت: ۳

[2] سورۃ الرحمن، آیت: ۲۹

[3] الفرج بعد الشدة للقاضي التنوخي: ۷۹/۱ ورواه احمد في المسند: ۲۸۶/۴، ۲۸۸

المراجع والمصادر

اسماء الكتب	اسماء المصنفين	اسماء المطابع
۱ قرآن مجید		
۲ فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	دارالفکر بیروت
۳ صحیح بخاری	امام محمد بن اسمعیل البخاری	قدیمی کتب خانہ کراچی
۴ صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری	ایم، ایچ سعید کمپنی کراچی
۵ سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث ابی داؤد	ایم، ایچ سعید کمپنی کراچی
۶ سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید ابن ماجہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۷ سنن ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۸ الفرج بعد الشدة	قاضی تنوخی	دارالکتب العلمیة، لبنان
۹ نشوار المحاضرة	قاضی تنوخی	دارالکتب العلمیة بیروت
۱۰ تفسیر قرطبی	امام محمد بن احمد الانصاری	دارالفکر بیروت
۱۱ تاریخ الامم والملوک	امام ابن جریر طبری	لبنان بیروت
۱۲ معجم البلدان	یاقوت الحموی رومی	داراحیاء التراث العربی بیروت
۱۳ الاعلام	خیرالدین الزرکلی	دارالعلم للملایین بیروت
۱۴ تجارب الامم	ابن سکویہ	دارالکتب العلمیة، بیروت
۱۵ الثقات	حافظ ابن حبان بستی	دائرة المعارف العثمانیة
۱۶ الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتم رازی	دائرة المعارف العثمانیة
۱۷ حسن المحاضرہ	امام سیوطی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۸ من عاش بعد الموت	ابن ابی الدنیا	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹ البدایہ والنہایہ	حافظ ابن کثیر	مکتبة المعارف، بیروت
۲۰ الاذکیاء	امام ابن جوزی	دارالکتب العلمیہ، بیروت

(۲۱) زادالمعاد.................امام ابن قیم الجوزیہ.................موسسة الرسالة

(۲۲) مستجابی الدعاء.................ابن ابی الدنیا.................................

(۲۳) لسان العرب ....علامہ ابن منظور افریقی................. نشر الادب حوزہ ایران

(۲۴) الوزاء والکتاب .... ابن عبدوس ....دارالکتب العلمیة، بیروت

(۲۵) محاضرات الادباء ....اصفهانی.................دارالشریف للنشر والتوزیع ریاض

(۲۶) خزانة الادب.................................

(۲۷) مجمع الزوائد.................حافظ الهیثمی.................دارالکتب العلمیہ، بیروت

(۲۸) تفسیر ابن کثیر.................حافظ ابن کثیر .... دارالسلام، ریاض

(۲۹) الفرج بعد الشدة والضیقة ..... ابراهیم بن عبدالله الحازمی.................

دارالشریف للنشر والتوزیع ریاض (الدوریات)

(۳۰) جریدة عکاظ

(۳۱) جریدة الحیاة

(۳۲) جریدة البلاد

(۳۳) جریدة الاهرام المصریة

بیت العلم ٹرسٹ ایک نظر میں......

دراسات فی معرب القرآن عام قیمت:=/115

اس کتاب میں غیر عربی کلمات کی تحقیق، توضیح اور تشریح معتد بہ اور نایاب کتب سے کی گئی ہے۔ یہ آسان اور عام فہم عربی زبان میں ایک جامع اور منفرد قسم کی انوکھی کتاب ہے، جو متعلّمین اور خصوصاً تفسیر پڑھانے والے معلّمین اور معلّمات کے لئے اور طلباء وطالبات کے لئے نادر تحفہ ہے، جدید عربی ادب اور قرآن کریم سے شغف رکھنے والوں کے لئے بھی یہ کتاب جوہرِ گراں مایہ ہے۔

وہ کوہ کن کی بات...... عام قیمت:=/160

اس کتاب میں دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ، ناظم تعلیمات اور معاون مہتمم مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانویؒ کے حالات وواقعات اور زندگی کے مختلف میدانوں میں ان کے تابندہ کارناموں کو ایک خوب صورت ادبی انداز میں پیش کیا گیا ہے، مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب نے اپنے دلی جذبات وتأثرات، پراگندہ واردات وخیالات، مقالوں اور مقولوں کو موتی کے دانوں کی طرح کاغذ کے صفحات میں بکھیر دیا ہے اور آپ بیتی "استاذ بیتی واحباب بیتی" کا ایک مجموعہ شاہکار بنا کر کتاب کو نقشِ جاوداں بنادیا ہے۔

کتاب کی ہر ہر سطر موصوف کی طبعی نفاست پسندی کی آئینہ دار ہے، کتاب میں زبان وبیان کی سلاست اور روانی، روزمرہ محاورات کا استعمال قابلِ ستائش ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خوبیوں کی حامل شخصیت پر خوبیوں کے حامل قلم نے اپنی خوبیوں کا جو ہر دکھایا ہے وہ بہت خوب ہے، ہر سطر سے فارسی اور اُردو ادب کے ساتھ مصنف کا شغف جھلکتا ہے، اسے کتاب کیوں کہیئے! دل کے ٹکڑوں اور جگر پاروں کا حسین گل دستہ نام دیجئے، جس کے ذریعے شاگرد رشید نے اپنا حق تلمذ ادا کردیا ہے، کتاب ظاہری وباطنی دونوں خوبیوں سے آراستہ ہے۔ ان شاء اللہ، کتاب اساتذہ وتلامذہ کے لئے مشعل راہ ہوگی۔

مبادیاتِ حدیث عام قیمت:=/100

اس کتاب میں علم حدیث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت وجہ تسمیہ، علم حدیث کی تاریخی حیثیت، حجت حدیث، تدوینِ حدیث، حدیث کا شرعی حکم، انواع کُتبِ حدیث، طبقاتِ کتبِ حدیث، تقسیم حدیث، مقدمۃ الکتاب، فوائدِ اسناد وغیرہ امور پر تفصیلی کلام کے ساتھ ساتھ ستّرہ ائمہ حدیث کا دل چسپ تذکرہ کیا گیا ہے، جو موقوف علیہ کے طلبہ وطالبات کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

پرچھائیاں عام قیمت:=/60

علمی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے جس میں اسلاف کے طرزِ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے، جو ہر طالب علم اور اُستاذ کے لئے ایک مفید کتاب ہے، زبان عام فہم، سادہ اور سلیس ہے، لیکن اس میں علمی ذوق اور ادبی شوق کی پرچھائیاں جگہ جگہ ملتی ہیں، کتاب بہ حیثیت مجموعی اس لائق ہے کہ اسے توجہ سے پڑھا جائے۔

تحفۃ الائمہ (زیرطبع)

ایک ایسی کتاب جس میں ائمہ کرام کی صفات، ائمہ کرام کے لئے نصائح، آداب وعظ، ائمہ حضرات کی مسجد کی ذمہ داریاں، مقتدیوں کی تعلیم وتربیت، اتفاق کی اہمیت اور ائمہ کرام کی دعوت وتبلیغ کے اعتبار سے ذمہ داریاں، غرض ہر مسجد کے امام کو جن خوبیوں سے آراستہ ہونا ضروری ہے ان تمام امور کا ذکر دل چسپ اور دل پذیر انداز میں کیا گیا ہے۔ کتاب ظاہری وباطنی خوبیوں سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ توجہ اور لائقِ مطالعہ ہے۔

تحفۃ الطلبہ المعروف بہ ”مآرب الطلبہ“ (مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے لئے) (زیرطبع)

اس کتاب میں تقریباً چھ سو تک علمی لطائف اور درسی وغیر درسی علوم وفنون کو ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح الفاظِ مترادفہ اور معانی متقاربہ کے درمیان لغوی واصطلاحی فرق کو واضح اور خوب صورت پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جو علماء وطلباء کے لئے انتہائی مفید کتاب ہے۔

کتاب پڑھنے والے اور ناشر کے درمیان باہمی رابطہ

محترم قارئین!　　　　بتاریخ ______

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے......

اکابر علماء کرام اور بزرگانِ دین کی نصائح اور ارشادات پر مشتمل مکتبہ بیت العلم کی کتابیں جو بعض علماء کرام اور ان کے معاونین ورفقاء کی محنت، بہترین تصحیح دقیق اور عمدہ تحقیق کے بعد الحمدللہ شائع ہوئی ہیں۔

اس کتاب کے حصول اور آپ کے باہمی رابطہ پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔

محترم قارئین آپ کی رائے ہمارے لئے بہت ہی اہم ہے، ہمیں خوشی ہوگی کہ آپ ہمیں اپنی رائے بھیج کر ہماری کتابوں کا معیار اور بلند فرمائیں گے، تاکہ یہ کتاب ہم دنیا میں سب کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے اور آخرت کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

امید ہے، جس جذبہ سے یہ گزارش کی گئی ہے اسی جذبہ کے تحت اس گزارش کا عملی استقبال بھی کیا جائے گا۔

ہماری کس کتاب کا آپ نے مطالعہ کیا اس کا نام ______

اس کتاب کا تعارف کہاں سے ہوا؟ نشان ”✓“ لگائیے۔

☐ لائبریری میں مطالعہ کے دوران　　☐ دوست کے ذریعہ سے

☐ اشتہار سے

یہ کتاب آپ نے کتنے لوگوں تک پہنچائی ؟ ______

کہاں سے خریدی ہے؟

مکتبہ کا نام ______ شہر ______ ☐ نمائش

کتاب کی کمپوزنگ اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☐ معمولی ☐ بہتر ☐ اعلیٰ

کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☐ سستی ☐ معقول ☐ مہنگی

کتاب کی تیاری میں مدد کرنے والے، ناشر اور پڑھنے والوں کے لئے دعائیں کیں؟

کتاب میں اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مندرجہ ذیل چارٹ میں تحریر فرما دیں۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی

اس پتہ پر خط پوسٹ فرما کر آپ بھی نیکی کے پھیلانے میں معاون بن سکتے ہیں۔ ہمت کیجئے اور اپنے مفید مشورہ اور دعا سے ادارہ کا تعاون کیجئے۔

Bait-ul-Ilm
ST-9E, Block-B, Gulshan-e-Iqbal, Karachi.
Ph: 4976073, Fax: 4976339, E-mail: bit-trust@cyber.net.pk

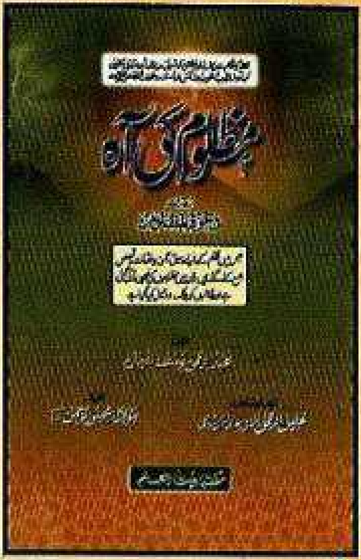
مظلوم کی آہ

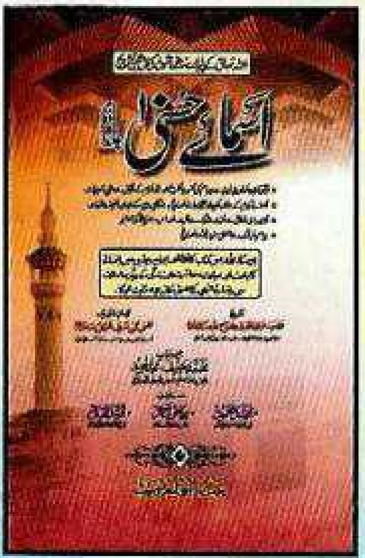
اسمائے حسنیٰ

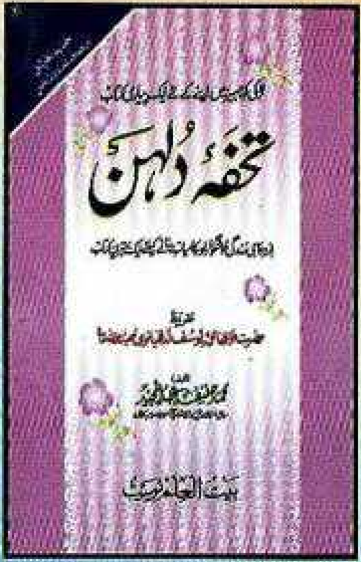
تحفۂ دُلہن

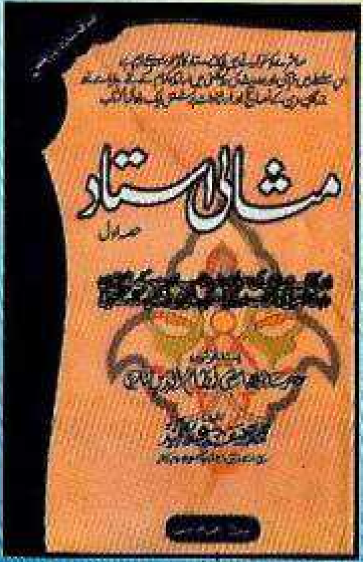
مثالی استاد

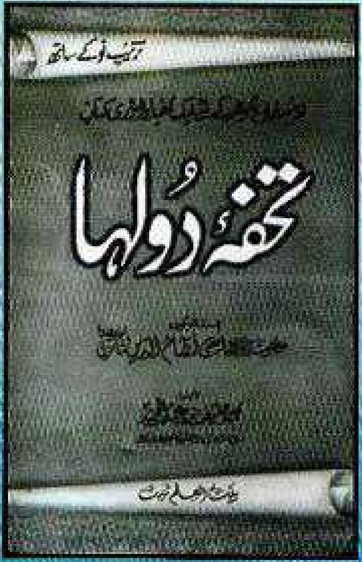
تحفۂ دُولہا

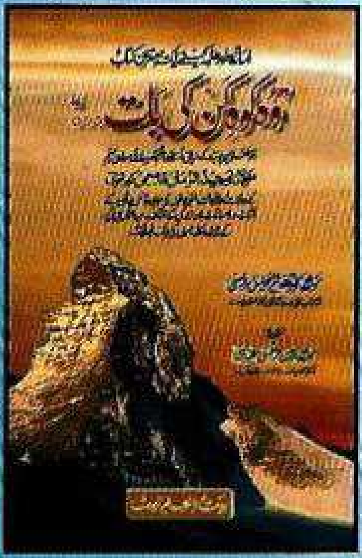

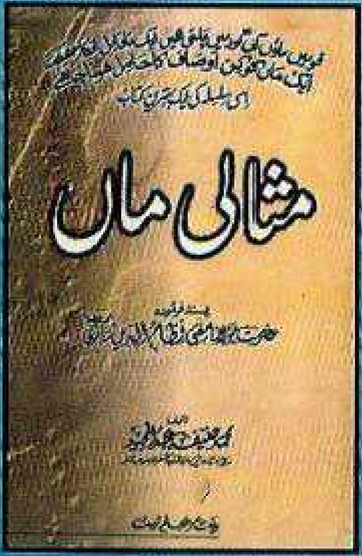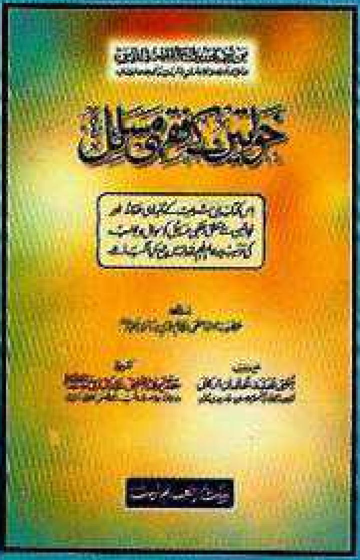
مثالی ماں